الحمد للہ

کہ

احسن التواریخ

معروفہ

تاریخ پورنیہ حصہ اول

مؤلفہ و مرتبہ جناب مولٰنا محمد یوسف صاحب رشیدی۔ باشندہ موضع ہری پور

علاقہ تھانہ امور ضلع پورنیہ

باہتمام

نیازمند محمد عبدالحی عرف محبوب الرحمٰن در مطبع محبوب عالم پریس

مجگواں۔ بارا عیدگاہ۔ پورنیہ مطبوع شد

سنہ ۱۳۵۵ھ

قیمت ۱/[illegible]

طبع اول ایک ہزار جلد

شکریہ

اپنی ناداری اور افلاس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مجھکو ایک ایسے کریم النفس قدرداں کی ضرورت تھی کہ جنکی سرپرستی کے سہارے تاریخ پورنیہ کی تالیف کی اس اہم خدمت کو انجام دے سکوں۔ میں نے اپنی اس تمنا کو اپنے ضلع کے بعض حضرات رؤسا کی خدمت میں پیش کی۔ مگر مجھکو اپنے اس مقصد میں جب ناکامیابی ہوئی تو

اپنی ناداری اور تنگدستی سے مجبور ہوکر رئیس ابن رئیس بہی خواہ قوم و ملت جناب مولوی محمدؐ احسن صاحب زمیندار و رئیس اعظم اسٹیٹ بیگنا اور احسن آباد کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے درد اور دکھ اور پریشانی اور اس تاریخ پورنیہ کی (جسکا نام احسن التواریخ ہے) تالیف کی حالت عرض کی۔ تو میاںصاحب ممدوح نے میرے وہم و گمان سے بھی زیادہ میری ہمت افزائی فرماکر میری سرپرستی کے بارگراں کو اپنے ذمہ لیکر مجھکو اس بات کا موقع مرحمت فرمایا کہ میں اپنی تالیف اور تصنیف کے اس سلسلہ کو جاری رکھ سکوں

میاںصاحب ممدوح کی ذرہ نوازی اور قدردانی کا صدقہ ہے کہ اس تاریخ پورنیہ کے دوسرے تشنہ کے بھی بہت سے مواد فراہم ہوگئے۔ یعنے پورنیہ

کے چالیس پچاس اولیائے کرام کے حالات قلمبند ہو چکے ہیں۔

بعونہٖ تعالیٰ پورنیہ کے اور بقیہ اولیائے کرام کے حالات فراہم کرنیکا کام بھی جاری ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تاریخ پورنیہ کا یہ دوسرا حصہ بھی بہت جلد مسلمانان پورنیہ کی خدمات عالیہ میں پہنچ جائیگا۔

اگر میاں صاحب ممدوح کی ذرہ نوازی شامل حال نہ ہوتی تو عجب نہیں کہ کچھ دنوں کیلئے مجھکو اپنی اس تالیف اور تصنیف کا سلسلہ بند کردینا پڑتا۔ میاں صاحب ممدوح نے ان ذرہ نوازی اور قدردانیوں کے علاوہ بہت بڑی قدردانی یہ بھی فرمائی ہے کہ میری اس ناچیز تالیف کو اپنے نام سے معنون کرنیکا شرف بھی مرحمت فرمایا۔

میاں صاحب ممدوح کے ان احسانات کا شکریہ جسقدر بھی ادا کیا جائے تھوڑا ہے۔ اور درحقیقت مجھ جیسے مفلوک الحال اور نادار سے میاں صاحب ممدوح کے ان زبردست احسانات کا شکریہ کیسے ہو۔ خلوص دل سے یہ دعا

بمانی تا جہاں ماند باقی

جواں بخت و جواں دولت جواں سال

کروں اور کیا ہو سکتا ہے۔

محمد یوسف رشیدی عفی عنہ

ہری پوری۔ پورنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل علم پر علم سیر اور تاریخ کا مہتم بالشان ہونا آفتاب نصف النہار کیطرح روشن اور ظاہر ہے۔ اور اس مہتم بالشان علم کی اہمیت و خوبی کسی حجت اور دلیل کی محتاج نہیں۔ درحقیقت اقوام عالم کی فنا و بقا کا دارو مدار اسی مہتم بالشان علم پر ہے۔ اقوام عالم کی قومیت اور حالات زندگی کے استنکشاف کا واحد ذریعہ یہی علم ہے۔

دنیا کی جس قوم اور ملک کے تذکرہ اور بیان سے اس علم کے صفحات خالی ہیں۔ درحقیقت وہ ایسی مردہ قوم اور معدوم الوجود ملک ہے کہ گویا صفحۂ دنیا میں اس قوم اور ملک کا کبھی وجود ہی نہ تھا۔ کتب سماویہ کی تلاوت اور مطالعہ کرنیوالے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ان مقدس کتابوں کے صفحات نے بھی علم سیر اور تاریخ کی اہمیت اور مہتم بالشان ہونیکو ان تاریخی حالات اور واقعات کے بیان سے جو ان مقدس کتابوں میں مذکور ہیں صاف اور ظاہر طور پر بیان کر دیئے ہیں۔ اگر کتب سیر و تواریخ کا وجود دنیا میں نہیں ہوتا تو اقوام ماضیہ اور امم سابقہ کی زندگی کے واقعات اور حالات سے آج دنیا بالکل ناواقف اور جاہل رہتی اور اقوام ماضیہ کے حالات سے کسی

فرد بشر کو کسیطرح کا سبق حاصل کرنیکا موقع نہیں ملتا۔

یہی وہ وجوہات ہیں کہ آج کیا معنے بلکہ دنیا کے ہر دور اور ہر زمانہ کے مہذب اور تعلیم یافتہ حضرات انہماہتم بالشان علم کی خدمت کو اپنی اپنی زندگی کا نصب العین اور انسانی فرائض کے اہم ترین فرائض سے سمجھتے ہوئے آئے ہیں اور دنیا کے حسن محترم بزرگوں نے اپنے اپنے قیمتی اوقات کو اپنے اپنے ملک اور ضلع کی تاریخی خدمت کی انجام دہی میں صرف کرکے اپنے بعد کی آنیوالی نسلوں کیلئے تاریخی دنیا میں یادگاریں چھوڑی ہیں۔ ان حضرات کا شکریہ جسقدر بھی ادا کیا جائے تھوڑا ہے۔ غالباً دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جسکی فطرت میں اپنے ملک اور ضلع کے تاریخی حالات معلوم کرنیکا شوق نہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ دوسرے ضلع کے وہ ذی علم حضرات جنھیں اپنے دیس اور ضلع سے الفت ہے خواہ وہ حضرات کسی مذہب و ملت کے کیوں نہ ہوں اپنے دیس اور ضلع کے تاریخی حالات اور واقعات معلوم کرنے کیلئے بے چین اور ہر امکانی ذرائع و وسائل کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان رہتے ہیں۔

بعض تمنا کہ وبالا وجوہات کی بنا پر اپنی عدم لیاقت اور اہلیت کے باوجود مجھکو بھی اپنے ضلع پورنیہ کے تاریخی حالات و واقعات جو درحقیقت تاریخی حیثیت سے بہت کچھ اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ہم پورنیہ والوں کی بدقسمتی کی وجہ سے اس ضلع کے دور قدیم کے ان حالات و واقعات کو جو صحافت کی دنیا میں نمایاں جگہ پانیکے مستحق تھے۔ اور

قدیم بنگال و بہار کی کتب تاریخ کے صفحات میں وہ حالات و واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور ملک کے کسی قدرداں نے ان تاریخی حالات اور واقعات کو آجتک ملک اور قوم کے سامنے پیش کرنیکی طرف توجہ نہیں فرمایا جسکی وجہ سے اس ضلع کے دور قدیم کے تاریخی حالات اور روایات پر ایسا پردہ پڑا ہوا ہے۔ کہ خود اس ضلع کے پڑھے لکھے ہوئے حضرات بھی اپنی ناواقفیت کی وجہ سے غیر اضلاع کے لوگوں کیطرح یہی سمجھتے ہیں۔ کہ سابق زمانہ میں یہ ضلع کالا پانی تھا۔ مگر بنگال و بہار کے دور قدیم کے بعض مورخین اور ہنود کی بعض مذہبی کتابوں اور یورپینیہ گزیٹیر کے مولفین کا بہت بڑا احسان اس ضلع پر ہے کہ ان معزز حضرات نے اس ضلع کے دور قدیم کے تاریخی حالات و واقعات پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے جس سے پورنیہ کے قدیم آباد اقوام کے بہت کچھ حالات اور واقعات معلوم ہوتے ہیں)

قلمبند کرکے باشندگان ضلع کی خدمت میں پیش کرنیکا ایک مدت سے خبط تھا۔ اور میرا یہ خبط اس درجہ تک پہونچ گیا تھا کہ خود مجھکو اپنے متعلق مالیخولیا ہوجانیکا وہم ہورہا تھا۔ میری اس تمنائی کشتی ایسے پر آشوب اور ناپیدا کنار دریائے یاس کے بھنور میں پڑی ہوئی تھی کہ ساحل امید تک پہونچنیکا بظاہر کوئی ذریعہ اور سہارا نہیں تھا۔

اپنی بیکسی اور بےبسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چپ چاپ بیٹھے رہنے کے سوا میرے لئے کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ مگر میری جامع اخلاق

جناب مولوی محمد حمید الرحمٰن صاحب زاد اللہ اکرامہٗ باشندہ موضع بینی باڑی
کی ہمت دہانی اور حسب ارشاد و واجب الاعتقاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
مَنْ طَلَبَ وَجَدَ ہمت اور استقلال کو راہ دیکر اس اہم خدمت کی انجام
دہی میں شبانہ روز محنت اور جانفشانی سے کام لیتا رہا۔
الحمد للہ کہ چند سال کی لگاتار کوشش اور جانفشانی کے بعد اس ضلع کے
حالات کے متعلق اسقدر سامان میسر ہوئے کہ ان چند اوراق کی تسوید اور تحریر
کی ہمت پڑی۔ اس ضلع کے حالات کی تحریر کے سلسلہ میں سب سے بڑی دقت اس
ضلع کے عہد قدیم کے متعلق صحیح صحیح روایات کے فراہم کرنے میں مجھکو پیش آئی
اپنی بے بضاعتی اور بے سروسامانی کے باوجود سب سے پہلے میں نے ہندوستان
اور بنگال و بہار کے دور قدیم کی کتب تواریخ کے فراہم کرنیکی کوشش کے علاوہ
اس ضلع کے اکثر معزز رؤسا اور امرا کے دروازہ کی سلسلہ جنبانی بایں امید
کی کہ شاید پورنیہ کے دور قدیم کے حالات و واقعات کے متعلق کچھ کاغذات
دستیاب ہوجائیں۔ تو حصول تمنا کا ذریعہ ہو۔ مگر اپنے ضلع کے ان معزز
رؤسا و امرا کے دروازہ کی سلسلہ جنبانی سے مجھکو اس اہم خدمت کی انجام دہی
میں کسیطرح کا فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اور میری کل سرگردانیاں اور محنت بیکار
ثابت ہوئیں۔
اپنے ضلع والوں کیطرف سے مایوس ہونیکے بعد میں نے بانکی پور پٹنہ۔ پھلواری
شریف وغیرہ مقامات کا متعدد دچکر۔ صرف کتابوںکے فراہم کرنے کیلئے لگایا

الحمدللہ کہ ان مقامات مذکورہ بالا کا چکر لگانا بیسود اور بے کار نہ نکلا۔ بلکہ بہت سی ایسی نادر کتابیں دستیاب ہوئیں۔ کہ جس سے حصول مقصود میں مجھکو میرے وہم وگمان سے بھی زیادہ مدد ملی۔ اور میری مردہ تمنا میں جان پڑگئی اور مایوسی کی بجائے شاہد مقصود کی جھلک نظر آنے لگی۔

مگر بایں ہمہ پورنیہ کی آبادی کی قدامت اور پورنیہ کے عہد عتیق کی عمارات کے کھنڈرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے پورنیہ کی اس تواریخ کو جیسی شاندار ہونی چاہیئے تھی کافی سامان فراہم نہ ہوسکنے کی وجہ سے نہ ہوسکی۔

پورنیہ کے دور قدیم کی ان منہدم اور شکستہ عمارات اور قلعجات اور انکے بانیوں کے حالات جو مجمل طور پر مذہب ہنود کی پرانی کتابوں اور بنگال و بہار کی بعض بعض کتب تواریخ میں مذکور ہیں (اور جن پرانی عمارات اور انکے بانیوں کا تذکرہ ان کتابوں میں بھی نہیں ملتا ہے۔ اور امتداد زمانہ کی وجہ سے ان شکستہ عمارات پر اسطرح مٹی جمی ہے کہ دیکھنے والوں کو بظاہر مسطح اور مرتفع زمین کے ہونیکے سوا ان مقامات کے متعلق اس امر کا کہ کسی زمانہ میں یہ سب مقامات آباد تھے وہم بھی نہیں ہوسکتا ہے اور انکے بانیوں کے نام و نشان بھی معدوم ہیں۔ مگر دریا کے کٹنے یا ان مقامات کے کھودنے پر ان مقامات میں عمارتوں کے آثار معلوم ہوتے ہیں) انکے حالات تفصیل وار معلوم ہوجاتے تو اس کتاب کی ضخامت بہت بڑی ہونیکے علاوہ یہ ضلع بھی متجسسین آثار قدیمہ کا اچھا خاصہ جولانگاہ بنکر رہتا۔

ظہور اسلام سے پہلے جسطرح یہ ضلع مذہب ہنود کے بڑے بڑے راجاؤں کی

راجدھانی اور مذہب ہنود کے بڑے بڑے مہاتما اور پیشواؤں کا مامن اور مسکن تھا۔ اسیطرح ظہور اسلام کے چار پانچسو صدی کے بعد سے یہ ضلع مذہب اسلام کے بڑے بڑے محترم علما اور صلحا اور اولیائے کرام کا مستقر اور قیامگاہ ہونیکے شرف سے مشرف ہو چکا ہے۔

جسقدر محترم علمائے کرام اور مقدس صلحا اور اولیائے عظام قدست اسرارہم اس ضلع میں آرام فرما رہے ہیں۔ ان محترم نفوس قدسیہ قدست اسرارہم کے مزارات کے مقامات اور دیگر حالات انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے دوسرے حصے میں بیان کئے جائینگے

تا ان کل محترم نفوس قدسیہ کے حالات کے بیان میں زیادہ تر زبانی روایات کے بیان پر اکتفا کیا جائیگا اور اسکی خاص وجہ یہ ہے کہ ان محترم نفوس قدسیہ میں سے اکثر حضرات ایسے ہیں کہ انکے حالات کے بیان میں کوئی کتاب یا کوئی باضابطہ تحریر باوجود تفتیش اور تلاش کے باوجود بھی میری نظر سے نہیں گذری کہ جس سے ان حضرات کے مفصل حالات معلوم ہوتے۔ ہاں البتہ ان میں سے بعض بعض کے مزارات کی خدمت کیلئے سلاطین اسلامیہ یا اس زمانہ کے امراء یورپین گورنمنٹ [illegible] جائدادیں مقرر ہیں۔ ان جائداد کی سندوں کے ذریعہ جسقدر بعض حالات معلوم ہوتے ہیں لکھے جائینگے۔ تاکہ محترم ناظرین کرام ان محترم بزرگوں کے حالات سے کسی قدر واقفیت ہوجائے۔

اس کتاب کے اول حصہ کا [illegible] کرام کے [illegible] آیت اور

تسوید میں جن جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ناظرین کرام کے ازدیاد بصیرت اور اطمینان کیلیے ان کتابوں کے اسما ذیل میں مندرج ہیں۔

اسمائے کتب

مہابھارت[1] مترجم اردو و بنگلہ۔ سیر المتاخرین[2]۔ تاریخ جدید بہار[3]۔ خلاصة التواریخ[4] بنگال و بہار۔ تاریخ[5] ہندوستان مولفہ مولانا ذکاء اللہ صاحب۔ نشان بہار[6]۔ تاریخ فرشتہ[7]۔ آئین اکبری[8]۔ بہار کی[?] پورنیہ گزیٹیر[9]۔ پورنیہ پرتو[10] مولفہ بابو بھوانی سنگھ باشندہ موضع کھانا باڑی ضلع پورنیہ جو بنگلہ زبان میں ہے۔ تاریخ الامرا[11] مولفہ و مرتبہ غلام علی آزاد۔ تاریخ جہانگیری[12]۔ ریاض السلاطین[13]۔ ظفرنامہ[14]۔ تاریخ شاہ جہانی[15]۔ مآثر الامرا[16] مولفہ و مرتبہ عبدالحی۔ مآثر عالمگیری[17]۔ ملخص التواریخ[18] بنگالہ مولفہ کملا بان سنگھ۔ خلاصة[19] التواریخ بنگالہ مولفہ محمد عبدالرؤف۔ تاریخ[20] بہار

ضلع پورنیہ کی ابتدائی آبادی کے متعلق اہل ضلع کے لوگوں کے خیالات

اس ضلع کی ابتدائی آبادی کے متعلق کہ ابتداءً اس ضلع کی آبادی کن لوگوں سے شروع ہوئی ہے۔ غیر اضلاع کے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ سابق زمانہ میں یہ ضلع کالا پانی تھا۔ سابق زمانہ میں مشرقی ہند کے سلاطین سنگین جرم کے مجرموں کو نازیبا حرکات کی سزا بھگتنے کیلیے اس ضلع میں جلا وطن کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ انھیں دائم الحبس سزا یافتہ لوگوں سے یہ ضلع آباد ہو گیا

مگر بنگال وبہار کے دور قدیم کی کتب تواریخ اور مذہب ہنود کی بعض پرانی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روایت خود ساختہ اور لا اصل لغایت ہے۔ درحقیقت اس روایت کی کچھ بھی اصلیت نہیں ہے۔ بلکہ ہندوستان کے قدیم آباد اضلاع جس زمانہ سے آباد ہیں تقریباً اوسی زمانہ سے یہ ضلع بھی آباد ہے۔ سابق زمانہ میں یہ ضلع راج بنسی۔ کیرات۔ کول جین۔ بھیل اور پول اقوام وغیرہ سے آباد تھا۔ ان اقوام کی آبادی کے بہت دنوں بعد قوم ایرین نے ان دو گروہ کی (جنھوں نے طوفان نوح علیہ السلام کے بعد ہمالیہ پہاڑ کے مشرقی حصہ کے اندر وہاں راستہ سے آسام کی گھاٹی سو کر مشرقی بنگال میں آکر بود و باش اختیار کی تھی) نسل کے دو گروہ کے لوگ کہ ایک کا نام پنڈاری اور دوسرے کا نام بگا تھا رفتہ رفتہ مشرقی بنگال سے آکر اس ضلع میں آباد ہوگئے تھے۔ جیسا کہ آئندہ صفحات سے ناظرین کرام کو معلوم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ضلع کے اندر سابق زمانہ کی عمارتوں کے کھنڈرات بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم باشندگان پورنیہ کی بدقسمتی سے ان کھنڈرات میں سے بعض بعض کھنڈرات ایسے بھی ہیں کہ جس کے صحیح صحیح حالات کے متعلق زبانی روایات کے سوا کوئی باضابطہ تحریری ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ ایسے کھنڈرات کے متعلق جسقدر زبانی روایات اس ضلع کے معمر اور ثقہ لوگوں سے سننے میں آتی ہیں اگر ان کل روایات کا اعتبار کرلیا جائے۔ تو یہ کہنا کہ یہ ضلع اپنے دور سابق میں بھی آبادی کی کثرت کے اعتبار سے دور سابق کے کسی کثیر آباد ضلع سے ہرگز ہرگز کم نہ تھا۔ بیجا نہ ہوگا۔ بلکہ کثرت

عمارات کے اعتبار سے اور دوسرے اضلاع سے اس ضلع کا نمبر بڑھا ہوا تھا

اس ضلع میں عہد عتیق اور قرون سابقہ کی عمارات کے کھنڈرات بر
سے امتداد زمانہ کے باوجود اب بھی جسقدر کھنڈرات بکثرہیں اور ان کھنڈرات
کی قدامت کا تذکرہ بھی عہد قدیم کی کتب تواریخ میں موجود ہے۔ ایسی ہی بالخصوص
دھمرہرا کے کھنڈرات جو ستلی گڈھ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اسوڑا گڈھ اور
بڑی جان گڈھ اور بینو گڈھ۔ ننھا کنھا کا گڈھ۔ ہی پال گڈھ۔ راجہ بیراٹھ کے
قلعجات۔ رانی کرنتی کے قلعہ کے کھنڈرات۔ بلی گڈھ۔ راجہ کرن کے تالاب اور
بھیم پہاڑ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔ اور عہد قدیم کے جن کھنڈرات
کے متعلق کوئی تحریری ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے انمیں سے اوجین اور
تخت ھنگروا اور کھتراباڑی کے کھنڈرات۔ شہر بیراٹھ کا ڈیہ اور راجہ کرن کے
تالاب اور اوجین کے کھنڈرات کے دیکھنے والے لوگ اب بھی اس ضلع میں
موجود ہیں۔ مگر اوجین کے کل کھنڈرات چالیس پچاس برس کا عرصہ ہوتا ہی
کہ مہانا ندی دریا کی نذر ہو گئے۔ اوجین اور تخت ھنگروا کے کھنڈرات اور
شہر بیراٹھ کے ڈیہہ کے متعلق اس ضلع کے معمر اور ثقہ لوگوں سے جسقدر
روایات میرے سننے میں آئی ہیں اور اس ضلع کے بہت سے لوگوں میں معروف و
مشہور بھی ہیں گو صحافت کی دنیا میں (مایں وجہ کہ ان روایات کی صحت کے متعلق
کوئی باضابطہ تحریری ثبوت میرے پاس نہیں ہے) جگہ دینے کے لائق اور افسانہ سے
زیادہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ مگر اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ ہندوستان

کے قدیم باشندوں کے متعلق ہندوستان کی بہت سی کتب تواریخ میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جو بظاہر صحافت کی دنیا میں اہل تحقیق کی نظر میں ان روایات کی قدر و قیمت کچھ نہیں ہے مگر پھر بھی ہندوستان کی تاریخ نویسی کے سلسلہ کی ترکیب کو قائم رکھنے کیلئے ہندوستان کے محقق مورخین نے ان روایات کو صحافت کی دنیا میں جگہ دی ہیں۔

یہ خیال رہے اس ضلع کی تاریخی روایات کے سلسلہ کی ترتیب میں بالخصوص ان بعض روایات کو جو تخت بھنگڑوا اور شہر بیراٹھ کے متعلق ہیں اور اس ضلع کے معمر اور ثقہ لوگوں سے معلوم ہوئی ہیں اور ان روایات کی صحت کے ثبات کیلئے کوئی باضابطہ تحریری ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے اور نہ قدیم بنگال بہار کی ان کتب تواریخ میں کہ اس کتاب کی تالیفات کے ضمن میں مطالعہ کرنے کا اتفاق پڑا۔ آئندہ صفحات میں بیان کی گئی ہیں ان ہر دو اقسام روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ناظرین کرام کو اس ضلع کی قدیم آبادی کے متعلق صحیح نتیجہ نکالنے کا موقع ہے

ضلع پورنیہ کی آبادی کا دور قدیم

قبل ازیں کہ اس ضلع پورنیہ کے دور قدیم اور قدیم آباد اقوام کے حالات لکھے جائیں ناظرین کرام کو یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ سابق زمانہ میں اس ضلع کا نام مچھ دیس تھا۔ اور پانڈو ونشی زمانہ میں جبکہ اس ضلع کا راجہ بیراٹھ تھا۔ اسلئے اس ضلع کو بیراٹھ راج اور اسکی راجدھانی کو (جو ٹھاکر گنج میں تھی۔ اور اب تک

راجہ بیراٹ کے قلعہ وغیرہ کے کھنڈرات موجود ہیں (اسے شہر بیراٹ کہتے ہے۔

راجہ بیراٹ کے بعد پورنیہ کے جس علاقہ میں جو قوم کثیر تعداد میں آباد تھی۔
اس علاقہ پر اپنا قبضہ جما کر اس علاقہ کا نام اپنے نام پر رکھ لیا تھا۔ پورنیہ کی شمالی
حصہ میں چونکہ کیرات قوم کثرت سے آباد تھی اس علاقہ پر قابض ہو کر اسکا نام
کیرات دیس رکھ لیا تھا۔ اور اس کھنڈ کا راجہ بینو تھا۔ جس نے بینو گڑھ کا
قلعہ بنوایا تھا۔ اور اسکی راجدھانی کی جگہ بھی بینو گڑھ تھا۔ اور جس علاقہ میں
نگا قوم آباد تھی اس علاقہ کا نام انکا دیس رکھ لیا تھا۔ پانڈو کے زمانہ میں
انکا دیس کا راجہ کرن تھا۔ اس راجہ کا تالاب کرن دیگھی کے نام سے ابتک
موجود ہے۔

اس ضلع کی قدیم آبادی کے متعلق ان تمام روایات کو جو قوم ہنود کی
بعض پرانی مذہبی کتابوں میں مذکور ہیں پیش نظر رکھتے ہوئے ظاہر ہوتا ہے کہ
ست جگ کے زمانہ سے یہ ضلع آباد ہے۔ اس زمانہ میں یہ ضلع راجہ ہرن
کنش کے تصرف اور قبضہ میں تھا۔ اور راجہ ہرن کنش کی راجدھانی بھی
اسی ضلع میں تھی۔ راجہ ہرن کنش کے قلعہ جات وغیرہ کے کھنڈرات ابتک
اس ضلع میں موجود ہیں۔ بعض کتابوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ست جگ
کے زمانہ میں جو نرسنگھ اوتار کا واقعہ ہنود کی مذہبی کتابوں میں مذکور ہے
یہ نرسنگھ اوتار بھی پورنیہ ہی ضلع میں ہوا تھا۔ اور جس منار میں نرسنگھ
اوتار کا ظہور ہوا تھا وہ منار مانک تھام کہلاتا تھا۔ ابتک وہ منار بھی اس ضلع

میں موجود ہے۔

پورنیہ گزیٹیر کے مؤلف مذہب ہنود کی کتابیں مہابھارت اور منوسمرتی وغیرہ سے ناقل ہیں۔ کہ سابق زمانہ میں قوم ایرین کی نسل کے دو خاندانوں کے لوگوں سے یہ ضلع آباد تھا۔ ان دونوں خاندانوں میں سے ایک کا نام انگا اور دوسرے کا نام پنڈاری تھا۔ پورنیہ کے مشرقی حصہ میں یعنے مہاندی سے پورب قوم پنڈاری اور مغربی حصہ میں یعنے مہاندی سے پچھم قوم انگا کے لوگ آباد تھے اتھوروا سمہیتا سے بھی جو ہندی زبان کی ایک پرانی کتاب ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں قومیں ایرین قوموں سے تھیں۔ اور یہی لوگ بنگال کے کل قدیم باشندوں کے مورث اعلیٰ تھے۔ بعض مورخ کا یہ بھی بیان ہے کہ انگا قوم اتریا برہمن کی اولاد سے تھی۔ اور یہ اتریا برہمن خاندانی حیثیت سے کل برہمنوں سے نیچے درجے کا سمجھا جاتا تھا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ انگا قوم بشوامتر کی اولاد سے تھی جو مذہب ہنود کا بہت بڑا مہاتما اور پیشوا تھا۔ اور اس بشوامتر کا مسکن کیلدس پربت یعنے تبت کا پہاڑ تھا۔

ان اختلاف روایات سے انگا قوم کے مورث اعلیٰ کے نام کی تعیین میں اختلاف ضرور معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان ہر دو اقوام کا ایرین قوم کی نسل اور اولاد سے ہونے میں ان کل مورخین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مہابھارت اور ہری ونش سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انگا قوم کا ایرین قوم کی نسل اور اولاد میں سے ہونے باوجود نیچے درجہ کا تھا بہ مانھیں اس وجہ سے تھا

اب پدّہ کے نام سے مت ہو رہے۔ اور موجودہ تقسیم ضلع کی وجہ سے مالدہ ضلع میں واقع ہے۔ اور شمالی سرحد ہمالیہ پہاڑ تھا۔

اور یہی مہانندی دریا انکا قوم کی آبادی کا مشرقی حد تھا۔ اور اس قوم کی آبادی کی مغربی سرحد۔ کوسی ندی تھی۔ ہندوئنکی بعض پرانی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ پنڈاری قوم کی شمالی سرحد میں کرت قوم کے لوگ بھی جو پہاڑی قوم میں سے تھے۔ آباد تھے۔ اور اسی قوم کرت میں راجہ بھرت کی ایک رانی کرنتی نام سے تھی۔ جس نے پانچوں بھائی پانڈ ونکو ان سبھونکی جلاوطنی اور بن باشی کے زمانہ میں اپنے قلعہ میں جو ٹھاکر گنج میں تھا۔ پناہ دی تھی۔ ٹھاکر گنج میں جو کشن گنج سے تقریبا بندرہ یا بائیس کوس اوتر ہے۔ رانی کرنتی کے قلعہ کا بھی کھنڈر اتبک موجود ہے) پورنیہ گزیٹیر کے مؤلف کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ انکا قوم کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور سے تقریباً چھ سات سو سال پہلے تک آباد رہے اور حکومت و سلطنت کی۔

ظہور عیسیٰ علیہ السلام سے پانسو انیس برس پہلے مگدھ کا راجہ بھیم بسار آتے جو اپنے زمانہ کا بہت بڑے۔ مشہور راجہ تھا اور جسکی حکومت کے دور میں گوتم بدھا کی پیدائش ہوئی تھی۔ انگا قوم کو شکست دیکر پورنیہ کو اپنے ممالک محروسہ کے اندر داخل کرلیا تھا۔ اسکے بعد ظہور مسیح علیہ السلام سے تین سو چالیس سال پہلے پھر یہ ضلع چندر گپت راجہ کے خاندان کا راجہ سمدر گپتا کے قبضہ میں آیا۔ راجہ چندر گپت کے خاندان کے راجاؤں کی سلطنت کو جب

قوم ہنس نے تہہ و بالا کر دیا۔ تو یہ ضلع بھی پھر مگدھ کا راجہ بلادیت کی تصرف اور
قبضہ میں آیا۔ جس نے اور دوسرے راجاؤں بالخصوص ہندوستان کے راجہ
جسو دھرمن کی اعانت اور مدد سے ہنس قوم کے راجہ مہیر اگولہ کو شکست دیکر
جب اسکے ملک پر متصرف اور قابض ہوا تو اس ضلع کو بھی اپنے تصرف اور قبضہ
میں کر لیا۔ پورنیہ گزیٹیر کے مؤلف کا یہ بھی بیان ہے کہ ہوین سانگ ایک چینی
سیاح کے سفرنامہ سے جو ظہور مسیح علیہ السلام کے چھ سو چالیس (۶۴۰) سال
بعد بغرض سیاحت پورنیہ بھی آیا تھا۔ ظاہر ہوتا ہے کہ بودھ مذہب کے راجاؤں
کی سلطنت اس ضلع میں چھ سو سینتالیس عیسوی تک رہی۔ اور سنہ ۶۴۷ء
سے لیکر سنہ ۹۰۰ء تک پورنیہ کے حکمرانوں کے مفصل حالات معلوم نہیں ہوئے
اسکے بعد سنہ ۹۰۰ء سے لیکر سنہ ۱۲۰۰ء تک یہ ضلع کچھ دنوں تک پالا قوم کے راجاؤں
کے زیر حکومت رہا۔ اسکے بعد سینا قوم کے راجاؤں کے تصرف اور قبضہ میں رہا
اسکے بعد سنہ ۱۲۰۰ء یعنی سنہ ۵۹۸ھ سے یہ ضلع مسلمان سلاطین کے تصرف اور
قبضہ میں آیا۔ (ماخوذ از پورنیہ گزیٹیر)

پورنیہ گزیٹیر کے ان بیانات مذکورہ بالا سے پورنیہ کے دور قدیم کے
حالات اور روایات پر اگرچہ بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مگر افسوس کے
ساتھ یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اس ضلع کے ان قدیم آباد اقوام کی تمدنی
ومعاشرتی اور اخلاقی روایات کمال تفتیش و تلاش کے باوجود بھی مفصل
طور پر معلوم نہ ہوسکیں۔

اس ضلع کی قدیم آباد اقوام (یعنے کول۔ بھیل۔ چکوار۔ کیرات۔ راج بنسی۔ دسیا۔ بنگلدسیا وغیرہ) میں سے بعض قوموں کی نسل کے جسقدر لوگ اس ضلع کے بعض بعض علاقے میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی طرزِ معاشرت۔ لباس۔ زبان اور شکل وصورت وغیرہ سے ان لوگوں کے اسلاف کی معاشرتی وغیرہ حالات کا بہت کچھ پتہ چلتا ہے۔

اسقدر امتدادِ زمانہ اور کثرت انقلاب کے باوجود بھی یہ لوگ اپنی بعض بعض قومی اور موروثی روایات پر جو ان اقوام کے طرہ امتیاز میں سے ہیں۔ ابتک سختی سے عامل اور پابند ہیں۔

بیس پچیس برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ موضع کھانا باڑی واقع ضلع پورنیہ کے ایک ہندو فاضل نے جسکا نام بابو بھوانن سنگھ تھا۔ پورنیہ کے دورِ قدیم کے حالات کے متعلق چند ورق کی ایک کتاب بنگلہ زبان میں پورنیہ ایتی بیرِتو نام سے لکھی تھی۔ اس کتاب میں اس ہندو فاضل نے پورنیہ کے دورِ قدیم کے بعض خاص خاص مقامات اور قدیم آباد اقوام کے حالات بھی تحریر کی ہے۔ اس کتاب میں اس ضلع کی قدیم آباد اقوام اور دورِ قدیم کے حالات کے متعلق فاضل موصوف نے جو کچھ تحریر کی ہے اسکا ماحصل و خلاصہ یہ ہے کہ قوم یہ پنیا کی نسل کے ان دونوں گروہ یعنے قوم ہند و کی اور قوم انکا کے اس ضلع میں آنے اور آباد ہونے سے پہلے اس ضلع کے شمالی حصہ میں کیرات۔ کھمزنا۔ چیپن

راج بنسی۔ پول۔ کول بھیل پولیا اقوام کے لوگ آباد تھے۔ یہ لوگ اپنی عادات واطوار کی وجہ سے شدر اور ذلیل قومیں سمجھے جاتے تھے۔ مگر حقیقت میں یہ اقوام شدر اور ذلیل قوموں سے نہیں ہیں۔ منوشاستر میں ہے کہ یہ قومیں کھتری ہیں۔ ان اقوام میں سے راج بنسی۔ پولیا۔ کول کا راجہ پانڈوں کے زمانہ میں کیچک تھا۔ اور یہ کیچک مچھ دیس کے راجہ بیراٹ کا سالا اور اسکے راج کا بہت بڑا رکن تھا۔ اور یہ کیچک بھیم کے ہاتھ سے جوکہ پانڈوں میں سے تھا مارا گیا تھا۔

طوفان نوح علیہ السلام کے کچھ دنوں کے بعد جب قوم ایرین کے ان دونوں گروہ یعنی پنڈاری اور رانگا قوم کے لوگوں نے مشرقی بنگال سے آکر اس ضلع میں بود و باش اختیار کی تو بہت سی جنگ وجدل کے بعد یہاں کی ان قدیم آباد اقوام کے اکثر لوگ ہمالیہ پہاڑ کی ترائی میں جاکر آباد ہوگئے۔ اور کچھ لوگ ان ایرین اقوام کی نسل کے لوگوں کی ماتحت رہکر زندگی بسر کرنے لگے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ پورنیہ کے شمالی حصہ میں اس موجودہ دور میں بھی قوم کیرات اور راج بنسی اور پولیا وغیرہ ابتک بکثرت آباد ہیں۔

فاضل موصوف نے اپنی مذہبی کتابیں مہابھارت۔ بھاگوت۔ کالیکا پوران جوگینی تنترو کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ شورشین۔ پنچال۔ تری گتو مچھ راج یہ چار ریاستیں آپس میں تلیث تھیں۔ اور یہ چار ریاستیں ہمالیہ پہاڑ سے بندھیاچل تک پھیلی ہوئی تھیں شورشین متھرا کا راجہ تھا۔ پنچال نگر کا نام اس زمانہ میں قنوج ہے۔ تری گتو کو آجکل ترہوت کہتے ہیں۔ ترہوت راج کا

مشرقی حد کوسی ندی تھا اور مچھ راج کا شمالی حد ہمالیہ پہاڑ اور مشرقی حد کراتویہ ندی اور اسکے جنوبی حصہ میں رنگپور۔ مالدہ۔ دیناجپور وغیرہ داخل تھے۔ مہابھارت کے زمانہ میں مچھ دیس کو بایں وجہ کہ اس زمانہ میں مچھ دیس کا راجہ بیراٹھ تھا۔ بیراٹھ راج بھی کہتے تھے۔ اور اسکی راجدھانی کو جوٹھاکر گنج میں تھی شہر بیراٹھ بولتے تھے۔ اسی راجہ بیراٹھ کے پاس پانڈوں نے مع رانی دروپدی کے اپنی بن باشی کی مدت گذاری تھی۔

راجہ بیراٹھ کے گذر جانیکے بعد مچھ دیس بہت سے حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جسکی وجہ سے مچھ دیس کا نام بھی باقی نہ رہا۔ قوم کیرات کے لوگوں نے غلبہ پاکر پورنیہ کے شمالی حصہ کو اپنے تصرف اور قبضہ میں کرکے آپس میں تقسیم کر لیا تھا اور ہر ایک علاقہ کا ایک ایک راجہ بن بیٹھا تھا۔ اور اپنے اپنے نام سے قلعجات اور گڈھ تیار کرا کر آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے اور پورنیہ کے جنوبی حصہ کو راجہ پنڈرو نے جو گھوڑ وغیرہ کا راجہ تھا اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔

اس موجودہ دور میں

پورنیہ کی ان قدیم آباد اقوام یعنے راج بنسی۔ کول بھیل۔ چکوار۔ کیرات جین پول۔ انگا پنڈاروں میں سے راج بنسی۔ کول اور پول یعنے پولیا اور کیرات اور کرت اقوام کے لوگوں میں سے بعض قومیں کثیر تعداد اور بعض قومیں کم تعداد میں اس ضلع کے بعض بعض علاقوں میں موجود ہیں ان اقوام کے علاوہ دیسیا اور بنگدیسی قوموں

کے لوگ بھی بعض علاقے میں پائے جاتے ہیں اور کرت قوم کے لوگ (جو سلاطین مغلیہ کے دور تک اس ضلع کے شمالی حصہ میں بکثرت آباد تھے) اور قوم انگا اور پنڈاری لوگوں کے وجود کا بظاہر کوئی پتہ اس ضلع میں معلوم نہیں ہوتا ہے مگر بنگدیسی کے معنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قوم انگا و پنڈاری کی یادگاروں میں سے ہیں۔ اور دیسیا لوگ اس ضلع کے ان قدیم آباد اقوام میں سے ہیں جو قوم انگا اور پنڈاری کے اس ضلع میں آنیکے پہلے سے اس ضلع میں آباد ہیں۔ اور یہ اسلئے کہ دیسیا لوگوں (جو اسی دیس کے رہنے والے تھے) کے بعد چونکہ قوم انگا اور پنڈاری کے لوگ بنگال سے آکر اس ضلع میں آباد ہوئے تھے۔ اور ان اقوام پنڈاری اور انگا اور یہاں کی قدیم آباد اقوام کول۔ راج منبی اور دیسیا اور بنگدیسیا کے درمیان صورت او شکل اور طریق معاشرت میں کوئی فرق نہیں تھا بایں وجہ یہاں کی قدیم آباد اقوام اپنے کو دیسیا اور انگا اور پنڈاری قوموں کے لوگوں کو بایں وجہ کہ یہ لوگ بنگال سے آکر اس ضلع میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ بنگدیسی یعنے بنگلہ دیس کے رہنے والے کہتے تھے۔

فائدہ

اس موقع پر یہ بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کہ راجہ سورج کے وقت سے ممالک دکن تک جو اسکے تصرف اور قبضے میں تھے۔ ہندوستان میں بت پرستی کا رواج جاری ہوا طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جب ابتداءً ہندوستان میں آدمیوں کی آبادی ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں جتنے لوگ ہندوستان میں تھے وہ

سب کے سب سیدنا نوح علیہ السلام کے دین اور مذہب پر تھے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ حضرت ہند (کہ انھیں سے ہندوستان کی آبادی شروع ہوئی ہے) بن حام بن نوح علیہ السلام نے اپنے باپ حام بن نوح علیہ السلام کو جسطرح خدا کی عبادت اور طاعت کرتے ہوئے دیکھا تھا اسی طرح خود بھی طاعت اور عبادت الٰہی بجا لاتے تھے اور انکی اولاد بھی اسی طریق پر یزداں پرستی سے کام لیتے تھے۔ راجہ مہاراج بن کشن بن بنگ کے وقت میں ایک شخص ایران سے آکر پہلے آفتاب پرستی کا رواج ڈالا۔ اسکے بعد کچھ دن گذرنے پر امتداد زمانہ کی وجہ سے بعضوں نے ستارہ پرستی اور بعضوں نے آتش پرستی اختیار کی۔ بالآخر جب راجہ سورج کا زمانہ آیا تو ایک برہمن جھارکھنڈ لیعنے ہزاری باغ کے کوہستان سے راجہ مذکور کی ملازمت میں آکر ہندوستانیوں کو بت پرستی کی تعلیم دی اور لوگوں کو بتایا کہ ہر ایک شخص سونا چاندی اور پتھر سے اپنے باپ دادا کی مورتیں بنا کر پوجیں۔ غرضکہ اسی زمانہ سے ہندوستان میں بت پرستی کا رواج شروع ہوا۔

پورنیہ کے دور سابق کی عمارات کے کھنڈرات اور انکے بانیوں کے مختصر حالات

اس ضلع پر مسلمان سلاطین کے تعرف اور تسلط سے پہلے کے جن راجاؤں کی یادگاریں اب تک اسکے اندر موجود ہیں انمیں سے راجہ ہرن کشش (جو ست جگ میں گذرا ہے) اور راجہ کرن اور راجہ بیراٹ اور راجہ مینو۔ راجہ اسوڑہ۔ راجہ

بڑی جان۔ بنھا اور کسنھا کے مندر اور رانی کرنتی اور بلی راجہ اور بھی پال گڑھ
کی عمارات اور قلعجات کے کھنڈرات ہیں۔ ان لوگوں کے حالات صحیح طور
پر جسقدر بھی کتابوں میں دیکھنے میں آئے لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام کو
ان لوگوں کے مختصر حالات اور واقعات اور ان لوگوں کے قلعجات وغیرہ کے
مقامات سے واقفیت ہو جائے۔ اور ان لوگوں کے تمدنی اور معاشرتی
حالات بایں وجہ کہ ان لوگوں کے تفصیلی حالات کمال تجسس اور تلاش کے
باوجود بھی معلوم نہ ہو سکے۔ لکھنے سے یہ خاکسار مجبور ہے۔ اس لئے ان لوگوں
کے تفصیلی حالات لکھنے سے یہ خاکسار معافی کا خواہاں ہے۔

دھرہرا

یہ مقام دھمدہا تھانہ کے علاقہ میں ہے۔ یہاں پرست جگ کے زمانہ
کے قلعجات کے کھنڈرات ہیں۔ جو ستلی گڈھ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ان
قلعجات کے دکھن پچھم جانب بھی کچھ کھنڈرات ہیں۔ ان کھنڈرات کے علاوہ
یہاں پر ایک منارہ مانک تھام نام سے مشہور ہے۔ اس منار کی شکل و
صورت غازیپور کے منار سے ملتی جلتی ہے۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے اس
منار کا زیادہ حصہ اس وقت زمین میں دھنسا ہوا ہے۔ اس منار کے اوپر
کے حصہ میں بکثرت سوراخیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس منار
کے بالائی حصہ میں قیمتی پتھر جڑے ہوئے تھے۔
اس منار کے متعلق یہ بھی ایک روایت ہے کہ اس منار کے بالائی

حصہ پر شیر کی ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس تصویر کو کس نے اور کس زمانہ میں نکال لیا اسکا کچھ پتہ نہیں چلتا ہے۔ اس جگہ کے قرب وجوار کے لوگوں میں پشت ہا پشت سے یہ روایت معروف ومشہور ہے کہ سابق زمانہ میں اس منار میں بکثرت قیمتی پتھر اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اسلئے یہ منار مانک تھام کہلایا جاتا تھا۔ اور ابتک اسی نام سے یہ منار مشہور ہے۔

ستنی گڈھ کے اس مینار اور یہاں کے قلعجات کا بانی راجہ ہرن کنش تھا۔ جو ست جگ میں گذرا ہے۔ اسی راجہ ہرن کنش کے وقت میں اس منار میں نرسنگھ اوتار ہوا تھا۔

راجہ ہرن کنش کی پیدائش شہر ہرل پور میں ہوئی تھی اسکے حالات زندگی سے (جو مذہبی ہندی کتابوں میں مذکور ہیں) ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے پہلے مدتوں بیابان اور جنگلوں میں اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ نفس کشی اور ریاضت ومجاہدہ میں صرف کیا تھا۔ بالآخر جب خدا نے اس کا مقصود وریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھکو آسمان اور زمین کی بادشاہت ملے اور میری موت۔ دن میں ہو نہ رات میں۔ غرضکہ خداوند تعالیٰ نے اسکی دونوں التجائیں قبول کرکے زمین اور آسمان کی بادشاہت دیدی۔ زمین اور آسمان کی سلطنت پا لینےکے بعد اسکی حالت بالکل بدل گئی۔ نہ وہ مجاہدہ اور نفس کشی رہی اور نہ وہ خدا پرستی۔ بلکہ دیوتاؤں کی روش اور طریقہ کو چھوڑکر ان سبھوں کو ستانا اور ان سبھوں پر ستم اور ظلم کرنا شروع کر دیا۔ جب دیوتا لوگ اسکے ظلم اور ستم سے بہت عاجز

آگئے تو سب نے مل کر بھگوان یعنے خدا سے اسکی شکایت کی۔ خدا کیطرف سے دیوتاؤں کو تشفی دی گئی کہ تم سب گھبراؤ نہیں۔ ہم نرسنگھ اوتار ہو کر یعنے شیر کی شکل میں ظاہر ہو کر اسکو اسکے ظلم و ستم کی سزا دینگے۔

اسکے کچھ دنوں کے بعد جب راجہ ہرن کنش کا بیٹا پرہلاد پیدا ہوا اور سن تمیز کو پہنچا تو اپنے باپ راجہ ہرن کنش کے مذہب کے خلاف بشنو بھگت ہو کر دیوتاؤں کے دھرم اور مذہب کے مطابق پوجا پاٹ کرنے لگا۔ راجہ ہرن کنش نے اپنے بیٹے پرہلاد کی یہ روش اور طریق پوجا پاٹ کو اپنی روش اور طریقہ کے خلاف دیکھکر بہت کچھ سمجھایا بجھایا۔ تاکہ پرہلاد کسیطرح دیوتاؤں کی روش اور طریقہ کو چھوڑ دے۔ مگر جب پرہلاد نے اپنے باپ کی نصیحت اور فہمائش کی طرف کچھ توجہ نہیں کی اور دیوتاؤں کی متابعت اور طریقہ کو نہ چھوڑا تو راجہ ہرن کنش نے پرہلاد کو اسی منار تک تھام میں باندھکر زدوکوب کرنے اور قتل کی دھمکی دینے لگا۔ مگر پرہلاد نے جب اس حالت میں بھی اپنے مذہب اور دیوتاؤں کی روش اور طریقہ کو نہ چھوڑا تو بالآخر خداوند تعالیٰ نے اسی منار میں شیر کی شکل اور صورت میں ظاہر ہو کر پرہلاد کو اسکے باپ راجہ ہرن کنش کے ظلم سے بچالیا۔ اور راجہ کو چیر پھاڑ کر پھینکدیا اور اسکی سلطنت اور راج پرہلاد کے تصرف اور قبضہ میں کردیا۔

اس ستنبھ گڑھ کے راجاؤں کے متعلق یہ بھی ایک روایت ہے کہ یہاں کے راجہ لوگ اس منار میں اور یہانکے قلعوں میں اپنے دیوتاؤں کے نام پر حیوانات

کو بھوگ دینے کے علاوہ انسان کا بھی بھوگ دیا کرتے تھے۔ اس منار کے متصل
ایک ندی بھی ہرنا نام سے جاری ہے۔

پورنیہ گزیٹیر میں ہے کہ ستلی گڈھ کے ان قلعوں کے کھنڈرات میں مہابھارت
کے زمانہ کا سکہ بھی برآمد ہوا تھا۔ پورنیہ گزیٹ کے مؤلف مسٹر بیرن صاحب افسر سروے
سٹل منٹ کی رپورٹ سے ستلی گڈھ سے متعلق ناقل ہیں کہ ست جگ کے زمانہ
میں راجہ ہرن کنش یہاں رہتا تھا اور یہاں پر اسکی راجدھانی تھی۔ اسکا ایک لڑکا
پرہلاد نام سے تھا جو خدا کی وحدانیت کا قائل تھا اور اسکا عقیدہ تھا کہ خدا ہر جگہ
موجود ہے۔ جب اسکے باپ کو پرہلاد کے اس عقیدہ کا حال معلوم ہوا تو اسکو پہلے بہت
سمجھایا بجھایا۔ تاکہ وہ اس عقیدہ کو چھوڑ دے لیکن جب اس نے کسیطرح اپنے باپ
کی بات نہ مانی تو دیا... انواع و اقسام کی تکلیفیں دینے کے علاوہ مارپیٹ
سے کام لینے لگا جب ... پرہلاد اپنے عقیدہ پر جما رہا تو ایک روز راجہ
... پرہلاد پرستش کر رہا تھا کہ اسی اثنا میں راجہ نے پرہلاد سے
دریافت کیا کہ اسوقت تیرا خدا کہاں ہے؟ پرہلاد نے اسی منار کیطرف اشارہ کرکے
کہا کہ میرا خدا اسوقت اسی منار میں ہے یہ سنکر راجہ ہرن کنش ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر اپنے
زعم میں پرہلاد کے خدا کو مار ڈالنے کیلئے اس منار کے اندر چلا گیا۔ اسوقت
خداوند تعالی نے نرسنگھ اوتار لیکر یعنی شیر کی صورت میں ظاہر ہو کر راجہ ہرن کنش
کو مار ڈالا۔

ناظرین کتاب ہذا کو یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ اہل ہنود کی مذہبی کتابوں

سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے عالم کی تقسیم چار دور پر کی ہے اور ہر ایک دور
میں جگ کے یہ نام ہیں۔ ست جگ۔ ترتیا۔ دواپر۔ کلجگ بہت سے اوتار
کے ہونے کے قائل ہیں۔ اور ست جگ میں جو ان لوگوں کے نزدیک سب
سے پہلا جگ تھا چار اوتار کے ظہور کے قائل ہیں۔ ان چاروں اوتار کے یہ
نام ہیں۔ پہلا مچھ اوتار۔ دوسرا کورم اوتار۔ تیسرا باراہ اوتار۔ چوتھا نرسنگھ اوتار۔

اسوڑہ گڈھ

یہ قلعہ بھی اپنی قدامت کے اعتبار سے اڑیسہ کے آثار قدیمہ میں سے
ہے۔ یہ قلعہ ظہور عیسیٰ مسیح علیہ السلام سے پانچ چھ سو برس پہلے کا ہے۔ اس
گڈھ کا نام کیچک گڈھ بھی ہے

اس نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گڈھ بھی راجہ بیراٹ کے وقت
کا ہے۔ اسلئے کہ کیچک راجہ بیراٹ کے ... راجہ
کیچک کے بعد راجہ اسوڑہ نے چونکہ اپنے ... اس گڈھ
میں قیام کیا تھا اسلئے اسکا نام اسوڑہ گڈھ پڑ گیا ہوگا۔

صدیوں سے یہ قلعہ بالکل شکستہ حالت میں ہے۔ اس قلعہ کی چہار
طرف کی دیواریں منہدم ہوکر سطح زمین کے برابر ہوگئی ہیں۔ اس قلعہ کو ہر چہار
سمت سے ایک عمیق اور چوڑا خندق احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہزاروں سال
گذرنے پر بھی اس خندق کے بعض جوانب میں بارہ ماہ پانی جما ہوا رہتا

ہے۔ اس قلعہ میں ایک شاہصاحب کے شکستہ حجرے اور دو تین چھوٹی چھوٹی عمارتوں کے کھنڈرات کے سوا۔ بانی قلعہ کے زمانہ کی عمارات وغیرہ کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے ہیں۔ یہ قلعہ عجیب انداز کا بنا ہوا ہے بظاہر ایک مرتفع اور اونچی زمین کیطرح معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہر چہار طرف سے مستحکم دیوار اسکو احاطہ کئے ہوئے ہے اور دیوار بھی اسیقدر اونچی معلوم ہوتی ہے جتنا کہ دیوار کے اندر کی زمین کا حصہ اونچا ہے۔ دیوار کی ہر چہار طرف کے اندرونی حصوں کی زمین کھودنے پر بکثرت اینٹیں ملتی ہیں جس سے اس امر کا گمان ہوتا ہے کہ اس قلعہ کی ہر چہار طرف کی دیواریں بینو گڈھ کی طرح اونچی تھیں۔ مگر امتداد زمانہ اور مرور ایام کی وجہ سے منہدم ہو کر اسوقت اسکی پہلی حالت باقی نہیں رہی۔ اس قلعہ کی دکھن جانب اور پورب جانب گڈھ سے کچھ فاصلہ پر چند بڑے بڑے تالاب بھی ہیں۔ اور ان تالابوں کے قرب وجوار کی زمین میں ٹھکریاں بکثرت ملتی ہیں۔ ان کل چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس قلعہ کی آبادی کے زمانہ میں اسکے قرب وجوار کے یہ مقامات آباد تھے۔ تین چار سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ اس قلعہ کے پورب سمت میں کثرت بارش کی وجہ سے ایک جگہ دھنس گئی تھی۔ اور سرنگ کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ اس قلعہ کے قرب وجوار کی ایک بستی کے چند معزز حضرات نے مجھ سے بیان کیا کہ اس جگہ سے مٹی کے چند برتن از قسم رکابی و پیالہ برآمد ہوئے تھے۔ اس جگہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی کے اندرونی حصہ کی زمین میں

جوف یعنی خول ہے۔

اس قلعہ کے بانی کے متعلق پورنیہ گزیٹیر وغیرہ میں ہے کہ راجہ بکرماجیت کے زمانہ میں پانچ بھائی اسوڑہ۔ بٹیو۔ بڑی جاتن۔ ننھا۔ کنھا نام سے تھے۔ ان پانچوں بھائیوں نے اپنی بود وباش اور سکونت کے لئے اپنے اپنے نام سے ایک ایک قلعہ بنایا تھا۔ ان قلعوں کے بنانے کے بارے میں یہ بھی ایک مشہور روایت ہے کہ ان پانچوں بھائیوں نے ایک ہی رات میں ان قلعوں کو بنوایا تھا۔ اور اب تک اس ضلع کے اندر ان پانچوں بھائیوں کے قلعجات اور عمارات کے کھنڈرات ان لوگوں کے نام سے معروف ومشہور ہیں۔ اس اسوڑہ گڈھ قلعہ کا رقبہ غالباً ۱۵۰ یا ۱۸۰ بیگھہ ہے۔ آج سے تقریباً ڈھائی تین سو برس پہلے اس ضلع کا کوئی ہندو محض اس خیال سے کہ کہیں اسوڑہ دیو خفا نہ ہو جائے خوف اور ڈر سے اس قلعہ کے اندر قدم نہیں رکھتا تھا۔ آخرکار ایک مسلمان فقیر جسکا نام شاہ قدرت اللہ یا شاہ عنایت اللہ تھا۔ اپنے چند مریدوں کے ساتھ اس گڈھ میں قیام پذیر ہوئے۔ اور کچھ جنگلوں کو بھی صاف کردیا تو اور لوگ بھی اس قلعہ میں آنے جانے لگے۔ اس مسلمان فقیر اور اسکے دو تین مریدوں کے مزارات اور ان لوگوں کے حجرہ ایک کھنڈرات کی شکل میں گڈھ کے اندر موجود ہیں۔ اگرچہ میں اس مسلمان فقیر کے قیام کے بعد ہندو بھی آنے جانے لگے تھے۔ اور جب تک وہ مسلمان فقیر زندہ رہا جسطرح مسلمان اسکی عزت وتعظیم کرتے تھے ہندو بھی اسیطرح تعظیم وتکریم سے پیش آتے۔ اور عقیدتمندی کیساتھ اس فقیر کی خدمت بجالا

تھے۔ اس فقیر کے انتقال کر جانے پر نیک مرد میلا کے بعد اس قلعہ کے قرب و جوار کے مواضعات کے مسلمان لوگ اس فقیر کا عرس کرتے تھے۔ مگر تقریباً ستر برس کے عرصہ سے اب اس قلعہ میں نہ اس مسلمان فقیر کا عرس ہی ہوتا ہے اور نہ ان مزارات کی زیارت کیلئے کوئی آتا جاتا ہے۔ آج سے ۴۰ ۔ ۵۰ برس پہلے یہ گڈھ جنگل کی کثرت کی وجہ سے شیر اور دوسرے درندہ جانوروں کا مسکن بنا ہوا تھا۔ اس موجودہ دور میں گو جنگل کی کثرت سابق کیطرح نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اسقدر جنگل ہے کہ ہم جیسے لوگ تنہا اس گڈھ میں گھومنے کی ہمت نہیں کر سکتے ہیں۔ اس قلعہ کے اندر ایک تالاب ہے اور اس تالاب کے پچھم گوشہ میں دو پختہ مکانات کے کھنڈرات اور اس مسلمان فقیر اور اسکے دو تین مریدین کے مزارات ہیں۔ تالاب سے پورب تھوڑے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی منہدم چہار دیواری کیطرح سے ہے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسکے اندر کسیکی قبر ہے یا اور کچھ دو ڈھائی سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ ایک ہندو سادھو اس گڈھ کے اندر قیام کر کے اپنے مذہب کے مطابق پوجا پاٹ کیا کرتا تھا اور ہر روز صبح کے وقت گڈھ کے اندر کے تالاب میں نہا دھو کر سنکھ بجایا کرتا تھا۔ اور اس تالاب میں جانے کیلئے جنگل کو صاف کر کے ان مسلمان فقراء کے مزارات کے قریب ہو کر راستہ بنایا تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ سادھو جی حسب معمول صبح کے وقت اسی تالاب میں نہا دھو کر سنکھ بجانا شروع کیا۔ اس قلعہ کے قرب و جوار کے ایک موضع کے چند حضرات نے مجھ سے بیان کیا کہ لب تالاب

کے ایک چھوٹے سے آم کے درخت پر سے ایک شخص فقیر صورت ظاہر ہوکر اس سادھو کو ایک زبردست ڈانٹ بتاکر غائب ہوگیا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد اس سادھو نے اس گڑھ کا رہنا چھوڑ دیا۔

کیرات دیس یعنے بڑیجان

یہ مقام بھی سابق زمانہ کے قدیم آباد مقامات میں سے ہے اور کنکائی دریا کے پچھم کنارہ پر واقع ہے۔ یہاں بھی راجہ بکرماجیت کے زمانہ کی عمارات کے کھنڈرات ہیں۔ اس جگہ کو راجہ سوڑہ کا بھائی راجہ بڑی جان نے آباد کیا تھا۔ اس جگہ میں اسوقت تین چار عمارات کے کھنڈرات اور ایک ٹوٹی ہوئی مورت (جو غالباً کنھیا جی کی مورت ہے۔ اسلئے کہ اس مورت اور سنجا کنہا کے گڈھ کی مورت میں کوئی فرق نہیں ہے) اور پتھر کے تین چار ٹکڑے اور تین چار تالاب کے سوا سابق زمانہ کی کوئی چیز باقی نہیں ہے اور نہ قلعہ کا کوئی نشان معلوم ہوتا ہے۔ اس شکستہ مورت کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ کسی نے اسکو توڑا۔ اس شکستہ مورت کا ایک ٹکڑا بڑی جان بستی سے پچھم ایک بڑ کے درخت کے نیچے ہے۔ اس مورت کی بناوٹ اور نقش و نگار کو دیکھکر اس زمانہ کے اہل صنعت کے کمال کا حال معلوم ہوتا ہے ہم نے پچھاں میں بھی بہت سی مورتوں کو ٹوٹا ہوا دیکھا ہے مگر پتھر کی اس مورت کی بناوٹ اور نقش و نگار میں جو صفائی اور خوبی ہے آجتک

میں نے نہیں دیکھا ہے۔

یہاں پر پتھر کا ایک ڈبل ٹکڑہ صندوق کے اوپر کے پٹ کی طرح ہے اور یہ ٹکڑا لمبائی میں دو ڈھائی گز سے کم نہیں ہے۔ اسی پتھر کو درمیان سے کاٹکر ڈبل تالا کیطرح بنادیا ہے۔ یہ ٹکڑا پتھر کا بڑی جان بستی سے پچھم بانس کی جھاڑیوں میں ہے۔ اس ٹکڑہ کے علاوہ اور ایک ٹکڑہ پتھر کا ہے۔ یہ ٹکڑہ بھی لمبائی میں دو ڈھائی گز سے کم نہیں ہے۔ اسکی شکل وصورت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مندر کے دروازے کا ہے۔ اس پتھر کے درمیانی حصہ میں ایک چھوٹی سی مورت بنی ہوئی ہے اور یہ ٹکڑا بڑی جان ہاٹ کے قریب اوتر جانب کے کھنڈر میں ہے۔ ان دونوں پتھروں کے علاوہ ایک چھوٹے سے چوکھوٹے پتھر کا ٹکڑا اور ایک چڑیا کی مورت اور ایک تختہ پتھر کا بھی ہے۔ بڑی جان بستی کے سن رسیدہ لوگوں سے سننے میں آیا کہ آج سے چالیس پچاس سال قبل تک بہت سے جستہ مکانات کے کھنڈرات موجود تھے۔ مگر ان تمام کھنڈرات کو لوگوں نے آباد کر دیا۔

بینو گڑھ

یہ بھی قدیم زمانہ کا ایک بہت بڑا قلعہ ہے۔ اس قلعہ کا بانی راجہ اوڑہ کا بھائی راجہ بینو تھا۔ یہ راجہ بینو بھی راجہ بکرماجیت کے زمانہ میں گذرا ہے یہ قلعہ بہادر گنج سے آٹھ نو میل پچھم واقع ہے۔ اس قلعہ کا رقبہ بہت بڑا ہے۔ یہ قلعہ بھی ضلع پورنیہ کے آثار قدیمہ میں سے ہے۔ ڈھائی ہزار برس

کے قریب گذرنے پر بھی اسوقت بینوگڈھ کو دیکھکر راجہ بینو کے جاہ و جلال کا پتہ چلتا ہے۔ اس قلعہ کی ہر چہار طرف کی دیواریں امتداد زمانہ کے باوجود بھی حالانکہ زمین میں کچھ کچھ دھنس گئی ہیں۔ اور بعض بعض جگہ ٹوٹ بھی گئی ہیں۔ بیحد اونچی ہیں۔ اس قلعہ کے اندر راجہ بینو کے مکانات کے آثار نمایاں طور پر ظاہر نہیں ہیں۔ قلعہ کے بیچ میں ایک تالاب ہے مگر اب مٹی سے پٹ گیا ہے۔ اس تالاب کے علاوہ قلعہ کے اندر اور ایک چھوٹا سا تالاب ہے۔ جو بارش کے موسم میں بھی خشک رہتا ہے۔ اس تالاب میں ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ کتنی ہی بارش کیوں نہ ہو مگر اسمیں پانی نہیں جمتا ہے۔ فوراً جذب اور خشک ہو جاتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس تالاب میں پانی گرا ہی نہیں۔

اس قلعہ سے باہر جانب شمال میں نٹن سالا تک جو ایک بہت بڑی اونچی جگہ ہے اور ٹیلہ کیطرح معلوم ہوتا ہے شکستہ عمارات کے آثار ابتک موجود ہیں۔ قلعہ سے اُتر نٹن سالہ تک جسقدر مرتفع اور اونچے مقامات ہیں ان کل مقامات میں عمارات کے آثار بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہاں کے بہت لوگوں سے سننے میں آیا ہے کہ نٹن سالا سے پچھم دکھن جو سب مرتفع اور اونچے مقامات ہیں اور ان مقامات میں بھی شکستہ عمارات کے آثار ہیں۔ تین چار سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں نے معلوم نہیں کس وجہ سے ایک جگہ پر کھودا تھا۔ کھودنے پر تہہ کیئے ہوئے کپڑے

نکلتے تھے ۔ مگر ہاتھ لگانے پر وہ کپڑے پاش پاش ہو جاتے تھے۔ کھودنے والوں نے جتنی جگہ کھودی تھی جب اس سے اور زیادہ کھودنا چاہا تو اتفاقاً ہڈے نکلنا شروع ہوئے کہ ان لوگوں کو وہاں ٹھہرنا محال ہوگیا۔ بالآخر چھوڑ چھاڑ کر سب لوگ بھاگ گئے۔

اس قلعہ کی ہر چہار طرف کی دیواروں میں ڈبل ڈبل دروازے ہیں اسوڑہ گڈھ کیطرح اس قلعہ کے بھی ہر چہار طرف خندق ہے۔ اس قلعہ سے دکھن تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر راجہ بینو کے وقت کا ایک بہت بڑا تالاب ڈاک پوکھر نام سے ہے۔ اس تالاب کی مٹی میں یہ خاصیت ہے کہ اسکی مٹی دوسرے تالاب میں ڈالدینے سے دوسرے تالاب کی کل مچھلیاں باہر نکل آتی ہیں۔ اس علاقہ کے بہت سے معمر اور سن رسیدہ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ اس تالاب کی مٹی میں ابتک یہ خاصیت موجود ہے اور ہم لوگوں نے بارہا اسکا تجربہ کیا ہے۔

بابو بھوانی سنگھ فاضل کھانا باڑی کا بیان ہے کہ راجہ بینو بلی راجہ کے خاندان سے تھا۔ اور اسکا اصلی نام بان راجہ تھا۔ اسی نے بینو گڈھ کو تیار کیا تھا۔

ننھا اور کنھا کا گڈھ

یہ دونوں بھی راجہ اسوڑہ کے بھائی تھے ۔ یہ لوگ بھی راجہ بکرما جیت کے زمانہ میں تھے ۔ جو ظہور مسیح علیہ السلام سے پانچ چھ سو برس پہلے گذرے

ہیں۔ ان ہر دو بھائیوں کے شکستہ مکانات کے آثار۔ اور چند تالاب اتبک
اس ضلع کے اندر موجود ہیں۔ ان دونوں بھائیونکے مکانات کے کھنڈرات
لوہا کھائی ہاٹ سے اُتر تقریباً ڈھائی تین کوس کے فاصلے پہ ڈنگڈنگی موضع کے
متصل واقع ہے۔ ان لوگونکے زمانہ کی (جسے ڈھائی ہزار برس کے لگ
بھگ ہو رہا ہے) ایک مورت بھی اتبک موجود ہے جسکے سر کا کچھ حصہ ٹوٹا
ہوا ہے۔ یہ مورت کنھیا جی کی ہے۔

یہانکی یہ مورت اور بڑی جان گڈھ کی شکستہ مورت شکل و
صورت۔ نقش و نگار وغیرہ میں بالکل ایک ہی طرح ہے۔ یہ مورت
بھی سنگ سیاہ کو تراش کر بنائی گئی ہے۔ اسقدر زمانہ دراز کے بعد بھی
ان مورتوں کے نقش و نگار وغیرہ میں کسی قسم کا تغیر اور انقلاب نہیں
پایا جاتا ہے۔ ان مورتونکو دیکھکر انکے بنانے والونکے کمال کا پتہ چلتا ہے
یہ مورتیں اسقدر خوبصورت اور دیدہ زیب ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔
چند سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ ایک ہندو سادھو نے ان شکستہ عمارات
کے ایک کھنڈر کو تھوڑا سا کھودا تھا۔ کھودنے پر مکان کی صحیح سالم
دیوار نکلی تھی۔ جو اب تک دیکھی جاتی ہے۔ اس شکستہ حصہ کو دیکھکر
معلوم ہوتا ہے کہ نچلے حصہ میں تہ خانہ ہے جس جگہ ان دونوں بھائیوں
کے مکانات کے کھنڈرات واقع ہیں وہاں پر بڑے بڑے چار تالاب
بھی ہیں۔ جو تالاب ان کھنڈرات کے دکھن جانب واقع ہے اس تالاب

کے پچھم کنارہ پر شکستہ اور منہدم عمارات کے آثار پائے جاتے ہیں۔ وہاں کے معمر لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کھنڈرات سے پورب بھی آج سے ستر اسی سال پہلے اینٹیں وغیرہ کثرت سے پائی جاتی تھیں۔ مگر اب استداد زمانہ اور ان مقامات کے آباد ہو جانیکی وجہ سے ان چند کھنڈرات کے سوا ان دونوں بھائیوں کے زمانہ کی کوئی چیز وہاں پر باقی نہیں ہے

بلی گڈھ

یہ قلعہ بلی راجہ کا ہے۔ اسکا رقبہ بینو گڈھ سے بھی بڑھا چڑھا ہے۔ اور بینو گڈھ سے اوتر پچھم تقریباً چھ سات کوس کے فاصلہ پر ہے۔ بلی راجہ۔ راجہ بینو سے بہت پہلے گذرا ہے۔ اس قلعہ کی دیواریں مٹی کی ہیں۔

ٹھاکر گنج

ٹھاکر گنج کا اصل نام بیراٹھ شہر تھا۔ کلکتہ کے ایک شخص نے جسکا نام ٹھاکر جی تھا، جب اس جگہ کی زمینداری حاصل کی تو یہاں ایک ہاٹ ٹھاکر گنج نام سے لگوایا۔ تب سے یہ جگہ ٹھاکر گنج کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اور ٹھاکر گنج نام پڑنیکی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس جگہ بہت سے بتخانے تھے۔ اور بتخانوں کو ٹھاکر گھرا بھی بولا جاتا ہے۔ اسلئے اس جگہ کا نام ٹھاکر گنج پڑ گیا۔ ٹھاکر گنج میں راجہ بیراٹھ کی راجدھانی تھی۔ یہ راجہ بیراٹھ پچھم دیش

کا راجہ تھا۔ پانڈوں کو جب بن باش ملی تھی تو یہ لوگ ہستنا پور دہلی سے نکل کر جنگل بیابان کی سیر کرتے ہوئے راجہ بیراٹھ کے دربار میں پہنچکر اپنی بن باشی کا بارہواں سال اسی راجہ بیراٹھ کے دربار میں ملازم کے بھیس میں رہکر گذارا تھا۔ ٹھاکر گنج کشنگنج سے تقریباً ۲۰ یا ۲۲ کوس اوتر واقع ہے۔ راجہ بیراٹھ اور رانی کرنتی کے قلعہ وغیرہ کے کھنڈرات ابتک یہاں موجود ہیں۔

مہیپال گڈھ

یہ گڈھ تانت پواہاٹ کے قریب ہے۔ اس گڈھ کا نام راجہ مہیپال کے (جو مگدھ دیس کا راجہ تھا) نام پر اسلئے رکھا گیا تھا کہ راجہ مہیپال نے اپنے راج کے انتظام کیلئے چار آدمی مقرر کئے تھے۔ ان چار آدمیوں میں سے دو آدمی کو پورنیہ کا راج عطا کیا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک کا نام دھراپتی پال اور دوسرے کا نام نراپتی پال تھا۔ دھراپتی پال کی راجدھانی کوسی ندی سے پورب کنکائی دریا کے کنارے پر تھی۔ اسوقت اسکا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ اور نراپتی پال کی راجدھانی مہاندی دریا کے کنارے تانت پوا کے پاس تھی۔ اور یہ مہیپال گڈھ اسی نراپتی پال کا بنایا ہوا ہے۔ اور اسکا کھنڈر ابتک موجود ہے۔

راجہ کرن

اوپر کے صفحات میں یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ ایرین قوم کی نسل کے دو

خاندان (کہ ایک کا نام انگا اور دوسرے کا نام پنڈاری تھا) کے لوگ بھی مشرقی بنگال سے آکر اس ضلع میں آباد ہوگئے تھے۔ انگا قوم کی مشرقی حد مہاندی اور شمالی حد ہمالیہ پہاڑ اور جنوبی حد پدما ندی اور مغربی حد کوسی ندی تھی۔ قوم انگا جس علاقہ میں آباد تھی اس علاقہ کو سابق زمانہ میں انگا دیس بھی کہتے تھے۔ اس علاقہ کا راجہ مہابھارت کے زمانہ میں کرن تھا۔ یہ راجہ کرن پانڈوں کا سوتیلا بھائی تھا۔ اور عمر میں پانڈوں سے بڑا تھا۔ راجہ کرن کی ماں کا نام کنتی تھا۔ اور یہی رانی کنتی جدسٹر اور بھیم اور ارجن کی بھی ماں تھی۔ راجہ کرن کی پیدائش کے متعلق ہنود کی مذہبی کتابیں مہابھارت وغیرہ میں ہے۔ کہ کرن کی پیدائش رانی کنتی کے شکم سے اسکی دوشیزگی کے زمانہ میں ہوئی تھی۔ اور اہل ہنود کرن کا باپ سورج دیوتا کو قرار دیتے ہیں۔ کرن کی پیدائش کے بعد اسکی ماں نے کرن کو دریا میں ڈالدیا تھا۔ آدرت کی بی بی رادھا نے کرن کو دریا سے نکالکر پرورش کی تھی۔ راجہ کرن زور و طاقت اور فنون حرب میں یگانۂ روزگار تھا

ایک روز کا واقعہ ہے کہ پانڈو لوگ فنون جنگ کے کمالات کو دکھلا کر اہل مجلس سے خراج تحسین حاصل کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں کرن بھی اس مجلس میں داخل ہوکر پانڈوں کے مقابلہ میں اسطرح سے فنون جنگ کے کمالات دکھلایا۔ کہ تمام اہل مجلس خوش ہوگئے۔ بالخصوص راجہ جرودھن جو پانڈوں کا عمزاد بھائی اور سلطنت کا ولی عہد تھا اور پانڈوں سے عداوت رکھتا تھا۔ کرن کی جوانمردی اور تیغ و تلوش کو دیکھکر بیحد خوش ہوا اور بایں خیال کہ کرن سے

ہاتھ سے پانڈوں کو ذلیل کراؤنگا۔ کرن کو اپنا مدارالمہام بنانا چاہا۔ کرن نے کہا کہ مجھکو آپکے حکم کی تعمیل میں کوئی عذر نہیں ہے۔ مگر بایں شرط کہ ارجن اور میرا پہلے مقابلہ ہو جائے۔ بالآخر جب ارجن بھی کرن سے لڑنیکو تیار ہو گیا۔ اور دونوں شخص میدان مقابلہ میں پہونچے تو بایں سبب کہ اسوقت تک کرن کو کوئی پہچانتا نہ تھا۔ اور اسکے حسب ونسب سے بھی لوگ ناواقف تھے۔ کرن کی ماں باپ کا نام اور اسکے حسب ونسب کو اس سے دریافت کیا۔ چونکہ کرن بھی اپنی ماں باپ کے نام اور اپنے حسب ونسب کے حال سے ناواقف تھا۔ بایں وجہ اسوقت کرن سے کوئی جواب بن نہ پڑا جب کرن اپنی ماں باپ اور حسب ونسب نہ بتا سکا تو ارجن وغیرہ نے کہا کہ تم چھوٹے اور غریب آدمی ہو۔ تم ہمارے مقابلہ کے لائق نہیں ہو۔ اسلئے کہ راجکماروں سے راجکمار ہی لڑ سکتا ہے۔ غریب اور چھوٹے آدمی کو راجکماروں سے مقابلہ کرنیکا کوئی حق نہیں ہے۔ چونکہ جرودہن بھی اس موقع پر موجود تھا اور وہ چاہتا ہی تھا کہ کسیطرح پانڈوں کو ذلیل کرنا چاہئے۔ کہنے لگا کہ مقابلہ اور زور آزمائی کیلئے اولاً تو یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے کہ راجہ اور راجکمار لوگ صرف راجہ اور راجکمار ہی سے مقابلہ کریں اور غیر سے نہ لڑیں۔ مگر پھر بھی جب تم لوگوں کا یہی اصرار ہے تو میں نے آج سے کرن کو انگا دیس کا راجہ بنا دیا۔

یہ راجہ کرن اپنے زمانہ کا بہت بڑا نیک نام راجہ تھا۔ اس راجہ کی

سخاوت اور داد و دہش کے بعض بعض واقعات ہزاروں برس گذرجانے کے باوجود بھی پورنیہ کے بہت سے لوگوں کی زبان زد ہیں۔ اس راجہ کے وقت کا ایک بہت تالاب جو کرن دیگھی کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ ابتک موجود ہے۔ اس راجہ کی سخاوت اور داد و دہش کے متعلق مذہب ہنود کی بعض کتابوں میں ایک ایسا عجیب و غریب اور جانکاہ واقعہ مذکور ہے کہ جس سے بہت سی باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اور راجہ کرن کی زندگی کے حالات اور رعایا سے جو تعلقات اسکو تھے۔ مجمل طور پر ان کل باتوں پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ جب راجہ کرن کی داد و دہش اور دان پن کی شہرت اطراف عالم میں پھیلی تو ایک شخص سادھو کے لباس اور بھیس میں راجہ کرن کے دربار میں آیا۔ اور اپنا نام باشودیب برہمن بتایا۔ اور راجہ سے سوال کیا کہ میں آپکی دان پن کی شہرت سنکر حاضر ہوا ہوں۔ اور ۲ روز سے روزہ رکھے ہوا ہوں۔ آج شام کو آپ میرے افطار کا سامان کرکے مجھکو افطار کرائیں۔ مگر آپ پہلے مجھ سے یہ وعدہ کرلیں کہ میں جو جو چیز کھانے کیلئے آپ سے مانگوں آپ مجھکو دیدیں۔ راجہ کرن نے سادھو سے اس امر کا عہد اور اقرار کرکے سادھو سے پوچھا کہ اب تو میں آپ سے عہد اور اقرار کرچکا۔ آپ بتائیں کہ آپکے افطار کیلئے کیا کیا چیزیں چاہیئے۔ تاکہ وہ چیزیں موجود کردوں۔

سادھو نے کہا گوشت کے بغیر میں اپنا روزہ نہ کھولونگا۔ روزہ کھولنے

کیلئے مجھکو گوشت چاہئے۔ راجہ نے سادھو سے کہا کہ آپکو جس جانور کا گوشت مرغوب ہو فرما دیں۔ جسطرح سے بھی ہوگا میں حاضر کرونگا۔ سادھو نے پھر راجہ سے کہا کہ آپ مجھ سے عہد کریں کہ جس جانور کا گوشت میں مانگوں آپ مجھکو دینگے۔ راجہ نے اسکا بھی عہد سادھو سے کرلیا۔ جب سادھو نے راجہ سے عہد اور اقرار کرالیا۔ تو سادھو نے کہا کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ آپکا صرف ہی لڑکا برش کیتو نام سے ہے۔ آپ مجھکو اپنے اسی لڑکے کا گوشت کھانے کیلئے دیجئے۔ اگر آپکو نہ دینا ہو تو ابھی کہدیجئے تاکہ میں کہیں دوسری جگہ چلا جاؤں۔ اور اگر آپکو واقعی میرا سوال پورا کرنا ہے تو آپ اور آپکی رانی دونوں ملکر لڑکے کو میرے سامنے کاٹکر اسکا گوشت میرے سامنے پکائیں۔ مگر آپ اور آپکی رانی ایک قطرہ بھی آنسو نہ گرائیں۔ اگر ان شرائط کے مطابق اپنے لڑکے کا گوشت کھانے کیلئے دیجیئگا تو میں کھاؤنگا ورنہ میں یہاں سے فوراً چلا جاؤنگا۔

راجہ کرن سادھو کے سوال سے پہلے تو بہت گھبرایا اور کانپ اٹھا۔ مگر چونکہ اپنے قول و اقرار کا اسکو بہت کچھ لحاظ تھا۔ اسلئے کچھ سوچکر سادھو سے کہا۔ کہ میں آپکے سوال کا جواب اپنی رانی پدماتی سے جو برش کیتو کی ماں ہے دریافت کرکے دونگا۔ سادھو نے کہا کہ اچھا آپ جاکر اپنی رانی سے بھی صلاح اور مشورہ کرلیجئے۔ راجہ کرن محل میں جاکر اپنی رانی پدماتی سے سادھو کے سوالات اور اپنے عہد و اقرار کا حال بیان کرکے رانی سے

ایفائے وعدہ کے بارے میں دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔
رانی بھی بہت گھبرائی اور کہنے لگی کہ میں اپنے بچے کو ہرگز ایسا کرنے نہیں دونگی۔ مگر راجہ کرن کے کہنے اور سمجھانے بوجھانے پر بالآخر وہ بھی راضی ہوگئی۔ جب رانی بھی راضی ہوگئی تو برشن کیتو کو جسکی عمر ابھی چھ برس کی تھی اور اسوقت بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ بلا کر گود میں لیکر راجہ اور رانی سادھو کے پاس حاضر ہوئے۔ اور دونوں نے ملکر اس بچے کے گلے کو کاٹکر اسکے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے سادھو کے سامنے ہی پکا کر سادھو کے آگے رکھدیا۔ سادھو نے گوشت کو دیکھکر کہا کہ لڑکے کا سر اس گوشت میں نہیں ہے۔ لہذا میں نہیں کھاونگا۔ بالآخر رانی پدماتی نے لڑکے کا سر بھی جسے بایں خیال چھپا رکھا تھا۔ کہ بچہ کے سر ہی کو دیکھکر دل کو تسکین دیا کرونگی۔ لاکر سادھو کے سامنے گوشت کے برتن میں ڈالدیا۔ اسکے بعد سادھو نے راجہ کرن سے کہا کہ کل گوشت کے چار حصے کیجیئے۔ جب گوشت کے چار حصے کئے تو سادھو نے کہا۔ کہ ہم لوگ یعنی میں۔ آپ اور آپکی رانی سب ملکر تو تین ہی آدمی ہیں اور گوشت کے چار حصے ہیں آپ اپنے لڑکے کو بھی بلا لیجیئے۔ راجہ نے کہا کہ میرا تو صرف ایک ہی لڑکا برشن کیتو تھا۔ اسکو تو آپ کے سوال کے مطابق آپکے سامنے ذبح کرکے اسکا گوشت پکا کر آپکے سامنے رکھدیا ہے۔ آپ پھر برشن کیتو کو بلانے کیلئے کہتے ہیں۔ سادھو نے کہا آپ بلائیے بھی تو۔ راجہ سادھو کے کہنے کے بموجب جب لڑکے کو

بلانے گیا تو دیکھتا کیا ہے کہ برش کیتو جسطرح بچوں کے ساتھ کھیلتا تھا اسیطرح
کھیل رہا ہے۔ راجہ کو بیحد حیرت ہوئی۔ اس نے بچے کو پکارا تو برش کیتو اپنے
باپ کی آواز سنکر فوراً پاس چلا آیا۔ راجہ نے بچے کو گود میں لیکر شاداں و
فرحاں سادھو کے پاس آکر پوچھا۔ کہ سچ سچ بتائیے۔ آپ کون ہیں؛ سادھو
نے کہا کہ میں کرشن ہوں۔ صرف آپکو آزمانے کیلئے میں نے سادھو کے لباس
اور بھیس میں آکر آپ سے ایسا سوال کیا تھا۔

یہ راجہ کرن پانڈوں کا ہمعصر تھا۔ اور مہابھارت کی لڑائی میں جرودھن
کیطرف سے جنگ میں شریک تھا۔ بالآخر جوانمردی کیساتھ لڑکر یہ بھی مارا گیا
تھا۔

پانڈونکی بن باشی کی مدت ختم ہونیکے بعد جب پانڈوں نے راج
واپس لے لیا تو راجہ جدسٹرے جو پانڈوئیں سب سے بڑا ہونیکی وجہ
سے راج کا مالک تھا اپنے ایک ایک بھائی کو ایک ایک طرف ملک
گیری کیلئے روانہ کیا۔ تو بھیم کو مشرقی ممالک فتح کرنے کیلئے ملے تھے۔
بھیم نے راجہ کرن کے (جوانگا دیس یعنے پورنیہ کے اس علاقہ کا جسیں انگا قوم
کی آبادی تھی۔ راجہ تھا) ملک انگا دیس کو بھی فتح کر کے ہستناپور یعنی دہلی
کی سلطنت کا ضمیمہ بنا لیا۔

راجہ کرن کی راجدھانی کا صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا ہے۔ کرن دیگی
سے دکھن پچھم ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر ایک جگہ کھترہ باڑی کے نام سے

ہے۔کھترہ باڑی کے کھنڈرات کا سلسلہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔ کھترہ باڑی کے کل کھنڈرات کا رقبہ چاروں طرف سے ڈیڑھ کوس سے کم کا نہیں ہے۔ ان کھنڈرات کے اندر چھوٹے بڑے تالاب چالیس کے قریب ہیں۔ کرن دیگھی کے علاقہ میں کھترہ باڑی کے سوا سابق زمانہ کی عمارتوں کا کوئی کھنڈر نہیں ہے۔ کھترہ باڑی کے کھنڈرات اور تالاب درحقیقت قابل دید اور ناظرین کیلئے عبرت کا ذریعہ ہے۔ یہاں کی ان منہدم عمارات کے کھنڈرات اور آثار پکار پکار کر یہ کہہ رہے ہیں کہ

ع ازنقش ونگار دیوار شکستہ
آثار پدید ست صنادید عجم را

ان کھنڈرات کو دیکھکر پتہ چلتا ہے کہ سابق زمانہ میں پورنیہ کے ان مقامات کی آبادی کس شان کی تھی۔ کھترہ باڑی کے متعلق میرا گمان غالب ہے کہ یہی جگہ راجہ کرن کی راجدھانی کی ہے۔

شہر بیراٹھ اور تخت کھنگروا

پورنیہ کے جس علاقہ میں یہ سب مقامات واقع ہیں اس علاقہ کے معمر اور سن رسیدہ لوگوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقامات بھی ظہور مسیح علیہ السلام سے بہت دن بیشتر کے ہیں۔ جو جگہ شہر بیراٹھ کے نام سے مشہور ہے وہ ایک مرتفع اور اونچی جگہ ٹیلہ کیطرح ہے۔ اور

دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اسوقت یہاں پر سابق زمانہ کی منہدم اور شکستہ عمارات
کے کوئی آثار اور نشان باقی نہیں ہیں۔ یہ جگہ لابھا اسٹیشن سے جو مالدہ وا
لائن میں ہے اور کیٹھار سے تیسرا اسٹیشن ہے۔ پچھم ڈیڑھ دو کوس کے فاصلے
واقع ہے شہر بیراٹ کے قریب مہُور اور لچھمی پور اور کالی گنج کوٹی وغیرہ مقامات
ہیں شہر بیراٹ سے جو راجہ بیراٹ کا آباد کیا ہوا تھا پورب اور کچھ اتر ڈیڑھ دو
کوس کے فاصلے پر تخت بھنگروا نام سے قدیم زمانہ کی عمارت تودہ کا ایک بہت بڑا
کھنڈر ہے۔ اور اسوقت ان منہدم اور شکستہ عمارات کے کھنڈروں میں بڑے
بڑے درخت اور جنگل ہیں۔ مگر جن جن مقامات میں درخت وغیرہ نہیں ہیں
اور امتداد زمانہ کیوجہ سے اوپر مٹی جمی ہے مٹیونکو ہٹا کر دیکھنے سے ان شکستہ
عمارات کی صاف اور شفاف پختہ اور ریختہ فرش دیکھنے والوں کیلئے حیرت
اور عبرت کا باعث ہے۔

تخت بھنگروا کے متعلق اس علاقہ کے لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ راجہ بیراٹ کا تخت
یہاں رہتا تھا۔ اور کبھی کبھی راجہ بیراٹ یہاں بھی آکر ٹھہرتا اور دربار کیا کرتا
تھا۔ تخت بھنگروا کے متصل جو گورنمنٹی سڑک ہے اس سڑک سے پچھم ایک چھوٹی
سی عمارت کا کھنڈر ہے۔ اسکے متعلق مشہور ہے کہ یہ کھنڈر بھیم سین چبوترہ
کے مکان کا ہے۔ مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ آیا یہاں اسی بھیم سین کا جو پانڈو وغیرہ
سے تھا یا کسی دوسرے بھیم سین کا مکان تھا۔ اس جگہ کے متعلق کوئی کتابی
ثبوت اس امر کا کہ واقعی یہاں کبھی کبھی راجہ بیراٹ آکر دربار کیا کرتا تھا۔

اور اسکا تخت یہاں رہتا تھا۔ اور شہر بیراٹھ اسیکا آباد کیا ہوا ہے مجھکو نہیں ملا۔ مگر تخت بھنگرواۓ کھنڈر کی اینٹوں اور بڑی جان گڈھ اور بینوگڈھ کے کھنڈرات کی اینٹوں میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا ہے جس سے اس امر کا وہم معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقہ کے لوگوں میں اس جگہ کے متعلق جو روایت مذکورہ بالا پشتہا پشت سے معروف ومشہور ہے۔ ممکن ہے کہ صحیح ہو۔ اسلئے کہ یہ کوئی غیر ممکن بات نہیں ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ سابق زمانہ کے عادل اور منصف راجگان اور بادشاہوں کی یہ عادت تھی کہ کبھی کبھی اپنے تمام قلمرو اور مقبوضہ ملک کی (بایں خیال کہ ملک کی حالت اور عمال سلطنت کی عادات واطوار۔ اور اس امر کو بھی معلوم کرنے کیلئے کہ عمال سلطنت کا برتاؤ رعایا کیساتھ کسطرح ہے۔ دریافت کرنے کیلئے) گشت لگاتے تھے۔ ممکن ہے راجہ بیراٹھ بھی کبھی کبھی اسطرف کہ اسکے ملک کا جنوبی حصہ تھا رعایا کے تفقد اور نگرانی حال کیلئے آتا ہو۔ اور تخت بھنگروا میں بھی کچھ دنوں تک قیام کرتا ہو۔

بھیم بہار

بھیم بہار پانڈونکے اس زمانہ کے جبکہ یہ لوگ پورنیہ میں راجہ بیراٹھ کے دربار میں اپنا اپنا لباس اور بھیس بدلکر آئے تھے۔ ٹیلونکے دو بڑے بڑے تودونکے نام ہیں۔ اسقدر زمانہ گذرنے پر بھی ابتک مٹیونکے یہ دونوں تودے موجود ہیں۔ ان دونوں تودوں کے درمیان میلونکی مسافت ہے۔ اسکے متعلق

مشہور روایت ہے کہ بھیم نے ایک بہار مٹی لاکر کسی کمہار کو دی تھی۔ کھانا بارٹی کے بابو بھوان سنگھ اپنی کتاب میں اس بھیم بہار کے متعلق لکھتے ہیں کہ پانڈو لوگ کسی کمہار کے مکان میں منتب باش ہوئے تھے۔ چونکہ کمہار نے ان لوگونکی بیحد خاطر مدارات کی تھی۔ بھیم نے کمہار کی پریشانیونکو جو مٹی لانے میں اٹھاتا تھا دیکھکر ان خاطر مدارات کے صلہ میں ایک بہار مٹی لاکر دیا تھا۔ اس کمہار نے اپنی زندگی بھر اس مٹی کو برتن بنانے کے کام میں صرف کیا۔ مگر بھی وہ دونوں تودے مٹی کے خرچ نہ کر سکا اور اتبک باقی ہیں۔

کیچک بدہ

کیچک نام راجہ بیراٹھ کے سالے کا تھا۔ چونکہ کیچک کو بھیم نے اسی جگہ مار ڈالا تھا۔ اسلئے اس جگہ کو کیچک بدہ کہتے تھے۔ اور اتبک اسی نام سے مشہور ہے۔ مذہب ہنود کی کتابیں مہابھارت وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جگہ ہنود کے مقدس اور متبرک مقامات میں سے ہے۔ اور یہ جگہ ٹھاکر گنج سے تین کوس اوتر پچھم ہے۔ سابق میں یہ جگہ پورنیہ کے حدود میں داخل تھی۔ مگر اس موجودہ دور میں یہ جگہ مورنگ کے علاقہ میں پڑتی ہے۔ جس زمانہ میں پانڈوؤنکو بن باش ملا تھا۔ پانڈو لوگ مع رانی دروپدی کے جو بیحد خوبصورت تھی شہر بیراٹھ یعنے ٹھاکر گنج میں راجہ بیراٹھ کے دربار میں اپنا اپنا نام اور بھیس بدل کر رہتے تھے۔

کیچک نے۔ جو راجہ بیراٹ کا سالا اور اسکے راج کا رکن اعظم اور بہت بڑا شہزور پہلوان تھا۔ کسی موقع پر رانی دروپدی کو جو دائی کے بھیس میں راجہ بیراٹ کی رانی۔ یعنے کیچک کی بہن کی خدمت میں رہتی تھی۔ دیکھ لیا۔ اور زبردستی اپنے تصرف میں لانا چاہا۔ جب رانی دروپدی کو کیچک کی شرارت اور بدنیتی کا حال معلوم ہوا تو دروپدی نے بھیم سے کیچک کی شرارت وغیرہ کا حال بیان کر دیا۔ بھیم نے دروپدی کو سکھلا دیا کہ ہم لوگونکی بن باشی کی مدت ختم ہونیکو اب صرف تین چار روز باقی ہیں۔ لہذا تم کیچک سے یہ وعدہ کرو کہ فلاں روز کی شب کو میں خود تمھارے پاس راجہ کے ناچ گھر میں آجاؤنگی۔ دروپدی نے جس شب کو کیچک کے پاس جانیکا وعدہ کیا تھا اس شب کو خود بھیم نے دروپدی کے لباس اور بھیس میں ایک تھال میں کھانے کی قسم کی چیزوں میں سے کچھ لیکر راجہ بیراٹ کے ناچ گھر میں جہاں دروپدی کو کیچک نے آنیکے لئے کہا تھا۔ پہنچا۔ مصنوعی دروپدی نے کیچک سے کہا کہ پہلے میں تمہارے ساتھ بیٹھکر کھانا کھاؤنگی۔ مگر بایں شرط کہ ہمارے تمھارے سوا کوئی تیسرا آدمی اس مکان میں نہ ہو۔ اور چراغ وغیرہ بھی بجھا دئے جائیں مصنوعی دروپدی کے کہنے کے مطابق کیچک نے کل لونڈی غلام اور نوکر چاکر کو اس مکان سے باہر کراکر چراغوں کو بھی بجھا دیا۔ اسکے بعد مصنوعی دروپدی اور کیچک اسی تاریک مکان میں ایک ساتھ کھانا کھانے کیلئے بیٹھے۔ مصنوعی دروپدی یعنے بھیم نے موقع پاکر کیچک کی پیٹھ یا مونڈھے

بہ زور سے ایک گھونسہ مارا ۔ کیچک گھونسہ کھاکر دل میں بہت گھبرایا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے ۔ اور یہ گھونسہ عورت کا نہیں ہے ۔ بلکہ کسی شہزور مرد کا معلوم ہوتا ہے ۔ یہ سوچکر وہ بھی اپنے کو سنبھال کر مقابلہ کیلئے تیار ہوگیا ۔ بالآخر دونوں گھونسے سے ایک دوسرے کی تواضع کرنے لگے ۔ اور خوب کشتم کشتا ہونے لگا ۔ یہانتک کہ بھیم نے کیچک کو اسکی نظر بد اور شرارت کی سزا میں جان سے مار ڈالا ۔

پوس مہینہ کی پورنماسی میں کیچک بدہ میں پوجاریوں کا بہت بڑا مجمع ہوتا ہے ۔ دور دراز سے ہنود لوگ اور مذہب ہنود کے بڑے بڑے سادھو لوگ اس جگہ کی زیارت کیلئے آتے ہیں ۔ راجہ بیراٹ کے ناچ گھر کے کواڑ کے پٹ جو پتھر کے ہیں ابتک موجود ہیں ۔ یہاں ایک کنڈ بھی ہے ۔ اسکی یہ حالت ہے کہ جب کوئی چیز از قسم بانس یا لکڑی اسمیں ڈالی جاتی ہے تو فوراً ڈوب جاتی ہے ۔ اور تھوڑی دیر کے بعد پانی کے اوپر سطح پر آجاتی ہے ۔ ہنود اسکو متبرک یا کیا سمجھکر اسمیں نہاتے ہیں ۔

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کنڈ میں پانی کا چشمہ ہے اور پانی کے نیچے کی سطح میں پانی گھومتا اور چکر کھاتا ہے ۔

پورنیہ کے دور قدیم

کے متعلق ان تاریخی روایات و واقعات و حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے

صاف طور پر ظاہر ہے کہ یہ ضلع اپنی آبادی کی قدامت میں ہندوستان اور بنگال کے بہت سے قدیم آباد اضلاع سے درجہ میں بڑھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس ضلع کے بعض بعض علاقے ست جگ کے زمانہ سے آباد ہیں۔ اور اسقدر جلیل القدر راجاؤنکی راجدھانی کا اس ضلع میں ہونا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ پورنیہ کا دور قدیم بھی اپنی آبادی کی کثرت میں اور دوسرے قدیم آباد اضلاع سے زیادہ ممتاز تھا۔ اور دور سابق کی عمارات کے کھنڈرات جس کثرت سے اس ضلع میں ہیں۔ ہندوستان کے کسی دوسرے ضلع میں نہیں ہیں۔

اسلامی سلطنت کا دور اور خواصپور ٹانڈہ

جن حضرات کی نظر ہندوستان اور بنگال کے دور قدیم کی کتب تواریخ پر ہے ان حضرات کو معلوم ہے کہ جسطرح لکھنوتی یعنی گور اور پنڈوہ کو مسلمان سلاطین بنگال و بہار کے دارالسلطنت ہونیکا شرف ایک زمانہ میں حاصل تھا اسی طرح خواصپور ٹانڈہ کو بھی جو مالدہ سے دکھن کچھ فاصلہ پر ہے اور اس زمانہ میں پورنیہ کے مضافات اور علاقہ میں سے تھا اور سنہ ۱۲۶۱ء کے سیلاب میں بالکل فنا اور تباہ ہوگیا مسلمان سلاطین بنگال و بہار کے دارالحکومت ہونیکا شرف حاصل ہے۔

بنگال وبہار کے دور قدیم کی کتب تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیدرائے برہمن کی حکومت کے اخیر دور میں راجہ شنگل جو کہ نواح کوچ کا رہنے والا تھا۔ خروج کر کے بنگال و بہار پر متصرف اور قابض ہو کر کیدرائے برہمن کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا۔ اور لکھنوتی یعنے گور کو آباد کر کے بنگال وبہار کا دارالحکومت مقرر کیا تھا۔ قریب قریب دو ہزار برس تک لکھنوتی بنگال و بہار کا دارالحکومت رہا۔ اسکے بعد خواص پور ٹانڈہ بنگال و بہار کا دارالسلطنت بنا

پورنیہ کے اسلامی دور کے حالات بیان کرنے سے پہلے ناظرین کتاب ہذا کو معلوم کر لینا چاہیئے کہ اس ضلع پورنیہ میں اسلام کا ظہور بنگال و بہار پر ملک محمد بختیار خلجی کے متصرف اور قابض ہونیکے زمانہ سے ہے۔ اور اس زمانہ سے لیکر سرکار کمپنی بہادر کی حکومت کے دور تک پہلے یہ ضلع ۱۵۶ ایک سو چھپن برس تک سلطان سلاطین دہلی کے تصرف اور قبضہ میں بالاستقلال رہا۔ اور اسکے بعد ۲۲۴ برس تک سلاطین بنگال و بہار نے بالاستقلال اس ضلع پر حکومت کی۔ پھر اسکے بعد صوبہ داران بنگال و بہار نے سلاطین مغلیہ کی ماتحتی میں سرکار کمپنی بہادر کے تصرف اور قبضہ کے زمانہ تک اس ضلع پر حکمرانی کی۔ سرکار کمپنی بہادر کے وقت یعنے ۱۷۶۵ء سے لیکر آجتک کہ ۱۹۳۶ء کا زمانہ ہے یہ ضلع سرکار گورنمنٹ برطانیہ کے تصرف اور قبضہ میں ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ملک محمد بختیار خلجی نے جو سلطان قطب الدین ایبک کے امرائے بزرگ میں سے تھا۔ بنگال و بہار کو ۱۲۰۰ء یعنی ۵۹۶ھ میں فتح کر کے دہلی کی سلطنت کا ضمیمہ بنایا۔ سلطان قطب الدین ایبک کے وقت سے شاہ داؤد خاں افغان تک جو خود سر سلاطین بنگال و بہار کا اخیر بادشاہ تھا۔ اور اسکا بھی دارالسلطنت خواص پور ٹانڈہ تھا۔ پچاس آدمی نے تین سو اسی ۳۸۰ برس تک بالاستقلال بنگال و بہار پر حکومت کی۔ ان سلاطین بنگال و بہار میں سے سلطان قطب الدین ایبک کے وقت یعنی ۵۹۶ھ سے لیکر سلطان غیاث الدین تغلق یعنی ۷۴۲ھ تک سترہ آدمی نے ایک سو چھپن ۱۵۶ برس تک سلاطین دہلی کے ماتحت رہکر بنگال و بہار پر فرماں روائی کی اور ملک فخر الدین سلاحدار یعنی ۷۴۱ھ سے شاہ داؤد خاں افغان یعنی ۹۹۵ھ تک ۳۳۔ آدمی نے ۲۲۴ برس تک بنگال و بہار پر بالاستقلال حکومت کی اور ان خود سر سلاطین بنگال و بہار میں سے محمد شاہ اور خضر خاں ملقب بہ بہادر شاہ اور جلال الدین خاں اور تاج خاں کریانی اور سلیمان خاں کریانی اور بایزید خاں اور داؤد خاں افغان کریانی کا دارالسلطنت خواص پور ٹانڈہ تھا۔ شاہ داؤد خاں افغان کریانی کے بعد یعنی ۹۹۵ھ سے (جسکو حسین قلی خاں جہاں نے جو امرائے اکبری میں سے تھا قتل کر کے بنگال و بہار پر متصرف اور قابض ہوا تھا) عالمگیر ثانی تک یعنی ۱۷۹ سال تک حکام بنگال و بہار نے سلاطین مغلیہ کے ماتحت رہکر بنگال و بہار پر حکومت کی۔ پھر ۱۱۷۵ھ سے شاہ

عالم بن عالمگیر ثانی کی سلطنت کے ۴ ۲ سال گذرنے پر بنگال و بہار پر سرکار کمپنی بہادر کا تصرف اور قبضہ ہوا۔ چونکہ ان کل سلاطین اور صوبہ داران بنگال و بہار نے اس ضلع پر بھی حکومت کی۔ بایں وجہ ان لوگوں کے مختصر حالات سلسلہ بیان کی ترتیب قائم رکھنے کیلئے لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کتاب ہذا کی ازدیاد واقفیت کا ذریعہ ہو۔

ملک محمدؐ بختیار خلجی

اخیر راجہ ملک بنگال کا جس سے ملک محمدؐ بختیار خلجی نے بنگال لیا تھا۔ راجہ رائے لکھمن سین (جو سین خاندان کا اخیر راجہ تھا) کا بیٹا تھا۔ جب راجہ توجا کا جس نے رائے لکھمن کے بیٹے کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ انتقال کا وقت قریب آیا تو لدولد ہونیکی وجہ سے رائے لکھمن نامی ایک شخص کے لڑکے کو جو راجہ توجا کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اپنا ولیعہد اور قائم مقام بنا کر ملک بقا کا راہی ہوا۔ ملک محمدؐ بختیار خلجی نے اسی راجہ لپسر رائے لکھمن سے جو راجہ لکھمن سین کے نام سے مشہور تھا ملک بنگال کو لیکر دہلی کی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ اس زمانہ میں ملک بنگال کا دارالحکومت شہر ندیا تھا۔ جب ملک محمدؐ بختیار خلجی نے بنگال پر فتح حاصل کی تو شہر ندیا کی بجائے لکھنوتی کو جو اب گور کے نام سے مشہور ہے۔ بنگال و بہار کا دارالحکومت بنایا۔ اور تاریخ فرشتہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک محمدؐ بختیار خلجی لکھنوتی اور دیگر پرگنات

اور محالات بنگالہ پر متصرف اور قابض ہو کر خطبہ اور سکہ اس ملک کا اور جاجنگر اور دیوکوٹ کا جسکو بیربھوم بھی کہتے ہیں۔ اور بارسول کا اپنے نام سے جاری کیا اور بنگال کی سرحد پر شہر ندیا کے عوض ایک شہر رنگپور نام کا بسا کر اپنا دار الحکومت مقرر کیا۔ اور علی مردان خلجی کو جو اسکے اچھے سرداروں میں سے تھا بارسول اور دیوکوٹ وغیرہ کی ضبطی اور انتظام کیلئے مقرر کیا۔ خلاصہ یہ کہ ملک محمد بختیار خلجی بنگال اور بہار کو فتح کرکے کوچ بہار کو بھی اپنے تصرف اور قبضہ میں لاکر اپنی فتوحات کو انہیں صوبوں تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ بھوٹان تبت اور چین پر بھی حملہ کر بیٹھا۔ مگر بھوٹان و تبت وغیرہ سے ناکامیابی کیساتھ بہزار وقت و پریشانی واپس ہونا پڑا۔ بھوٹان وغیرہ سے ناکامیاب واپس ہونیکے بعد سنہ ۶۰۲ھ میں اس اولوالعزم اور بہادر سردار کا گور میں انتقال ہو گیا اور اسکی لاش بہار میں لیجا کر دفن کی گئی۔

اعزالدین محمد شیرانی

ملک محمد بختیار خلجی کے بعد اعزالدین محمد شیرانی نے کہ ملک بختیار خلجی نے اسکو باریسال کا عامل بنایا تھا۔ بنگال بہار اور کوچ بہار کی حکومت کی باگ ہاتھ میں لیکر استقلال اور خودسری کا دم بھرنے لگا۔

جب سلطان قطب الدین ایبک کو ملک بختیار خلجی کے انتقال اور اعزالدین محمد شیرانی کے تغلب کا حال معلوم ہوا تو امرائے دربار میں سے

ایک امیر کو جسکا نام قمر خاں رومی تھا شیرانی کے استیصال اور قلع قمع کیلئے دہلی سے روانہ کیا۔ قمر خاں رومی نے بنگال پہونچکر شیرانی اور اسکے معاونین کا استیصال اور قلع قمع کرکے سلطانی حکم کے بموجب بنگال اور بہار کو صوبوں کو بنگال و بہار کے امرا کے درمیان تقسیم کرکے خود دہلی چلا گیا۔

علاء الدین علی مردان خاں

قمر خاں رومی کے دہلی چلے جانیکے بعد سلطان قطب الدین ایبک نے علاء الدین علی مردان خاں کو بنگال و بہار کا حاکم بنا کر بھیجا۔ جدید حاکم کی آمد آمد کی خبر سنکر حسام الدین عوض اور دیگر امرائے خلجی نے اپنے جدید حاکم کو دریائے کوسی تک استقبال کرکے بمقام گور جو اس زمانہ میں بنگال و بہار کا دار السلطنت تھا لایا۔

جب سنہ ۶۰۷ھ میں سلطان قطب الدین ایبک کا انتقال ہوگیا تو علاء الدین علی مردان خاں نے خود مختار ہوکر اپنے ماتحت کے صوبوں کو دہلی کی سلطنت کی اطاعت اور تبعیت سے انکار کیا۔ اور اپنی حیات تک آزادی کیساتھ ان صوبوں پر حکومت کرتا رہا۔

حسام الدین عوض

علاء الدین علی مردان خاں کے بعد سنہ ۶۱۲ھ میں حسام الدین عوض بنگال و بہار کا حاکم ہوا۔ اس نے اپنا لقب غیاث الدین رکھا اس بادشاہ

سے دس برس تک بنگال و بہار پر حکومت کی۔ چونکہ اپنی حکومت کے زمانہ میں کبھی سلطانی مالگذاری ادا نہیں کی تھی اسلیئے سلطان شمس الدین نے اس پر فوج کشی کرکے بہار کو فتح کر لیا۔ غیاث الدین سے جب بہار کی حفاظت سلطان کے مقابلے میں نہ ہو سکی تو اس نے سلطانی حملہ سے بنگال کے بچ رہنے کو غنیمت سمجھکر سلطان سے مصالحت کر لی۔ سلطان نے اپنی طرف سے ملک علاء الدین کو بہار کا ناظم بنا کر دہلی چلا گیا۔

سلطان کی واپسی کے بعد غیاث الدین نے ملک علاء الدین سے بہار کو چھینکر پھر اپنے قبضہ و تصرف میں کر لیا۔ سلطان کو جب غیاث الدین کی اس تمردی اور بد عہدی کا حال معلوم ہوا تو بڑا افروختہ ہو کر اپنے لڑکے ناصر الدین کے ماتحت ایک بہت بڑی فوج دیکر بہار کیطرف روانہ کیا۔

شاہزادہ جلدروی کر کے بنگال کے دار الامارت کے قریب پہنچ گیا اسوقت شاہ غیاث الدین مشرقی بنگال کے راجاؤں کے ساتھ سرگرم پیکار تھا۔ جب اسکو سلطانی فوج کی آمد آمد کی خبر معلوم ہوئی۔ تو گھبرا کر اپنی کل فوج کیساتھ دار الامارت بنگالہ لکھنوتی یعنے گور کیطرف روانہ ہوا مگر اسکے پہونچنے سے پہلے ہی شاہزادہ ناصر الدین لکھنوتی کے قلعہ اور فوج پر قابض ہو چکا تھا۔

سلطان غیاث الدین قلعہ کے باہر اپنی فوج لیکر قتال و جنگ کیلیئے مستعد ہوا۔ شاہزادہ نے بھی قلعہ سے نکلکر شاہ غیاث الدین سے مقابلہ کیا۔

بالآخر سخت جنگ و جدل کے بعد ناصرالدین کو فتح حاصل ہوئی۔ اور شاہ غیاث الدین میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ اس فتح کے بعد سلطان شمس الدین التمش نے شاہزادہ ناصرالدین کو ممالک بہار و بنگال کی سلطنت سپرد کردی

سلطان ناصرالدین بن سلطان شمس الدین التمش

سلطان ناصرالدین کے وقت میں کتاب طبقات ناصری لکھی گئی تھی بنگال و بہار کے اس بادشاہ نے سنہ ۶۲۶ھ میں قضا کی۔ اور بمقام گور مدفون ہوا۔ سلطان ناصرالدین کے انتقال کے بعد امرائے خلجی نے انتظام سلطنت میں انواع واقسام کے فساد اور خلل اندازی شروع کردی۔

سلطان شمس الدین التمش بیٹے کی جوانا مرگی کے صدمہ اور ضعف پیری کے باوجود بنگال و بہار پر بہ نفس نفیس فوج کشی کرکے کل خرخشوں اور امرائے خلجی کے فتنہ و فساد سے ملک کو پاک اور صاف کرکے بنگال اور بہار کی حکومت امیر علاءالدین کے سپرد کرکے دہلی چلا گیا۔ امیر علاءالدین چار برس حکومت کرنے پایا تھا کہ مرگ طبعی سے قضا کرگیا۔ اسکے مرنے پر سیف الدین نے بنگال و بہار کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر تین برس کے بعد کسی نے زہر دیکر اسکا بھی خاتمہ کردیا

طغان خاں

سیف الدین کے انتقال کے بعد طغان خاں بنگال اور بہار کی حکومت

پر متصرف اور قابض ہوا ۔ سلطانہ رضیہ کی سلطنت کے زمانہ میں جو اپنے باپ
سلطان شمس الدین التمش کے بعد دہلی کی تخت سلطنت پر بیٹھی تھی بہت سی
جواہرات وغیرہ بھیجکر اپنی اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا ۔ سلطانہ
رضیہ طغان خاں کی اس اطاعت اور ارسال تحفہ تحائف کے بدلے میں ممالک
بنگال و بہار کی حکومت پر اسکو بحال اور برقرار رکھنے کے علاوہ اپنے مراحم
خسروانہ سے اسکی عزت افزائی کی ۔ جب طغان خاں کا انتقال ہوگیا تو اسکے بعد
تیمور خاں قران بنگال و بہار کا بادشاہ ہوا ۔ مگر دو برس کے بعد یہ بھی مرگیا
تیمور خاں کے مرنے پر سیف الدین خاں نامی ایک ترکی غلام نے بنگال و
بہار کی حکومت پر متصرف اور قابض ہوکر سات برس باطمینان خاطر سلطنت
کی بالآخر اس نے بھی عدم آباد کا راستہ لیا ۔

طغرل خاں

طغرل خاں جو سلطان شمس الدین التمش کے غلاموں میں سے تھا بنگال
و بہار کی حکومت پر فائز ہوا ۔ [illegible] سے منحرف
ہوکر خود سری اور آزادی کا دم بھرنے لگا ۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے
فوج کشی کرکے طغرل خاں کو استیصال اور قلع قمع کرکے اپنے بیٹے ناصر الدین
بغرا خاں کو بنگال و بہار کی حکومت سپرد کرکے دہلی چلا گیا ۔ سلطان ناصر الدین
بغرا خاں نے اپنے باپ سلطان غیاث الدین بلبن کی حکومت کے زمانہ سے

سلطان علاء الدین خلجی کی ابتدائے سلطنت کے زمانہ تک بنگال و بہار پر حکومت کی۔

جب سلطان علاء الدین خلجی کی سلطنت مستحکم ہوگئی تو ناصرالدین بغرا خاں نے کسی مصلحت کی وجہ سے بنگال و بہار کی حکومت سے استعفا دیدیا۔ مگر سلطان علاء الدین خلجی نے سلطان ناصرالدین بغرا خاں کی خاندانی وجاہت اور وقار کو پیش نظر رکھکر مراحم خسروانہ سے کام لیا اور بنگال کے دو حصے کر کے مشرقی بنگال کی حکومت بہادر خاں کو اور مغربی بنگال کی حکومت ناصرالدین بغرا خاں کو سپرد کی۔ ناصرالدین بغرا خاں کا دارالحکومت گور تھا۔ اور بہادر خاں نے اپنا دارالسلطنت سنارگاؤں کو جو جہانگیر نگر ڈھاکہ کے متصل ہے۔ بنایا۔ سلطان علاء الدین خلجی کی حیات تک تو بہادر خاں نے اطاعت کی مگر سلطان علاء الدین کے انتقال کے بعد دہلی کی سلطنت کی اطاعت سے منحرف ہوکر مستقل طور پر سلطنت کرنے لگا۔ سلطان غیاث الدین تغلق نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں بہادر خاں پر فوج کشی کی۔ جب سلطان بہار کے علاقے میں پہنچا تو ناصرالدین بغرا خاں نے پیشقدمی کر کے لکھنوتی سے نکلکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بہت سی بیش قیمت چیزیں از قسم جواہرات وغیرہ پیش کی۔ سلطان غیاث الدین تغلق ناصرالدین بغرا خاں سے خوش ہوکر لکھنوتی کا علاقہ یعنے مغربی بنگال کو اسکی دائمی جاگیر میں عنایت کردی۔ اور بہادر خاں سلطانی افواج کی یورش اور حملہ سے خائف

ہو کر خود سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا

سلطان غیاث الدین تغلق بہادر خاں کو اپنے ساتھ لیکر دہلی واپس چلا گیا اور اپنی فوج کے ایک افسر بہرام خاں کو تاتار خاں کا خطاب دیکر مشرقی بنگال کی حکومت پر مقرر کیا۔ جب ناصر الدین بغرا خاں کا انتقال ہو گیا تو مغربی بنگال کی حکومت قدر خاں کو سپرد ہوئی۔ اس جدید انتظام کی بنا پر دو مستقل حکمران بنگال پر حکومت کرنے لگے۔ مغربی بنگال پر قدر خاں اور مشرقی بنگال پر تاتار خاں

ان دونوں حکمرانوں نے ۱۴ برس تک بنگال پر حکومت کی۔ مگر ان دونوں میں سے کسیکو ایک دوسرے سے کبھی کسی قسم کی شکایت اور رنجش نہیں ہوئی۔ جب تاتار خاں کا انتقال ہو گیا اور محمد شاہ تغلق گجرات کے علاقہ کی ترتیب اور انتظام میں مشغول تھا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر فخر الدین سلاحدار نے جو تاتار خاں کے امرا میں سے تھا مغربی بنگال پر متصرف اور قابض ہو کر مستقل طور پر سلطنت کرنے لگا محمد شاہ تغلق کو جب فخر الدین سلاحدار کی شورش اور تغلب کا حال معلوم ہوا تو قدر خاں کو جو مغربی بنگال کا حاکم تھا۔ فخر الدین سلاحدار کی شورش اور فتنہ کے ازالہ اور دفع اور اسکے استیصال کیلئے مامور کیا۔ قدر خاں نے سلطان محمد شاہ تغلق کے حکم کے بموجب فخر الدین سلاحدار پر فوج کشی کرکے اسکو مشرقی بنگال کے حدود سے نکال باہر کر دیا۔ جب فخر الدین سلاحدار کی شورش کا ازالہ اور دفعیہ علیٰ وجہ الکمال ہو چکا تو قدر خاں نے خراج سلطانی جو بہت دلوں سے دہلی نہیں بھیجا تھا۔ جمع کرکے دہلی روانہ کیا

مگر فخرالدین سلاحدار مغلوبی کے بعد بھی چونکہ بنگال کی سلطنت کے حصول کی فکر میں ہمہ تن معروف تھا اور قدرخاں سے انتزاع ملک کے ذرائع اور وسائل کی فکر سے غافل نہیں تھا یہ سنکر کہ قدرخاں حاکم بنگالہ نے خراج سلطانی دہلی روانہ کیا ہے۔ بنگال کی فوج سے ساز باز کرکے اس خزانہ کو لوٹ لیا اور اسکے بعد کسی حیلہ سے قدرخاں کو بھی مروا ڈالا۔ اب کیا تھا میدان کو اغیار کے وجود سے خالی پاکر بلا اشتراک غیر کل ممالک بنگال و بہار پر متصرف اور قابض ہو کر باطمنان خاطر مستقل اور آزادانہ سلطنت کرنے لگا۔

اسی فخرالدین سلاحدار کے وقت سے شاہ داؤد خاں افغان کرانی تک کل سلاطین بنگال و بہار نے ان ممالک پر مستقل اور آزادانہ حکومت کی ہیں۔ اور ان خود سر سلاطین بنگال و بہار میں سے بہت سے بادشاہوں کا دارالسلطنت خواص پور ٹانڈہ تھا۔ چونکہ خواص پور ٹانڈہ مضافات پورنیہ میں سے تھا اسلئے سلسلۂ بیان کی ترتیب کیلئے کل خودسر سلاطین بنگال و بہار کے مختصر حالات ذیل کے صفحات میں بیان کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کتاب ہذا کے ازدیاد معلومات کا ذریعہ ہو۔

خودسر سلاطین بنگال و بہار شاہ فخرالدین سلاحدار

سابق کے صفحات میں یہ بیان کردیا گیا ہے کہ ۷۴۲ھ میں فخرالدین سلاحدار نے قدرخاں کو جو سلطان محمد فخرالدین جونا بن سلطان غیاث الدین

تغلق کیطرف سے بنگال و بہار کا صوبہ دار تھا ۔ قتل کرکے خود کل بنگال و بہار کا بادشاہ بن بیٹھا ۔ چونکہ محمد شاہ تغلق کی تلون مزاجی اور غفلت کیوجہ سے دہلی کی سلطنت کا انتظام درہم برہم ہورہا تھا ۔ بایں وجہ محمد شاہ تغلق کو بنگال و بہار کے انتظام اور فخر الدین سلاحدار کی تمردی ۔ ۔ شی کے ازالہ اور دفعیہ کیطرف توجہ کرنیکا موقع نہیں ملا ۔ سلطان فخر الدین سلاحدار نے ۱۲ سال تک حکومت کی ۔ بالآخر علاء الدین عرف ملک علی جیوہ نے جو قدر خاں کی فوج کا بخشی تھا شاہ فخر الدین سلاحدار کو قتل کرکے بنگال و بہار کی سلطنت پر قابض ہوگیا ۔ شاہ علاء الدین کی سلطنت کے چار سال اور چند مہینے گذرے تھے کہ حاجی الیاس نے جو شاہ علاء الدین کی فوج کا افسر تھا لکھنوتی کے قلعہ کی فوج کو اپنے اتفاق میں لاکر سلطان علاء الدین کو قتل کرڈالا ۔ اور بنگال و بہار کا بادشاہ بن بیٹھا ۔ قصبہ حاجی پور جو ضلع مظفرپور کا سب ڈویژن ہے اسی حاجی الیاس بادشاہ بنگال و بہار کا آباد کیا ہوا ہے ۔ اور حاجی پور میں لب دریا ایک مسجد بھی ابتک اسی بادشاہ کی یادگار موجود ہے ۔

اس بادشاہ نے سنارگاؤں کی بجائے جو قدر خاں کے وقت سے بنگال کا پایۂ تخت تھا ۔ پنڈوہ کو ملک بنگال و بہار کا دار الحکومت بنایا ۔ سلطان شمس الدین بھنگڑہ عرف حاجی الیاس کے زمانہ میں دہلی کا بادشاہ سلطان فیروز شاہ تھا ۔ سلطان فیروز شاہ نے متعدد بار حاجی الیاس پر فوج کشی کی مگر ہر مرتبہ کی سعی وکوشش بیکار نکلی ۔ حاجی الیاس نے ۱۲ برس تک حکومت

کی اسکے بعد شاہ سکندر بن شاہ شمس الدین عنگرہ عرف حاجی الیاس نے ۱۲
سال باطمینان تمام بادشاہت کی ۔ اسی شاہ سکندر بن شاہ شمس الدین نے
پنڈوہ شریف میں مسجد آدینہ تیار کی تھی یہ مسجد درگاہ پنڈوہ شریف سے ایک
کوس اوتر واقع ہے ۔ اس مسجد کے صرف ایک طرف ایک سو(۱۸۰) اسی گنبد ہیں ۔
سکندر شاہ کے بعد شاہ غیاث الدین بن شاہ سکندر نے ۱۵ برس چند مہینے
سلطنت کی اور حضرت مخدوم نور قطب عالم پنڈوی کا زمانہ اور اس بادشاہ
کا زمانہ ایک ہی تھا ۔

اسی شاہ غیاث الدین نے حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی
شہرت سنکر اپنے دربار میں انکو تشریف آوری کی تکلیف دی تھی ۔ حافظ
شیرازیؒ جب دریائے سندھ تک پہونچے ۔ دریا کی طغیانی اور کشتی کے ذریعہ
دریا پار ہونیکی مصائب اور خطرہ دیکھکر خائف ہوگئے اور شیراز واپس چلے
گئے ۔ اور شیراز پہنچکر ایک غزل لکھکر بادشاہ کی خدمت میں بھیجدی اس
غزل کا ایک شعر یہ ہے ۔ ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

شاہ غیاث الدین کے بعد سلطان السلاطین بن شاہ غیاث الدین
نے گیارہ سال بعدہٗ سلطان شمس الدین بن سلطان السلاطین نے پانچ
سال سلطنت کی ۔ اسکے بعد راجہ کانس نے جو بنگال کے زمیندار و رئیس تھے
تھا سلطان شمس الدین کا کوئی وارث سلطنت نہ رہنیکی وجہ سے ۵ سال

چند ماہ تک حکومت کی ۔ راجہ کانس کے بعد سلطان جلال الدین بن راجہ
کانس نے جو مسلمان ہو گیا تھا ۔ اپنے نام سے خطبہ اور سکہ جاری کرکے ۱۹ برس
چند مہینے سلطنت کی ۔ سلطان جلال الدین نے اپنی حکومت کے زمانہ میں
پنڈوہ کی بجائے پھر گور کو بنگال و بہار کا دارالسلطنت بنایا ۔ اس سلطان
جلال الدین کی قبر درگاہ پنڈوہ شریف کے متصل جانب شمال و مشرق
ایک بہت بڑے گنبد میں ہے ۔ سلطان جلال الدین بن راجہ کانس کے بعد
احمد شاہ بن سلطان جلال الدین بن راجہ کانس ۱۷ سال سریر آرائے
سلطنت رہا ۔ احمد شاہ کے بعد سلطان ناصر بن سلطان احمد شاہ بن سلطان
جلال الدین سات روز اسکے بعد ناصر شاہ جو سلطان شمس الدین کے احفاد
میں سے تھا دو سال اسکے بعد سلطان باربک شاہ عرف ناصر جو سلطان
ناصر شاہ کا غلام تھا ۔ سلطان ناصر کو قتل کرکے بادشاہ بنا تھا ۱۹ سال اسکے
بعد یوسف شاہ باربک شاہ کا بھتیجا ۸ سال ۔ پھر سلطان سکندر نے چند روز
سلطنت کی ۔ اسکے بعد فتح شاہ نے ۹ سال چند مہینے حکومت کی ۔ اسکے
بعد نازک شاہ خواجہ سرا فتح شاہ کا جو فتح شاہ کو قتل کرکے تخت سلطنت پر بیٹھا
تھا ۔ دو ماہ پندرہ روز اسکے بعد فیروز شاہ ۳ سال چند ماہ پھر محمود شاہ
بن فیروز شاہ ایک برس چند روز پھر مظفر شاہ حبشی خواجہ سرا محمود شاہ کا
محمود شاہ کو قتل کرکے سلطنت حاصل کی تھی ۔ ایکسال پانچ ماہ ۔ پھر سلطان
علاء الدین معروف بہ سید شریف مکی نے جو مظفر شاہ کے نوکروں میں سے تھا

مظفر شاہ کو قتل کر کے تخت حکومت پر متمکن ہوا تھا۔ ۲۰ سال سلطنت کی اسی سلطان علاء الدین نے حضرت مخدوم نور قطب عالم پنڈوی رحمتہ اللہ علیہ کے لنگر کے خرچ کے واسطے چند مواضعات واگذاشت اور معاف کیا تھا۔ اسکے بعد نصیب شاہ بن سلطان علاء الدین نے ۱۴ برس حکومت کی اسی نصیب شاہ نے گور میں سونا مسجد طلائی بنوائی تھی جو کہ ابتک موجود ہے۔ نصیب شاہ کی سلطنت کے دور میں شیر شاہ نے قوت بہم کر کے نصیب شاہ کے تصرف اور قبضہ سے بنگال اور بہار کو نکالکر خود بادشاہ بن بیٹھا مگر شہنشاہ ہمایون بن سلطان ظہیر الدین بابر نے بنگال و بہار کو شیر شاہ کے قبضہ سے نکال کر اپنی طرف سے جہانگیر قلی کو کہ ہمایون کے امرائے بزرگ میں سے تھا بنگال و بہار کی حکومت سپرد کر دی۔ جب شیر شاہ نے ہمایون کو دوسرے مرتبہ کی لڑائی میں شکست دیکر دہلی کی طرف بہگا دیا تو دوبارہ بنگال و بہار پر متصرف اور قابض ہو کر جہانگیر قلی کو لطائف الحیل سے اپنے پاس بلا کر قتل کر ڈالا۔ اور محمد خان مخاطب بہ بہادر خاں کو کہ اسکے امرائے معتمدین میں سے تھا۔ بنگال و بہار کا حاکم بنا دیا محمد خاں مخاطب بہ بہادر شاہ حاکم بنگال و بہار کہ اسکا دار الامارت خواص پور ٹانڈہ تھا۔ شیر شاہ کے وقت سے عادل شاہ کی ابتدائے حکومت کے زمانہ تک شیر شاہ کے خاندان کے سلاطین کی اطاعت پر قائم رہا۔ مگر آخیر میں عادل شاہ کی جود اور اقربا کشی کو دیکھکر عادل شاہی اطاعت سے منحرف ہو کر خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کر کے مستقل اور آزادانہ طور پر سلطنت کرنے لگا۔

جب محمد خاں بمقام کالپی عادل شاہ کی لڑائی میں مارا گیا۔ تو اسکی مفرور فوج نے
اسکے بیٹے خضر خاں کو اپنا حاکم اور بادشاہ بنالیا اور خضر خاں نے اپنا لقب بہادر شاہ
رکھا۔ محمد خاں کے قتل سے شہباز خاں نے بنگال و بہار کی سلطنت حاصل کرنیکا
موقع دیکھکر بنگال و بہار کی سلطنت پر قبضہ جمالیا۔

اپنے باپ محمد خاں کے خون کا بدلہ لینا اگرچہ بہادر شاہ کیلئے ضروری تھا۔ مگر
مصالح وقت کو پیش نظر رکھکر بنگال لوٹ آیا۔ ادھر شہباز خاں۔ محمد خاں کے قتل
اور کالپی کی شکست کا حال سنکر اور بھی قوی اور دلیر ہو گیا تھا۔ مگر بہادر شاہ نے بنگال
پہونچکر شہباز خاں کی قوت اور جمعیت کو اسطرح سے توڑ ڈالا کہ شہباز خاں کو
بار دیگر بہادر شاہ کے مقابلہ کی سکت اور طاقت باقی نہ رہی۔ شہباز خاں کی طرف
سے اطمنان حاصل کرکے بہادر شاہ اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینیکی فکر کر رہا تھا
کہ اسکو معلوم ہوا کہ عادل شاہ بہت بڑی جمعیت اور فوج کے ساتھ اسکی طرف
آرہا ہے۔ بہادر شاہ بھی اپنی فوج لیکر عادل شاہ سے جنگ کرنیکے عزم اور ارادہ
سے آگے بڑھا۔ مونگیر میں ہر دو فریق کے درمیان سخت آویزش اور جنگ واقع
ہوئی۔ اس لڑائی میں عادل شاہ مارا گیا۔ بہادر شاہ فتح و نصرت کے ساتھ خوشی
کا نقارہ بجاتا ہوا اپنے دار السلطنت ٹانڈہ میں آگر کچھ دنوں کے بعد قضا کر گیا۔

بہادر شاہ کے مرنیکے بعد اسکا چھوٹا بھائی جلال الدین خاں ولایت۔
بنگال و بہار کا مالک ہوا۔ تاج خان کررانی کہ شاہ عدلی یعنے عادل شاہ سے

ناخوش ہو کر گوالیار کے قلعہ کے دیوان خانہ سے فرار ہو کر راہی بنگال ہوا تھا اور راستہ میں شاہ عدلی کے بعض اعمال خالصہ کو ہاتھ کر کے اقسام نقد وجنس سے جو کچھ بھی میسر ہوا اور ہاتھ آیا اپنے تصرف اور قبضہ میں کر لیا۔ اور ایک حلقہ ہاتھی کا سو زنجیر ہاتھی مراد ہے۔ شاہ عدلی کے پرگنات سے لیکر اپنے بھائیوں عماد خاں اور سلیمان خاں اور الیاس خاں کے ساتھ کہ دریائے گنگ کے بعض ولایات اور خواص پور ٹانڈہ کے حاکم تھے آکر ملگیا چونکہ تاج خاں بھی بنگال وبہار کی سلطنت کے حصول کی تاک میں لگا ہوا تھا۔ اور بہادر شاہ کے چھوٹے بھائی جلال الدین خاں سے صفائی بھی نہیں تھی۔ بایں وجہ جب جلال الدین خاں کا انتقال ہو گیا تو بنگال وبہار کی سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور سلطنت کرنے لگا۔ تاج خاں کے انتقال کے بعد اوسکا چھوٹا بھائی سلیمان خاں کریانی بنگال اور بہار کا بادشاہ ہوا

سلیمان خاں کریانی

سلیمان خاں کریانی اور اوسکا بڑا بھائی تاج خاں کریانی امرائے سلیم شاہی میں سے تھے۔ جب سلیمان خاں کریانی اپنے بڑے بھائی تاج خاں کریانی کے بعد بنگال وبہار کا بادشاہ ہوا تو ملک کا انتظام اس بادشاہ کے وقت میں بیحد عمدہ رہا۔ یہ بادشاہ بیحد مدبر اور انتظام اور تدابیر ملکی میں بہت بڑا ہوشیار اور دور اندیش تھا اس بادشاہ نے مصالح ملکی کو پیش نظر رکھکر شہنشاہ اکبر سے صلح کر لی تھی۔ جملہ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جلوس اکبری کے بارھویں سال جب خانزماں

اور بہادر خاں کی شورش اور فتنہ کی آگ آب شمشیر اکبری سے بجھ گئی۔ تو ان دونوں
بھائیوں کے علاقے کو جو جونپور سے دریائے چوسا کے کنارہ تک تھے خانخانان کو تفویض
ہوئی خانخانان نے اسی سال اپنی حسن تدابیر اور کاروانی سے سلیمان خاں کریانی
سے صلح کر کے شہنشاہ اکبر کے نام خطبہ اور سکہ کل ولایت بنگال اور بہار میں جاری
کرایا۔ سلیمان خاں کریانی نے خانخانان کے ساتھ صلح کر کے اکبری حملہ کے اندیشہ
اور خوف سے مطمئن ہو کر اڑیسہ اور کوچ بہار کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں داخل
کر لیا۔ ان ہر دو ممالک مفتوحہ کے نظم و نسق کو مستحکم اور درست کر کے اپنے دارالسلطنت
ٹانڈہ میں واپس آکر کامرانی اور عیش کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔ اور جبتک زندہ
رہا شہنشاہ اکبر کی مصالحت پر قائم رہا۔ اور رعایا کو خوش رکھا۔ بالآخر بنگال و بہار
کا یہ نامور اور مدبر اور ہر دلعزیز بادشاہ ۹۸۰ھ میں مرگ طبعی سے انتقال کر گیا

بایزید خاں و داؤد خاں کریانی

سلیمان خاں کریانی کے بعد اسکا بڑا بیٹا بایزید خاں بنگال اور بہار کی
حکومت کے تخت پر بیٹھا اور شہنشاہ اکبر کی مصالحت سے منحرف ہو کر اپنے باپ
کے عہد کو توڑ ڈالا۔ اور سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کیا۔ مگر چونکہ یہ بادشاہ
بیحد تند مزاج اور سخت گیر تھا۔ امرائے دربار۔ انکی ان حرکتوں سے بیحد پریشان
اور خائف رہتے تھے۔ بالآخر ہانسو بن عمادنے کہ بایزید خاں کا عم زاد بھائی اور
داماد بھی تھا۔ کچھ لوگوں کو اپنے اتفاق میں کر کے بایزید خاں کو قتل کر ڈالا۔

لودی خاں نے کہ سلیمان خاں کریانی کے وقت سے وزارت کے عہدہ پر سرفراز اور اسکی سلطنت کا رکن اعظم اور ولایت بنگال کا نفس ناطقہ تھا. سلیمان خاں کریانی کے چھوٹے لڑکے داؤد خاں کو تخت سلطنت پر بیٹھا کر بالسو بیہر عماد کو قتل کر ڈالا. بنگال میں لودی خاں۔ داؤد خاں کی سلطنت کی استحکام کی تدابیر میں سرگرم تھا۔ اور ادہر بہار میں گوجر خاں کریانی نے کہ اپنے کو بہت بڑا صاحب قوت اور تلوار کا دھنی سمجھتا تھا۔ بایزید خاں کے لڑکے کو بہار کا بادشاہ بنالیا۔ اور آپس میں خانہ جنگی شروع کر دی۔ جب گوجر خاں کریانی کی کارروائی کا حال لودی خاں کو معلوم ہوا۔ تو لشکر جرار لیکر گوجر خاں کے فساد کو مٹانے کیلئے۔ گوجر خاں پر چڑہائی کر دی۔ چونکہ گوجر خاں بھی لودی خاں کی طرف سے مطمئن نہیں تھا. وہ بھی پہلے ہی سے سامان حرب سے طیار ہو کر تھا۔ اپنی جمعیت کے ساتھ لودی خاں کے مقابلہ کیلئے طیار ہو گیا. مگر لودی خاں نے ایسی حکمت عملی سے کام لیا اور کچھ ایسا منتر پڑھا۔ کہ گوجر خاں لودی خاں کا کلمہ پڑھنے لگا بنگال و بہار کے امرا کی آپس کی ناچاقی اور اختلاف اور خانہ جنگی سے خانخانان نے جو اسی دن کے انتظار اور تاک میں تھا۔ بنگال اور بہار کی فتح کا اچھا موقع سمجھکر شہنشاہ اکبر کو کل حالات سے مطلع کر کے بنگال اور بہار پر حملہ کرنیکا حکم منگوا کر افواج قاہرہ کے ساتھ دریائے سون پار ہو کر اپنا پڑاؤ ڈالا۔

جب شاہ داؤد خاں کو خانخانان کے عزم اور حملہ آوری کا حال

معلوم ہوا تو یہ خیال کر کے کہ خانخانی حملہ میں شاید لودی خاں کا بھی ہاتھ اور سازش ہے۔ اس بیجا وہم سے خائف ہو کر سب سے پہلے لودی خاں کو کہ جسکی اعانت اور مدد سے بنگال اور بہار کی حکومت انکو ملی تھی۔ مروا ڈالا۔ اور بلا کسی جنگ و جدال کے اپنی فوج کے ساتھ پٹنہ کے قلعہ میں متحصن اور محصور ہو گیا۔ دریائے سون سے پٹنہ تک بلا تحریک آلات حرب خانخانان کے تصرف اور قبضہ میں آ گیا۔ خانخانان پٹنہ کے قلعہ کا محاصرہ کر کے ہر طرح سے شاہ داؤد خاں کو مجبور کرنا شروع کیا مگر داؤد خاں بھی چونکہ ایسا تر لقمہ نہیں تھا کہ خانخانان اسکو فوراً نگل جاتا۔ جب خانخانان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو شہنشاہ اکبر کو کل حالات سے مطلع کر کے تسخیر قلعہ کیلئے۔ خود اکبر بادشاہ کو تشریف آوری کی تکلیف دی۔

شہنشاہ اکبر خانخانان کے التماس کے بموجب بہ سواری کشتی ۹۸۳ھ کو آگرہ سے پٹنہ پہونچا۔ شہنشاہ اکبر کے آنے پر خانخانان کی طاقت ایسی نہیں رہی کہ شاہ داؤد خاں بہ اطمنان پٹنہ کے قلعہ میں بیٹھ رہ سکتا داؤد خاں نے جب دیکھا کہ خود اکبر بادشاہ خانخانان کی اعانت اور امداد میں پہونچ گیا۔ اب دونوں سے مقابلہ کرنا اور اس قلعہ میں بیٹھ رہنا دونوں امر میرے لئے ہلاکت کا ذریعہ ہے۔ صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ جب داؤد خاں کے لوگوں نے دربار اکبری میں حاضر ہو کر داؤد خاں کی طرف سے صلح کا پیغام پہونچایا تو شہنشاہ اکبر نے تین شرطیں پیش کیں اور کہا کہ داؤد خاں ان تین شرطوں میں سے کسی

ایک شرط پر عمل کرے۔ پہلی یہ کہ داؤدخاں خود میدان میں تنہا آوے۔ اور اس طرف سے میں بھی تنہا جاتا ہوں۔ ہم دونوں میں سے جو غالب ہوگا۔ ملک اسیکا ہوگا۔ اگر ایسا نہ کرکو تو اپنے امرائے دربار میں سے کسی ایسے شخص کو جو زور و شجاعت میں اپنا مثل نہ رکھتا ہو میدان جنگ میں بھیجے۔ میں بھی ادھر سے ایک امیر کو اپنے امرائے دربار میں سے منتخب کرکے بھیجتا ہوں۔

جس طرف کا آدمی اپنے حریف اور مقابل کو مغلوب کرے فتح اسی کی سمجھی جائے اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو اپنے ہاتھیوں میں سے ایک ایسا ہاتھی جو جرأت اور عظمت اور طاقت میں اسکے نزدیک ممتاز ہو۔ میدان میں بھیجے۔ میں بھی اپنا ایک ہاتھی منتخب کرکے بھیجتا ہوں۔ جسکا ہاتھی میدان جیت لے فتح اسی کی متصور ہو۔ داؤدخاں ان شرائط اکبری میں سے کسی شرط کو منظور نہ کرسکا۔ داؤدخاں اور شہنشاہ اکبر کے درمیان یہ سب باتیں ہو رہی تھیں کہ اسی اثنا میں اکبر کی فوج نے حاجی پور کو داؤدخاں کے لوگوں سے چھین لیا اور پٹنہ کے قلعہ کا بھی محاصرہ شدومد کے ساتھ ہونے لگا۔ داؤدشاہ اپنے امرائے دربار اور رفقا کی فہمائش اور رائے کے مطابق پٹنہ کے قلعہ کو چھوڑ کر شباشب ملک بنگال کا راہی ہوا۔ صبح کے وقت جب داؤدشاہ کی فرار کی خبر اکبر بادشاہ کو معلوم ہوئی تو بسواری اسپ شاہ داؤدخاں کے تعاقب میں دریائے پن پن سے گذر کر تیس کوس تک چلا آیا۔ مگر داؤدشاہ ہاتھ نہ آیا۔ مجبوراً منعم خانخاناں کو بیس ہزار فوج دیکر داؤدشاہ کی استیصال اور ملک بنگال کو فتح کرنے کیلئے

مامور اور معتزر کر کے خود آگرہ چلا گیا۔ اکبری فوج کے خوف سے شاہ داؤد خاں اپنے دار الامارت ٹانڈہ میں بھی نہ ٹہر سکا بھاگا بھاگا اڑیسہ میں جا کر دم لیا۔ خانخانان بلا جنگ و جدال شاہ داؤد خاں کے مقبوضہ اور مستحکم مقامات پر متصرف اور قابض ہو گیا۔

جب خانخانان کو معلوم ہوا کہ داؤد خاں بھاگ کر اڑیسہ میں مقیم ہے محمد قلی خاں کی ماتحتی میں کچھ فوج دیکر داؤد خاں کی تعاقب میں روانہ کر کے خود بنگال اور بہار کے دار الامارت ٹانڈہ میں جا کر ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ داؤد خاں خانخانان سے متعدد بار جنگ کر کے مجبور اور پریشان ہو کر کٹک کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔ بالآخر صلح کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھکر خانخانان سے صلح کر لی اور عمدہ عمدہ چیزیں از قسم جواہرات اور بہت سے ہاتھی وغیرہ بطور پیشکش و نذرانہ اپنے لڑکے کے ساتھ دیکر شہنشاہ اکبر کے حضور میں روانہ کیا۔ منعم خاں خانخانان نے اکبر بادشاہ کے حکم کے بموجب صوبہ اڑیسہ کو داؤد خاں بادشاہ کے گذر اوقات کیلئے دیدیا۔ ان امور کے انتظام کے بعد خانخانان بنگالہ واپس چلا آیا۔ مگر ٹانڈہ دار الامارت بنگال و بہار کی آب و ہوا کچھ اس طرح خراب ہو گئی کہ ہزاروں جانیں موت کا لقمہ بن گئیں۔ خانخانان نے اپنے کل عملہ اور کارخانہ جات اور فوج کو گور بھیجکر خود بھی گور چلا گیا۔ مگر وہاں بھی موت نے اسکو مہلت نہیں دی۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد سنہ ۹۸۳ھ میں بمقام گور۔ داعی اجل کو لبیک کہتا ہوا ملک بقا کا راہی ہوا۔

حسین قلی خانجہاں

منعم خاں خانخاناں کے انتقال کے بعد داؤد خاں نے عہد مصالحت کو پھر توڑ ڈالا اور بالاستقلال سلطنت، ورخودسری کا دم بھرنے لگا۔ اور بنگال کے اکثر علاقوں پر متصرف اور قابض ہوگیا بنگال کے اس فتنہ کو روکنے اور یہاں کے انتظام کیلئے اکبر بادشاہ نے حسین قلی خانجہاں کو پنجاب سے طلب کرکے بنگال اور بہار کا صوبہ دار بناکر بھیجا اور راجہ ٹوڈرمل کو بھی اسکی اعانت اور مدد کیلئے مامور کیا۔

جو امرائے بنگال کہ داؤد شاہ کے خوف سے بنگال چھوڑکر بھاگلپور کی طرف جا رہے تھے۔ خانجہاں کی آمد آمد کی خبر سنکر اطراف بھاگلپور میں آگر خانجہاں سے ملاقات کرکے بنگال کی حالت اور شاہ داؤد خاں کی استیلا اور غلبہ کی کیفیت سے خانجہاں کو مطلع کیا۔ خانجہاں ان کل امرائے بنگال کو جو انکے ساتھ دینے کے لئے طیار اور آمادہ تھے۔ اپنے ساتھ لیکر تلیا گڈھی کی طرف روانہ ہوا۔ شاہ داؤد خاں کی طرف سے گڈھی کی حفاظت کیلئے جو فوج متعین اور مقرر تھی۔ خانجہاں کے حملہ کی تاب نہ لاسکی خانجہاں گڈھی کو توڑکر اسکے قرب و جوار کے مقامات کو مسخر اور فتح کرکے ٹانڈہ تک جو دارالامارت بنگالہ کا تھا متصرف اور قابض ہوگیا۔ خانجہاں کی آمد آمد کی خبر سنکر شاہ داؤد خاں راج محل کو فوج اور سامان حرب سے مستحکم اور مضبوط کرکے خانجہاں کے مقابلہ کے لئے مستعد اور طیار ہو بیٹھا۔ اور بمقام سکری گلی جو تلیا گڈھی اور

ٹانڈہ کرہ میان ہے شاہ داؤد خاں اور حسین قلی خانجہاں کے درمیان متعدد
بار جنگ ہوئی مگر خانجہاں کو کامیابی نہیں ہوئی۔ جب شاہ داؤد خاں کا چچا
جنید خاں کررانی اور کالا پہاڑ جو شاہ داؤد خاں کے باپ سلیمان خاں کررانی کے
امرائے بزرگ میں سے تھا اور اسی کالا پہاڑ نے سلیمان خاں کررانی کے وقت میں
جگن ناتھ کو جو ہندوؤں کا بہت بڑا مقدس اور ہندوؤں کی پرستش گاہ ہے فتح کیا تھا ۔
مجروح ہو کر میدان جنگ سے ہٹ گئے۔ ان دونوں سرداروں کے مجروح اور
فوج سے ہٹ جانے کی وجہ سے شاہ داؤد خاں کی فوج میں بیحد انتشار اور تفرقہ
پیدا ہوگیا۔

خانجہاں نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر اپنی پوری طاقت سے داؤد خاں
پر حملہ کر بیٹھا۔ داؤد خاں کی فوج خانجہانی حملہ کی تاب نہ لاکر فرار کو قرار پر ترجیح
دیکر میدان جنگ سے بھاگ نکلی۔ داؤد خاں بادشاہ بھی بھاگ رہا تھا۔ مگر
چونکہ اسکی قضا دامنگیر تھی۔ اسکا گھوڑا ایک موقع پر اسطرح دلدل میں پھنس گیا
کہ نکلنا دشوار ہوگئی۔ اتنے میں خانجہاں کے کچھ لوگ اس مقام پر پہونچکر داؤد خاں
کو گرفتار کرلیا۔

جب شاہ داؤد خاں خانجہاں کے سامنے لایا گیا تو خانجہاں نے اسکا
سر کاٹ کر اکبر بادشاہ کے پاس آگرہ اور اسکے دھڑ کو ٹانڈہ جو داؤد خاں کی
حکومت کی جگہ اور بنگال و بہار کا دارالحکومت تھا بھیجدیا۔ اس فتح کے بعد

راجہ ٹوڈرمل آگرہ چلا گیا۔ اور خانجہاں نے کوچ بہار کے راجہ پر جو باغی ہو گیا تھا تملہ کر کے اسکے ملک کو تاخت اور تاراج کر ڈالا۔ بالآخر راجہ کوچ بہار نے شاہی اطاعت قبول کر کے اپنی جان بچائی۔ اسی سال کے آخر یعنے ۹۸۶ھ ہجری میں خانجہاں بھی بمقام ٹانڈہ قضا کر گیا۔ خاص پور ٹانڈہ کے متصل موضع صحت پور کو اسی خانجہاں صوبہ دار بنگال وبہار نے آباد کر دیا تھا۔ اور زیادہ تر یہیں پر اسکا قیام رہتا تھا۔

درحقیقت اسی خانجہاں صوبہ دار بنگال وبہار کے وقت سے سلاطین مغلیہ بابریہ کا کامل تسلط بنگال اور بہار پر ہوا۔ اور اسی خانجہاں نے بنگال و بہار کے خودسر سلاطین کا خاتمہ کیا۔ اس خانجہاں کے وقت سے بنگال وبہار کے جسقدر فرمان روا لوگ ہوئے۔ سلاطین بابریہ کی ماتحت اور باجگذار ہو کر ان صوبوں پر حکومت کی اور یہ لوگ صوبہ دار کہلاتے تھے۔ اور ان صوبہ داروں کا تقرر بادشاہ کی طرف سے ہوتا تھا۔ اور یہ صوبہ دار لوگ بلا اذن شاہی اپنی خودرائی سے انتظام ملکی کے متعلق کوئی نیا کام نہیں کر سکتے تھے۔

مظفر خاں

جب راجہ ٹوڈرمل واپس چلا گیا۔ اور خانجہاں کا بھی انتقال بمقام ٹانڈہ ہو گیا تو شہنشاہ اکبر نے مظفر خاں کو جو دیوان اعلیٰ اکبر بادشاہ کا تھا۔ بنگال وبہار کی حکومت سپرد کی۔ معصوم خاں کابلی نے بہار کا جاگیر دار تھا۔ گھوڑوں کے داغ کے معاملہ میں کہ اسی حین میں اکبر بادشاہ نے جاری کیا

تھا۔ شاہی اطاعت سے منحرف اور فساد اور شورش کے درپے ہو کر شاہی دیوان اور بخشی سے میل اور موافقت کر کے مظفر خاں صوبہ دار بنگال و بہار سے کہ اسکا بھی دار الحکومت ٹانڈہ تھا۔ جنگ و جدل کیلئے طیار ہو گیا۔ اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ ٹانڈہ کے قلعہ کو محصور کر کے مظفر خاں کو بیحد پریشان اور عاجز کر ڈالا۔ اور مظفر خاں کو کہ اسی قلعہ میں وہ بھی محصور تھا۔ باغیوں نے کہلا بھیجا کہ خواہ قلعہ سے نکلکر ہم لوگوں سے ملاقات کرے یا مکہ معظمہ چلا جائے۔ مظفر خاں نے نہ معلوم کیا مصلحت سوچکر دوسرے شق کو منظور کر لیا۔ معصوم خاں کابلی اور اسکے رفقا وغیرہ نے شق ثانی کے قبول سے مظفر خاں کے خوف اور ہراس کا حال معلوم کر کے دوبارہ کہلا بھیجا کہ اپنے مال و دولت کے تین حصے کر کے دو حصے ہم لوگوں کو دے اور ایک حصہ خود لے تو ہم لوگ اسکو قتل سے محفوظ رکھیں۔ اور اسکا جی جہاں جانیکو چاہے چلا جائے ہم لوگ اس سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ مظفر خاں نے اپنی بزدلی اور پست ہمتی کی وجہ سے معصوم خاں وغیرہ سے خائف ہو کر آٹھ ہزار اشرفی معصوم خاں کے پاس بھیجدیا۔ مظفر خاں کی ان خفیف الحرکاتی سے باغیوں کی ہمت دو چند ہو گئی۔ اور پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ شروع کر دیا۔ بالآخر معصوم خاں وغیرہ نے ٹانڈہ کے قلعہ کو فتح کر کے مظفر خاں صوبہ دار بنگال و بہار کو قتل کر کے قلعہ پر متصرف ہو اور تمالیف

ہوگیا۔

خان اعظم کوکلتاش

جب شہنشاہ اکبر کو معصوم خاں وغیرہ کی بغاوت اور شورش کا حال اور مظفر خاں کے قتل کی خبر معلوم ہوئی تو خان اعظم کوکلتاش اور راجہ ٹوڈرمل اور شہباز خاں کو معصوم خاں وغیرہ کی شورش اور فتنہ کے قلع قمع کیلئے مامور کیا۔ یہ لوگ بنگال پہونچکر معصوم خاں وغیرہ کی شورش اور فتنہ کے قلع قمع اور ازالہ کر کے ازسرِ نو ملک میں امن وامان قائم رہے۔ خان اعظم کی اس جان نثاری کے صلہ میں شہنشاہ اکبر نے بنگال وبہار کی صوبہ داری خان اعظم کو تفویض کی بنگال وبہار کے انتظام کو درست کر کے خان اعظم نے اڑیسہ میں قتلو خاں کے ساتھ جنگ کر کے قتلو خاں کو اڑیسہ سے نکالدیا۔ قتلو خاں خان اعظم کے مقابلہ میں شکست کھاکر جنگلوں میں روپوش ہوگیا۔ خان اعظم نے قتلو خاں کے تعاقب کا مصمم عزم کر کے طیاری شروع کردی۔ مگر فوج نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ خان اعظم کو اپنا عزم فسخ کر دینا پڑا۔ یہ غیور صوبہ دار فوج کی اس حرکت سے ناخوش ہوکر صوبہ داری سے استعفا دیکر آگرہ چلا گیا

شہباز خاں

بنگال وبہار کی صوبہ داری سے خان اعظم کی مستعفی ہونیکے بعد شہنشاہ اکبر نے شہباز خاں کیتو کو بنگال وبہار کا صوبہ دار بنا کر بھیجا۔ شہباز خاں کا

نسب بنو وسط سے حاجی جمال حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ یہ حاجی جمال بیحد ذہین اور سمجھدار آدمی تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کسی سائل نے حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ خدا کی دوستی میں ہر ایک پیغمبر کے نام سے مجھکو ایک ایک اشرفی مرحمت فرماتیے حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ سائل کے سوال سے متفکر ہوئے حاجی جمال نے کہ اسوقت حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر تھا۔ عرض کیا کہ حضور عالی اس سائل کو میرے حوالہ فرمایا جاے۔ میں اسکو ہر ایک پیغمبر کے نام سو ایک ایک اشرفی دیدونگا۔ حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ نے سائل کو حاجی جمال کا ساتھ کر دیا۔ حاجی جمال سائل کو اپنا گھر لیجا کر کہا کہ آپ ایک ایک پیغمبر کا نام لیتے جائیں میں ہر ایک پیغمبر کے نام پر ایک ایک اشرفی دیتا جاؤنگا۔ سائل نے دس بیس پیغمبر کے نام جو اسکو معلوم تھے لینے گے اور حاجی جمال اسکو ایک ایک نام پر ایک ایک اشرفی دیتا گیا۔ دس بیس پیغمبر کے نام سے زائد چونکہ سائل کو یاد نہ تھے سائل خاموش ہو گیا۔ اور بقیہ انبیا علیہم السلام کا نام نہ لے سکا۔ جب حضرت مخدوم کو حاجی جمال کی اس ذکاوت کا حال معلوم ہوا خوش ہو کر آپنے دعاء فرمائی۔ کہ تمہاری اولاد میں نسلا بعد نسل کوئی شخص بھی خفیف العقل اور غبی نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حاجی جمال کی اولاد جدت ذہن اور ذکاوت میں اپنا مثل نہیں رکھتی ہے۔ ابتدا میں شہباز خاں فقرا کی روش اور زہد اور درویشی

کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔

مگر جب انکو دنیاوی ترقی کا خیال ہوا۔ تو پہلے یہ شخص کسی جگہ کا کوتوال بنایا گیا۔ رفتہ رفتہ اپنی دیانتداری اور حسن لیاقت کی بدولت اعلیٰ عہدہ پر سرفراز کیا گیا۔ جلوس اکبری کے ستائیس سال میں خان اعظم کے بعد اکبر بادشاہ نے شہباز خاں کو بنگال و بہار کا صوبہ دار بنا کر بھیجا۔ جب شہباز خاں بنگال پہونچا تو سب سے پہلے ان کو معصوم خاں کابلی سے جو فتنہ اور فساد کا بانی اور سلطنت کا باغی تھا۔ بمقام گھوڑا گھاٹ جنگ کرنی پڑی۔ معصوم خاں گھوڑا گھاٹ کی جنگ میں شہباز خاں کے مقابلہ میں شکست کھاکر بھاٹی بھاگ گیا معصوم خاں کا ہاتھی۔ پر شاد نام اور دیگر اقسام کے بہت سے سامان شہباز خاں کے ہاتھ لگے۔

اس فتح یابی کے بعد شہباز خاں نے بھاٹی پر حملہ کرکے معصوم خاں کو ایسا پریشان اور مجبور کیا کہ معصوم خاں نے اپنی بچایش کیلئے صلح کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھا۔ مگر اسی اثنا میں کچھ ایسی باتیں پیدا ہوگئیں کہ صلح نہ ہوسکی شہباز خاں معصوم خاں سے جنگ کرنیکیلیے مستعد ہوگیا۔ مگر شہباز خاں کے امرائے فوج آپس کی نا چاقی اور اختلاف کی وجہ سے معصوم خاں سے جنگ کرنیکی بجائے سب منفرق ہوگئے۔ شہباز خاں اپنے امرائے فوج کی یہ حالت دیکھکر مجبوراً ٹانڈہ واپس چلا آیا۔ جب شہنشاہ اکبر امرائے فوج کی حالت

معلوم ہوئی تو شہباز خاں کی اعانت اور مدد میں دوسری فوج بھیجدی۔ شہباز خاں اس نئی کمکی فوج کو لیکر معصوم خاں وغیرہ متمردین اور معاندین سلطنت کے قلع قمع کیلئے کمر کو چست کیا۔ چند عرصہ تک کامیابی رہا ان سبھوں کی استیصال اور سرکوبی کرتا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد شہباز خاں آگرہ بلالیا گیا۔ اور اسکی جگہ وزیر خاں ہروی کو اکبر بادشاہ نے بنگال اور بہار کا صوبہ دار بناکر ٹانڈہ بھیجا۔ در شہباز خاں ۹۹۰ھ میں راہی ملک بقا ہوا

وزیر خاں ہروی

آصف خاں عبدالمجید کا بھائی ہے۔ جب یہ دونوں بھائی خان زماں اور بہادر خاں کے ہاتھ سے رہائی پاکر گڑھا کٹنگہ پہونچے تو وزیر خاں آگرہ پہونچکر مظفر خاں دیوان اعلی سابق صوبہ دار بنگال وبہار کی وساطت اور ذریعہ سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہونچکر اپنی جرائم گذشتہ کو معاف کروا کر شاہی ملازمین میں داخل ہوگیا اور رفتہ رفتہ ترقی کرکے مدارج عالیہ میں پہونچا۔ جلوس اکبری کے ۲۸ سال بہ مصاحبت خان اعظم معصوم خاں کابلی وغیرہ کے فتنہ اور شورش کو مٹانے اور ان لوگوں کی نجاست سے بنگال وبہار کو پاک صاف کرنے کے لئے متعین ہوا تو وزیر خاں بھی خان اعظم کی کمک اور مدد کیلئے متعین کئے گئے۔ معصوم خاں کے انہزام کے بعد مرزا عزیز کوکہ خان اعظم بنگال وبہار کی آب وہوا کی ناموافقت کی وجہ سے حسب الحکم آگرہ چلا گیا۔ تو بنگالہ کی افواج متعینہ کی سپہ سالاری دوسرے صوبہ دار

کے متعین ہونے اور بنگال اور بہار پہونچنے تک وزیر خاں کو تفویض ہوئی شہباز خاں کے انتقال کے بعد جب دوبارہ افواج متعینہ بنگال وبہار کا سپہ سالار مقرر ہوئے تو قتلو خاں لوحانی کو کہ اڑیسہ پر متصرف اور قابض تھا اڑیسہ سے بھگا دیا۔ بالآخر قتلو خاں نے وزیر خاں سے صلح کرکے اپنی جان بچائی۔ صلح کے بعد وزیر خاں نے صوبہ اڑیسہ کو قتلو خاں کی نظامت میں دیکر خود ٹانڈہ چلا آیا۔

اور صادق خاں وغیرہ کی اعانت اور مدد سے کہ اوس کے معاونین میں سے تھے باطمینان خاطر انتظام ملکی میں مصروف ہوا جب جلوس اکبری کے اسل میں ہر صوبہ کے لئے دو دو امیر دربار اکبری سے انتظام ملک کے لئے متعین ہوئے تو اکبر بادشاہ نے وزیر خاں کو بنگال و بہار کا صوبہ دار اور محب علی خاں کو ناظم مقرر کیا اس کے کچھ دنوں کے بعد وزیر خاں بنگال و بہار کے دارالسلطنت ٹانڈہ میں قضا کر گیا۔

راجہ مان سنگھ

وزیر خاں کے انتقال کے بعد اکبر بادشاہ نے راجہ مانسنگھ کو بنگال اور بہار کی حکومت سپرد کی بنگال میں کچھ دنوں کے قیام کے بعد راجہ مان سنگھ نے بنگال کی آب وہوا کو اپنا ناموافق پاکر سید خاں فوجدار پٹنہ کو بنگال و بہار میں اپنا نائب بنا کر خود پٹنہ چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد بنگال و بہار کی حکومت سے جب مانسنگھ نے استعفا دیدیا تو اکبر بادشاہ نے آصف خاں کو ان صوبوں کی حکومت سپرد

کی مگر جب ۱۰۱۴ھ میں اکبر بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور جہانگیر بادشاہ ہندوستان کے تخت حکومت پر بیٹھا تو آصف خاں کو معزول کر کے پھر راجہ مان سنگھ کو اس کا سابق عہدہ بنگال و بہار کی حکومت کا سپرد کیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد جہانگیر بادشاہ نے جب راجہ مان سنگھ کو کسی ضرورت سے اپنے پاس بلالیا تو اس کے بعد۔

قطب الدین خاں کوکلتاش

کو بنگال و بہار کی حکومت پر دیگر صوبہ دار کی حکومت کے دور میں جہانگیر بادشاہ نے صوبہ بہار کو صوبہ بنگالہ سے علحدہ کر کے جہانگیر قلی خاں کو بہار کا مستقل حاکم مقرر کیا مگر جب قطب الدین خاں کا انتقال ہوگیا تو جہانگیر بادشاہ نے افضل خاں کو بہار کا صوبہ دار مقرر کر کے جہانگیر قلی خاں کو بنگال کی صوبہ داری مرحمت کی۔ جہانگیر قلی خاں بنگال پہونچکر تھوڑے دنوں کے بعد قضا کر گیا۔

ابراہیم خاں فتح جنگ

کو جہانگیر بادشاہ نے جہانگیر قلی خاں کے بعد بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا ابراہیم خاں کے زمانہ میں شہزادہ خرم جو بعد کو شاہجہان کے لقب سے مشہور ہوا اور ہندوستان کا بہت بڑا بادشاہ ہوا۔ اپنے باپ جہانگیر بادشاہ سے خائف ہو کر بنگال پہونچا

خانہ زاد خاں

جب شاہجہان کی شورش سے بنگال و بہار خالی ہوگیا تو جہانگیر بادشاہ نے مہابت خاں کو بنگال اور بہار کا صوبہ دار بنایا چونکہ مہابت خاں کو سلطنت کے اور دوسرے امور کے انتظام کے تعلقات کی وجہ سے بنگال و بہار میں قیام

کا موقع نہ تھا اس لئے اپنا بیٹا خانہ زاد خاں کو اپنا نائب بنا کر بنگال و بہار کی حکومت پر بھیجا۔ خانہ زاد خاں بنگال و بہار پر کچھ دنوں تک حکومت کرنے کے بعد ان صوبوں کی حکومت سے استعفا دیدیا۔ خانہ زاد خاں کے مستعفی ہونے کے بعد جہانگیر بادشاہ نے مکرم خاں کو بنگال و بہار کی حکومت پر بھیجا۔ مگر یہ صوبہ دار ایک ہی سال حکومت کرنے پایا تھا کہ دریا میں ڈوب کر مرگیا۔

فدائی خاں

مکرم خاں کے مرنے کے بعد شہنشاہ جہانگیر نے فدائی خاں کو بنگال و بہار کی حکومت سپرد کی مگر اس صوبہ دار کی حکومت کے زمانہ میں جب ۱۰۳۶ھ میں جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور شاہجہان بادشاہ ہوا تو شاہجہان نے فدائی خاں کو معزول کرکے قاسم خاں کو بنگال و بہار کا صوبہ دار مقرر کیا۔

قاسم خاں

فدائی خاں کو معزول کرکے جب شاہجہاں بادشاہ نے قاسم خاں پسر مراد خاں کو بنگال و بہار کی حکومت سپرد کی تو قاسم خاں کو بنگال روانہ کرنے کے وقت شاہجہاں نے یہ حکم دیا کہ بنگال پہونچکر ملک کے امور ضروریہ کے انصرام اور انتظام کے بعد پرتگالیوں کی شورش کو جو بندرگاہ ہگلی میں مچا رکھے ہیں [illegible] ان سبھوں کی مفسدتیں ہیں۔ مٹانے کیلئے بلیغ سعی اور کوشش عمل میں لائے قاسم خاں نے شاہجہان کی تخت نشینی کے چوتھے سال میں شاہی حکم کے موجب [illegible] کا عنایت اللہ کو نواب اللہ یار خاں کے ساتھ کہ درحقیقت

فوج کا سردار نواب مشارٌالیہ بنئے مع دوسرے منصب داروں کے ہگلی کی طرف روانہ کیا نواب یار خاں نے مع کل افواج متعینہ دفعتہ پہونچکر ہگلی کا محاصرہ کر لیا۔ اور تین مہینے تک ہگلی کا محاصرہ کئے رہے۔ جب محاصرہ سے کوئی فائدہ مترتب نہ ہوا تو محصورین کے کلیسا کے سامنے کے پانی کو کھنچوا کر نقب لگا کر بارود سے نقب کو بھر کر سب میں آگ لگا کے کلیسا کی عمارت کو پاش پاش کر دیا۔ ۔۔ کے بعد ہم و اکر کے کلیسا کو فتح کر لیا۔ اور دس ہزار شاہی رعایا جو کلیسا میں پرتگیزیوں کی قید میں تھے قید کی مصیبت سے آزاد ہوئے۔ اس جنگ میں ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے اس فتح کے تین روز کے بعد قاسم خاں ۱۰۴۱ھ میں اجل طبعی سے اس جہان فانی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر عالم باقی کی طرف راہی ہوا قاسم خاں کے بعد اعظم خاں اور اس کے بعد اسلام خاں بنگال و بہار کے صوبہ دار ہوئے اور اسلام خاں کے بعد شاہجہان بادشاہ نے اپنا لڑکا شاہ شجاع کو بنگال و بہار کی سلطنت سپرد کر کے سیف خاں کو شاہ شجاع کی نیابت میں بنگال و بہار کی نظامت کا عہدہ تفویض کی۔

نواب اللہ یار خاں کے متعلق ناظرین کرام کو یہ معلوم کر لینا چاہئے۔ کہ نواب مشارٌالیہ بہت بڑے امیر کبیر اور رکنیان افواج بنگالہ میں سے تھے نواب اللہ یار خاں۔ نواب افتخار خاں ترکمانی کے لڑکے تھے۔ افتخار خاں ترکمانی جہانگیر بادشاہ کے وقت میں رکنیان افواج بنگالہ میں سے تھے جب افتخار خاں (جہانگیر بادشاہ کے وقت میں اسلام خاں پسر شیخ بدرالدین چشتی فتحپوری کی صوبہ داری کے

زمانہ ۱۰۱۶ھ یا ۱۰۱۶ھ میں کہ بنگال و بہار کے صوبہ دار تھے) عثمان خاں لوحانی کی جنگ میں شہید ہوئے تو جہانگیر بادشاہ نے نواب اللہ یار خاں کی تربیت اور ترقی درجات کی طرف خاص توجہ سے کام لیا حتیٰ کہ نواب اللہ یار خاں اخیر عہد جہانگیری اور ابتدائے عہد شاہجہانی میں شاہجہان کی تخت نشینی کے شروع سال میں کہ دو ہزاری اور پانصدی کے عہدۂ جلیلہ پر فائض تھے کمکیان افواج بنگالہ کے عہدہ سے سرفراز کئے گئے۔

قاسم خاں صوبہ دار بنگال و بہار کے انتقال کے بعد جب شاہجہان بادشاہ نے اسلام خاں کو بنگال و بہار کا صوبہ دار بنا کر بھیجا تو اسلام خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں بھی نواب اللہ یار خاں نے اسلام خاں کے بھائی زین الدین علی سیادت خاں کی معیت میں کوچ ہاجو کے ملک پر کہ بنگال سے اتر ہے فوج کشی کر کے آسامیوں کو اپنی خداداد جرئت اور بہادری اور حسن تدبیر سے عرصۂ قلیل میں عاجز اور مجبور کر کے فرمانبردار بنالیا تھا اس جنگ سے واپس آنے کے بعد شاہجہان بادشاہ نے نواب موصوف کو اس جاں نثاری اور حسن خدمت کے صلہ میں ۳ ہزاری ۳ ہزار سوار کی منصب اور عہدہ سے معزز اور ممتاز فرمایا یہ بزرگ امیر کبیر جلوس شاہجہانی کے ۳۴ سال ۱۰۶۱ھ میں انتقال فرمایا آپ کا مزار پورنیہ محلہ چمنی بازار کے متصل نوابی مقبرہ میں ہے۔ نواب اللہ یار خاں صاحب اولاد عشیرہ تھے۔ آپ کے لڑکے اسفندیار خاں اور ماہ یار خاں اور ذوالفقار خاں سلطنت کی طرف سے جاگیر اور ریول اور صوبہ کی تعیناتی سے کام اندوز تھے۔ ماہ یار خاں

کا آباد کیا ہوا ایک موضع ماہ یار پور کہ اب مہیا پور کہلاتا ہے۔ قصبہ کے متصل جانب جنوب اب بھی موجود ہے۔ ماہ یار خاں اپنے باپ کی حیات ہی میں قضا کر گئے تھے اور ذوالفقار خاں اپنے باپ کے انتقال کے بعد جلوس شاہجہانی کے ۲۶ سال میں انتقال کیا اور اسفند یار خاں ۱۰۹۰ھ کے بعد تک زندہ رہا۔ نواب اللہ یار خاں کا ایک بھائی جو کہ نواب موصوف سے چھوٹا اور رحمٰن یار خاں نام تھا ہزار اور پانصدی کے عہدہ پر فائض اور جہانگیر نگر ڈھاکہ کی حراست اور فوجداری کے عہدہ سے سرفراز تھے۔ رحمٰن یار خاں کا خطاب رشید خاں تھا۔ اس کا کچھ حال شاہ شجاع کے حالات کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔ نواب اللہ یار خاں اور آپ کا ایک بھائی نواب مروت یار خاں۔ حضرت مخدوم بندگی مصطفےٰ اجمال الحق قدس سرہ کے (کہ آپ کا مزار شریف چمنی بازار میں ہے اور ہر سال بقرعید کے مہینہ کی ۹ تاریخ کو عرس ہوتا ہے) مرید تھے۔ نواب اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بقیہ حالات تاریخ پورنیہ کے دوسرے حصہ میں لکھے جائیں گے۔

شاہ شجاع بن شاہجہان بادشاہ صاحبقران

شاہ شجاع کی سلطنت اور حکومت کے زمانہ میں بھی بنگال و بہار کا دارالسلطنت خواص پور ٹانڈہ تھا شاہ شجاع اور شہنشاہ عالمگیر سے جب سلطنت کے لئے جنگ ہوئی تو شاہ شجاع اور سلطان عالمگیر کی آخری جنگ کو کہ جس کے بعد شاہ شجاع نے رخنگیوں کے ملک میں جا کر پناہ لی تھی۔ خواص پور

ٹانڈہ سے کامل تعلق ہے۔ تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ الٰہ آباد کے قرب و جوار کی جنگ میں سلطان عالمگیر کے مقابلہ میں مغلوب ہونے کے بعد شاہ شجاع اپنے دارالحکومت خواص پور ٹانڈہ بھاگ آیا۔ اور برسات کے موسم کے ختم ہونے تک ٹانڈہ میں قیام کرکے اجتماع اور آراستگیِ افواج میں مصروف رہا۔

اس اثناء میں اسکو معلوم ہوا کہ رحمٰن یار مخاطب بہ رشید خاں برادرِ خورد نواب اللہ یار خاں کہ شاہجہان بادشاہ کی سلطنت کے وقت سے جہانگیر نگر ڈھاکا کا فوجدار تھا۔ اپنے علاقہ کے کل زمینداروں کو اپنی موافقت میں کرکے میری مخالفت اور میر جملہ خانخانان سے موافقت کا دم بھر رہا ہے اور شاہی نواڑوں کو لیکر میر جملہ سے مل جانیکا عازم ہے۔ رشید خاں کے متعلق اس خبر سے واقف ہونے کے بعد شاہ شجاع نے اپنے لڑکے شاہزادہ زین العابدین اور سید عالم بارہ کو رشید خاں کی شورش کے دفع اور قتل کیلئے متعین کیا یہ لوگ جہانگیر نگر ڈھاکا پہونچکر بہ لطائف الحیل رشید خاں کو دربار میں طلب کرکے قتل کر ڈالے۔

چونکہ سلطان عالمگیر کو شاہ شجاع کی کامل استیصال اور قلع قمع منظور تھا۔ میر جملہ خانخانان کو افواج قاہرہ کے ساتھ شاہ شجاع کے تعاقب میں روانہ کرکے خود الٰہ آباد سے دہلی واپس چلا گیا۔ سلطان عالمگیر کی واپسی کے بعد شاہزادہ سلطان محمد بن سلطان عالمگیر (کہ افواج متعینہ کے مقدمۃ الجیش افواج کا سپہ سالار تھا) اور میر جملہ خانخانان سپہ سالار افواج متعینہ کے درمیان

کہ پہلے سے بھی صفائی نہیں تھی اور شاہ شجاع کی لڑکی شاہزادہ سے منسوب بھی تھی۔ کچھ ایسی ناچاقی پیدا ہوگئی تھی کہ شاہزادہ سلطان محمد اپنے باپ سلطان عالمگیر سے متوحش اور خائف ہو کر اپنے چچا شاہ شجاع کے ساتھ مل جانے کو اپنے لئے قرین مصلحت اور مفید سمجھکر اپنے چچا شاہ شجاع کے پاس چلے جانیکے وسائل اور ذرائع کے حصول کا متلاشی رہتا تھا۔

شاہ شجاع نے شاہزادہ کے ...اور ارادہ اور میر جملہ اور شاہزادہ کے درمیان عدم موافقت اور ناچاقی کو غنیمت سمجھکر شاہزادہ کو بہ لطائف الحیل اس کے باپ سلطان عالمگیر سے منحرف کرا کر اپنا طرفدار اور موافق بنا لیا۔ شاہزادہ سلطان محمد اپنے باپ سلطان عالمگیر کی تخت نشینی کے دوسرے سال ۲۰ رمضان کو امیر قلی داروغہ توپخانہ اور قاسم علی میر توزک کہ شاہزادہ کے ہمدم اور ہمراز تھے۔ اور دو تین خدمتگاروں کے ساتھ شاہ شجاع کے پاس چلے آنے کی نیت اور ارادہ سے۔ دوگھچی سے ... کشتی دریا پار ہوگیا۔ شاہ شجاع شاہزادہ کی آمد آمد کی خبر سنکر بیحد خوش ہو کر اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر کو جان بیگ کے ساتھ کہ شاہ شجاع کے عمدہ امرا میں سے تھا۔ شاہزادہ کے استقبال کے لئے بھیجا۔ شاہزادہ کا شاہ شجاع کے پاس چلے آنے سے افواج عالمگیری میں بیحد ہراس اور انتشار پیدا ہوگیا۔

شاہزادہ کے پہونچ جانے کے بعد شاہ شجاع نے کچھ فوج اور بہت سے نواڑے شاہزادہ کے مال واسباب اور فوجی سامان کو کہ دوگھچی میں

چھوڑ آیا تھا۔ لانے کیلئے۔ ٹانڈہ سے دو گچھی روانہ کیا مگر میر جملہ خانخانان نے ہمت اور استقلال اور تدبر اور حکمت علی سے کام لیکر فوج کو منتشر اور درہم برہم نہ ہونے دیا۔ اور شاہزادہ کی فرار کی صبح کو شاہزادہ کی فرار کی شورش اور آشوب کی آگ کو بجھانے کے لئے تھوڑی سی فوج کے ساتھ سوتی سے دو گچھی پہونچا۔ اور یہاں کی فوج کو کہ شاہزادہ کی ماتحتی میں تھی۔ اور شاہزادہ کی فرار اور شاہ شجاع کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے بیحد انتشار پریشانی کی حالت میں تھی۔ ہمت اور دلاسا دیکر مطمئن کر دیا۔ اور شاہ شجاع کی فوجی دستہ کو کہ شاہزادہ کے اسباب اور سامان دو گچھی سے لیجانے کے لئے آیا تھا مار کر بھگا دیا۔

چونکہ افواج عالمگیری شاہ شجاع کے قلع قمع کے درپے تھیں اور اس کو شکست دینے کیلئے ہر امکانی طاقت صرف کر رہی تھیں اس لئے شاہ شجاع نے پہلے شاہزادہ سلطان محمد کی شادی سے فارغ ہو جانا مناسب سمجھکر شادی کے کل سامان کا انتظام کر کے اپنے ایک معتمد امیر مسمی سراج الدین اور میر علاء الدولہ دیوان اور محمد باقر کو مناسب فوج کے ساتھ حرم اور بال بچوں کی حفاظت اور اپنی لڑکی کے ساتھ شاہزادہ کی شادی کر دینے کے انتظام کو انجام دینے کیلئے ٹانڈہ میں چھوڑ کر خود اپنے میر بحر کے پاس چلا گیا۔ اور شاہزادہ سلطان محمد کو کہ اس کے میر بحر کے پاس سامان حرب کے انتظام میں تھا۔ شادی کرنے کے لئے ٹانڈہ بھیجدیا اور شاہ شجاع

اپنے میر بجرا اور دیگر نامی سرداروں کو ساتھ لیکر افواج عالمگیری کو جواکبر نگر یعنی راج محل اور اس کے قرب وجوار کے محفوظ مقامات پر قابض ہو گئی تھیں دفع اور ہٹانے کیلئے راج محل پہونچا اور بھاگیرتی دریا کے کنارہ میں فریقین میں سخت آویزش اور جنگ ہوئی اس جنگ میں بھی اقبال عالمگیری سے میر جملہ کو کہ کل افواج متعینہ عالمگیری کا سپہ سالار تھا شاہ شجاع کی فوج پر فتح حاصل ہوئی۔ اور شاہ شجاع کے چیدہ چیدہ اور سرداران فوج اس جنگ میں کام آئے۔

میر جملہ خانخانان دریائے بھاگیرتی کے قرب وجوار کی جنگ کے بعد جنگی مصلحتوں کو پیش نظر رکھکر مخصوص آباد کی طرف کہ نواب مرشد قلی خاں صوبہ دار بنگال و بہار کے وقت سے مرشد آباد کے نام سے معروف اور مشہور ہے۔ روانہ ہوا۔ شاہ شجاع میر جملہ خانخانان کی اس جنگی چال کو نہ سمجھکر خانخانان کی اس روانگی کو خانخانان کے ضعف اور ہراس پر محمول کرکے خود بھی بھاگرتی دریا کے دوسرے راستہ سے مرشد آباد کی طرف کوچ کیا۔ نصیر پور گھاٹ میں پانی پایاب پاکر عبور دریا اور خانخانان معظم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے خانخانان کی فوج کے مقابلہ میں ٹھہر گیا۔ خانخانان بارہ روز تک توپ و تفنگ کی جنگ جاری رکھکر شاہ شجاع کو عبور دریا سے روک رکھا۔ بالآخر ۱۲ ربیع الآخری کی شب کو کہ شاہ شجاع نے عبور دریا کا عزم بالجزم کرلیا تھا۔ یہ خبر سنکر کہ داؤد خاں

دریائے کوسی کے مورچال کو توڑ کر کوسی دریا عبور کر کے ٹانڈہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور عنقریب قصبہ ٹانڈہ کہ شاہ شجاع کا دارالخلافت اور اس کے اہل وعیال کے رہنے کی جگہ تھی پہونچنے والا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی شاہ شجاع نے خائف اور پریشان ہو کر مخصوص آباد کی طرف بڑھنے کے عزم اور ارادہ کو فسخ کر دیا اور خانخانان معظم نے جو کچھ سوچ سمجھکر مرشدآباد کا عازم ہوا تھا اس وقت شاہ شجاع کی سمجھ میں آیا۔

شاہ شجاع مجبوراً اہل وعیال ناموس وعزت مال ودولت اور شاہی کارخانہ جات کی محافظت اور بچانے کے ارادہ سے عبور دریا کا عزم فسخ کر کے ٹانڈہ والپس آنے کا عزم بالجزم کر کے اوسی رات کے اخیر میں دریائے بھاگرتی کے کنارہ سے کوچ کر کے عازم سوتی ہوا۔ تاکہ وہاں دریائے گنگا پار ہو کر اپنے کو اپنے دارالحکومت ٹانڈہ پہونچاوے خانخانان معظم نے کہ دیدۂ بینش بیں سے شاہ شجاع پر اس آفت کے نزول کو دیکھ چکا تھا۔ اور اسی غرض سے شاہ شجاع کو اس کے دارالحکومت سے دور ڈالنے کے خیال سے بظاہر مرشدآباد کا راستہ اختیار کیا تھا۔ تاکہ بحالت غفلت داؤدخاں ٹانڈہ پر متصرف اور قابض ہو جائے اپنی اس حکمت عملی کے نتیجہ سے کہ شاہ شجاع کی پریشانی اور ناکامیابی اور شکست کا پیش خیمہ تھا بیحد خوش ہوا۔ جب شاہ شجاع ٹانڈہ کے متصل داؤدخاں کے پہونچ جانے کی خبر سنکر شباشب سوتی کی طرف بحالت اضطراب

و پریشانی برداشت نہ ہوا تو میر جملہ معظم خانخان ایک پہر رات گزرنے پر شاہ شجاع کے تعاقب میں روانہ ہوا اور اپنے ماتحت سرداران فوج کو حکم دیا کہ کسی طرح سے بھی شاہ شجاع کو گنگا پار نہ ہونے دینا چاہیے۔

"ٹانڈہ آنے کیلئے شاہ شجاع کیلئے چونکہ عبور گنگا ضروری اور لازمی تھا۔ اس لئے احتیاطاً حفظ ماتقدم کے خیال سے اپنی فوج کے ہر چہار طرف گہرا خندق کھدوا کر مورچال کو مستحکم کرنے کی فکر کی تاکہ کل فوج مع کل سامان کے باطمینان تمام عبور گنگا کر سکے جب خندق اور مورچال خاطر خواہ طیار ہوگئے تو اپنی فوج کو گنگا پار کرانا شروع کیا۔

سب سے پہلے شاہزادہ سلطان محمد کو گنگا پار کر کے داؤد خاں کی مدافعت اور روکنے کیلئے ٹانڈہ روانہ کیا اور خود۔ کل فوج کے عبور گنگا تک مورچال اور خندق کی استحکام اور درستگی اور مخالفین کی مدافعت میں سرگرمی کے ساتھ مصروف رہا۔ جب اس کی کل فوج مع سامان گنگا پار ہو چکی تو خود بھی آخر شب میں گنگا پار ہو کر ٹانڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس کی جو فوج مہانندی دریا کے کنارہ پر مورچال باندھکر میر جملہ کی مدافعت کیلئے مستعد اور متعین تھی وہ فوج بھی آکر اس کی ہمراہی فوج میں مل گئی۔

اس اثنا میں شاہ شجاع اور شاہزادہ سلطان محمد کے درمیان کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ شاہزادہ سلطان محمد کی طبیعت اپنے چچا

اور خسر شاہ شجاع کی رفاقت سے متوحش ہوگئی اور اپنے باپ سلطان عالمگیر سے منحرف ہوکر رہنے میں انواع اقسام کی خرابی اور پریشانیوں کے سامنا کرنے کا اندیشہ ہوا۔ غور وفکر کے بعد کے بعد اپنے باپ کی طرف رجوع کرنیکے سوا جب کوئی چارہ اور اپنی جان کا مفر نہ دیکھا تو اسلام خاں کوکہ عالمگیری افواج کے سرداروں میں سے اور سلطان عالمگیر کے حکم کے بموجب اکبر نگر یعنی راج محل میں مقیم تھا۔ مخفی طور پر اپنے مافی الضمیر اور عزم سے مطلع کرکے مع فوج بمقام دوگچھی اپنی آمد کا انتظار کرنے کیلئے لکھ بھیجا۔

اور خود ۲ جمادی الاخری کو شکار کے بہانہ سے سوار ہوکر دریا کے کنارہ پہونچکر۔ چند معتمد ملازمین اور خواجہ سراؤں کو ساتھ لیکر۔ ٹانڈہ گھاٹ سے بسواری کشتی دوگچھی گھاٹ کی طرف روانہ ہوا۔ ٹانڈہ میں شاہ شجاع کے لوگوں کو جب شاہزادہ کی فرار کا حال معلوم ہوا تو بہت سے لوگ بسواری کشتی شاہزادہ کے تعاقب میں دوگچھی گھاٹ کے قریب تک پہونچے۔ مگر اسلام خاں کوکہ شاہزادہ کی تحریر کے بموجب بمقام دوگچھی مع فوج شاہزادہ کی آمد آمد کے انتظار میں مقیم تھا۔ جب شاہزادہ کا دوگچھی گھاٹ کے قریب پہونچنے اور متعاقبین کا حال معلوم ہوا مع فوج دریا کے کنارہ پہونچکر شاہزادہ کو کشتی سے اوتار لیا۔ شاہ شجاع کے لوگ کہ شاہزادہ کے تعاقب میں قریب پہونچ گئے تھے اسلام خاں کی فوج سے مقابلہ کرنے کی تاب طاقت اپنے میں نہ پاکر بے نیل و مرام واپس چلے آئے میر جملہ خانخانان معظم شاہزادہ کے

واپس پہونچنے کی خبر سنکر استقبال کرکے اپنے خیمہ میں لائے اور سلطان عالمگیر کو شاہزادہ کے حال سے مطلع کرکے شاہی حکم کے بموجب شاہزادہ کو فدائی خاں کی حراست میں شہنشاہ عالمگیر کے پاس روانہ کردیا جب شاہزادہ شاہجہان آباد کے قریب پہونچا تو سلطانی حکم کے مطابق اللہ یار خاں داروغہ کرنے داران لشکر پورے شاہزادہ کو دریا کے راستہ سے سلیم گڈھ میں کہ شاہزادہ کے رہنے کیلئے متعین ہوا تھا پہونچادیا۔

شاہزادہ سلطان محمد کو سلطان عالمگیر کے پاس روانہ کردینے کے بعد میر جملہ خانخانان معظم نے شاہ شجاع کے تعاقب میں ٹانڈہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے عبور گنگا کیلئے پایاب جگہ کی جستجو اور تلاش میں ہرکارے اور مخبروں کو روانہ کیا جب ہرکارے اور مخبروں سے معلوم ہوا کہ مالدہ سے پانچ کوس کے فاصلہ پر بگلا گھاٹ کے قریب دریا پایاب اور پار ہونے کے لائق ہے۔ معظم خاں خانخانان نے پہلے تھوڑی سی فوج بھیجکر مقام پایاب پر۔ دریا کے کنارے مورچال باندھکر۔ اس مقام کو اپنے قبضہ اور ضبط میں کرلیا۔

جب شاہ شجاع کو خانخانان کی اس کارروائی کا حال معلوم ہوا۔ اپنے چھوٹے لڑکے ملند اختر کو یہ حکم دیکر اوس طرف بھیجا کہ دریا کے دوسرے پار میں افواج مخالف کے مقابلہ میں مورچال باندھکر۔ فوج مخالف کو عبور دریا سے مانع ہو۔ اور روکے۔ اور خود تھوڑی سی فوج

کے ساتھ۔ نواڑے اور بڑی بڑی کشتیوں کے اعتماد اور بھروسہ پر کہ اگر بے موقع ہوگا تو انہی نواڑوں پر سوار ہو کر دریا کے راستہ سے دوسری طرف چلا جاؤں گا داؤد خاں کی فوج کے مقابلہ میں کہ ٹانڈہ کی طرف بڑھ رہی تھی ٹھہرا رہا چند روز کے بعد معظم خاں خانخانان نے عزم بالجزم کرلیا کہ جس طرح بھی بن پڑے آئندہ برسات کے موسم کے آنیکے پہلے ہی شاہ شجاع کے قصے کو ختم کردینا چاہئے۔ جلوس عالمگیری کے دوسرے سال ۴ شعبان کو کچھ رات گزرنے پر اپنی چیدہ فوج کے ساتھ شاہ شجاع کے تعاقب میں عبور دریا کے عزم سے روانہ ہوکر بگلہ گھاٹ سے دو کوس ہٹکر فوج کے دریا عبور کیلئے جو جگہ متعین کی گئی تھی پہونچ گیا چوں کہ شاہ شجاع نے بھی اپنے چھوٹے لڑکے بلند اختر کو شایستہ فوج کے ساتھ بھیجکر پایاب مذکور کے دوسرے پار جو عالمگیری فوج کے عبور کی جگہ تھی۔ مدافعت کی نیت سے مستحکم کررکھا تھا۔ اور اس کی فوج عالمگیری افواج کو روکنے اور عبور دریا سے مانع ہونے کیلئے مستعد تھی۔ خانخانان کا مقام مذکور میں پہونچتے ہی لڑائی شروع ہوگئی۔

خانخانان نے عبور دریا میں درنگ اور تاخیر مصلحت کے خلاف سمجھکر اپنی فوج کو بتاکید تمام عبور دریا کا حکم دیدیا۔ خانخانان کی فوج اپنے سپہ سالار کا حکم پاتے ہی عبور دریا کیلئے مستعد اور آمادہ ہوگئی۔ سب سے پہلے دلیر خاں اور مخلص خاں اور اخلاص خاں خویشگی امرائے

امرائے فوج نے اپنی اپنی سواریوں کے ہاتھیوں کو عبور دریا کے لئے دریا میں ڈالدیا۔ ان لوگوں کے بعد سید مظفر خاں وغیرہ اپنی اپنی فوجی دستہ کے ساتھ دریا میں اوتر پڑے باوجودیکہ شاہ شجاع کی افواج متعینہ اپنی پوری جمعیت کے ساتھ عالمگیری افواج کی مدافعت کی کوشش کی اور عبور دریا سے مانع ہوئے مگر افواج عالمگیری نے شاہ شجاع کی فوج کی کثرت اور مدافعت سے بے خوف و ہراس ہوکر جانبازی سے کام لیکر دریا پار ہوکر شاہ شجاع کی فوج کے مورچال پر حملہ کردیا۔ بالآخر سخت مقابلہ اور خون ریزی کے بعد شاہ شجاع کی فوج کو شکست دیکر شاہ شجاع کی فوج کے مورچال پر منصرف اور قابض ہوگئی۔ جب شاہ شجاع کی فوج شکست کھاکر مقابلہ سے ہٹ گئی۔ بلند اختر سید قلی اور زیک کے ساتھ ٹانڈہ روانہ ہوگیا۔ اور سید عالم بقیہ شکست خوردہ فوج کے ساتھ شاہ شجاع کے پاس میرداد پور چلا گیا شاہ شجاع اس شکست کی خبر سنکر سلطنت اور اقامت بنگالہ اور مال و دولت سے خاطر شکستہ اور دل برداشتہ ہوکر میرداد پور سے کہ جنگی کارروائی کے خیال سے وہاں مقیم تھا اپنے دار الحکومت خواص پور ٹانڈہ کہ اس کے اہل و عیال اور کل کارخانہ جات یہیں تھے چلا آیا تاکہ ٹانڈہ میں سفر کا انتظام کرکے جہانگیر نگر ڈھاکا کی طرف نکل جائے۔

میر جملہ خانخانان اس جنگ کے دوسرے دن اپنے مقام اقامت سے اپنی کل فوج کے ساتھ ٹانڈہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ راستہ میں اس کو

اور تھوڑی سی فوج اور خواجہ سراؤں کو ساتھ لیکر بسواری کشتی جہانگیر نگر ڈھاکہ کی طرف روانہ ہو گیا، شاہ شجاع کی فرار کے دوسرے روز میر جملہ خانخاناں ٹانڈہ پہنچکر شاہ شجاع کے پس ماندہ مال واسباب کو اپنے تصرف اور قبضہ میں کر کے یہاں کے کل ضروری انتظامات سے فارغ ہو کر شاہ شجاع کے تعاقب میں روانہ ہونے کا عازم ہوا، داؤد خاں کو بھاندی دریا کے کنارے اس خیال سے کہ اگر بھاندی کے راستہ سے شاہ شجاع کسی طرف جانا چاہے تو بہ اطمینان خاطر اس کو روک سکیں اور اس سے مقابلہ کرنے کا موقع ملے، مورچال باندھکر اپنے کام کی فکر میں پڑا ہوا اور آمادہ تھا، جب شاہ شجاع کے فرار اور جہانگیر ڈھاکا کی طرف روانہ ہو جانے کی خبر معلوم ہوئی تو دریا میں پل باندھکر دریا پار ہو کر اسی دن میر جملہ خانخاناں کی فوج میں آکر مل گیا، معظم خانخاناں نے ذوالفقار خان کو کافی فوج کے ساتھ اکبر محل راج نگر ٹانڈہ کے بندوبست اور انتظام کے لئے چھوڑ کر ۱۹ شعبان کو شاہ شجاع کے تعاقب میں، تاکہ جہانگیر نگر ڈھاکہ میں بھی اس کو قیام کا موقع نہ ملے جہانگیر نگر کی طرف روانہ ہوا۔

شاہ شجاع جب جہانگیر نگر پہنچا تو وہاں بھی قیام نہ کر سکا مجبوراً اس کو رخنگیوں کے ملک میں چلے جانا پڑا رخنگیوں کا راجہ پہلے تو حسن سلوک اور انسانیت سے پیش آیا مگر چند روز کے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ بالآخر نوبت جنگ وجدال کی پہنچ گئی، شاہ شجاع شرافت ذاتی اور خاندانی جرأت وہمت سے کام لیکر اسی بے سروسامانی کی حالت میں اپنے معدودے چند ساتھیوں کو لیکر رخنگیوں کے راجہ سے رستانہ جنگ کر کے سرخروئی کے ساتھ ہمیشہ کے لئے اس عالم ناپائدار کو چھوڑ کر عالم آخرت کا راستہ لیا، شاہ شجاع کی شہادت کے بعد اس کی بی بی اور تینوں لڑکیوں نے بھی رخنگیوں کے ظلم وستم سے اپنی ناموس اور عزت بچایا

کے لئے خودکشی کرلی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، شاہ شجاع کی فرار اور اخراج کے بعد میر جملہ خانخاناں نے بنگال و بہار پر اور اس نے پورے بنگال بہار اور اڑیسہ اور کوچ بہار پر سلطنت عالمگیری کا پورا تسلط اور قبضہ جما دیا، میر جملہ کے بعد نواب شائستہ خاں استعفا دیکر چلا گیا تو فدائی خاں اس کی جگہ پر بنگال و بہار کا صوبہ دار بنا دیا گیا

فدائی خاں کے انتقال کے بعد شہنشاہ عالمگیر نے شاہزادہ محمد اعظم کو بنگال بہار کی حکومت سپرد کی جب عالمگیر نے شاہزادہ محمد اعظم کو راجپوتانہ کی مہم پر بلا لیا تو پھر نواب شائستہ خان بنگال و بہار کا صوبہ دار بنا کر بھیجا گیا۔

شائستہ خاں اس مرتبہ بھی بنگال و بہار پر کچھ دنوں حکومت کرنے پایا تھا کہ شاہنشاہ عالمگیر نے ابراہیم خاں کو صوبہ دار بنا کر بھیجا۔ ابھی ابراہیم خاں صوبہ دار بنگال و بہار کی حکومت کر رہا تھا کہ صوبہ سنگھ نامی ایک شخص نے کل بنگال میں بلوہ اور عام شورش برپا کر دیا تھا اور فتنہ و فساد کی آگ اس طرح بھڑکی کہ قریب قریب بنگال کے کل علاقوں میں اس کی چنگاریاں پہنچ گئی تھی، اور بنگال کے اکثر علاقے سلطان عالمگیر کے قبضہ اور تصرف سے نکل گئے تھے، ابراہیم خاں سے اس عام فساد اور بلوہ کی آگ بجھانے میں جب کوئی عمدہ تدبیر اور خدمت ظہور میں نہ آئی تو سلطان عالمگیر نے اس کو معزول کر کے اپنے پوتا شاہزادہ عظیم الشان بن شاہزادہ معظم ملقب بہادر شاہ کو بنگال و بہار کی حکومت سپرد کی شاہزادہ عظیم الشان بنگال پہنچکر صوبہ سنگھ کے فساد کو مٹانے کیلئے ابھی معقول انتظام کرنے نہ پایا تھا کہ شاہزادہ کو سلطان عالمگیر نے دکن کے معاملات کی وجہ سے اپنے پاس بلا لیا اور اس کی نیابت خاں بن ابراہیم خاں سابق صوبہ دار بنگال و بہار کو صوبہ سنگھ کے فساد مٹانے اور بنگال و بہار کے انتظام کے لئے یہاں اس لئے شاہزادہ کے بنگال

پہنچنے سے پہلے ہی صوبہ سنگھ کے فتنہ و فساد سے کل بنگال کو پاک و صاف کر دیا، دکن کی مہم سے
فرصت حاصل کرنے کے بعد جب شاہزادہ عظیم الشان بنگال و بہار کی طرف روانہ ہوا تو پہلے پٹنہ پہنچ کر
پٹنہ کا انتظام درست کیا اس کے بعد بنگالہ پہنچا اور مرشد قلی خاں کو جو پہلے شاہزادہ کی طرف سے بہار کا ناظم
اور دیوان تھا بنگال کی نظامت اور دیوانی بھی اس کے سپرد ہوئی مگر کچھ دنوں کے بعد شاہزادہ عظیم الشان اور
مرشد قلی خاں کے درمیان ملکی انتظامات کے بارے میں ناچاقی اور اختلافات شروع ہو گئی سلطان عالمگیر کو جب ان
دونوں کی ناچاقی کا حال معلوم ہوا تو اس وجہ سے کہ نواب مرشد قلی خاں خود سلطان عالمگیر کا بہت بڑا
وفادار اور تربیت یافتہ تھا عالمگیر نے شاہزادہ کو لکھا کہ اگر بار دیگر مرشد قلی خان کے بارے میں
تمہاری طرف سے کسی قسم کی بری حرکت اور برتاؤ کی خبر سننے میں آئی تو تمہاری شاہزادگیت کا کچھ
بھی خیال نہ کیا جائے گا، دادا کے عتاب آمیز فرمان سے شاہزادہ عظیم الشان خائف ہو کر مرشد قلی
خاں کو بنگال کی دیوانی اور نظامت سپرد کر کے سارے بنگال سے چلا اور خود پٹنہ کو اپنی قیام گاہ
مقرر کیا مرشد قلی خاں نے بنگال پہنچ کر ٹانڈہ کی بجائے جو مدت دراز سے بنگال و بہار کا دارالحکومت تھا
مخصوص آباد کا نام اپنے نام پر مرشد آباد رکھ کر اپنی قیام گاہ بنایا، جب ۱۱۱۸ھ میں سلطان عالمگیر
کا انتقال ہو گیا اور شاہزادہ محمد معظم ملقب بہ بہادر شاہ دہلی کی حکومت کے تخت پر بیٹھا اور شاہزادہ
عظیم الشان اپنے باپ بہادر شاہ کی خدمت میں حاضر رہنے کو قرین مصلحت سمجھا مرشد قلی خاں کو بنگال و
بہار کا مستقل صوبہ دار بنا کر خود اپنے باپ کے پاس دہلی چلا گیا۔

نواب مرشد قلی خاں نے چونکہ پہلے سے مرشد آباد کو اپنی قیام گاہ بنا رکھا تھا مستقل صوبہ
دار ہونے کے بعد خواص پور ٹانڈہ کے بجائے مرشد آباد کو بنگال و بہار کا دار الحکومت بنایا
رفتہ رفتہ امتداد زمانہ کی وجہ سے ٹانڈہ کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی حتیٰ کہ

۱۹۳۶ء کے سیلاب عظیم میں کوسی دریا کی نذر ہو کر بالکل فنا ہو گیا اور اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

خاص شہر پورنیہ

خاص شہر پورنیہ اپنی آبادی کی قدامت کے اعتبار سے دوسرے قدیم آباد شہروں سے درجہ میں کم نہیں ہے خاص شہر پورنیہ کی آبادی کے حالات میں گو تفصیلی حالات معلوم نہ ہوئے مگر پھر بھی تو کچھ [illegible] میں اس سے ظاہر ہوتا ہے [illegible] آبادی بھی ظہور عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کی [illegible] میں بھی پورنیہ صوبہ بہار [illegible] تھا تاریخ بتاتی ہے کہ مہا بھارت کے زمانے میں [illegible] خصوصیت [illegible] کے زمانہ میں [illegible] تھا [illegible] غازی پور [illegible] تک [illegible] تھے اور [illegible] حکومت [illegible] تھا اور [illegible] اس کا [illegible] پایۂ تخت [illegible] تھا۔ [illegible] بھاگل پور [illegible] مرشد آباد وغیرہ کے [illegible] دور حکومت راج محل [illegible] کا دور تھا

پورنیہ کی وجہ تسمیہ کے متعلق بعض حضرات کا خیال ہے کہ دراصل پورنیہ [illegible] سبز اور شاداب جگہ تھی اور یہاں کے لوگ بڑی خوش حالی اور فراغبالی سے زندگی بسر کرتے تھے یہاں کے لوگوں کو ضروریات زندگی کے بہم اور فراہم کرنے کیلئے دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی بلکہ یہیں سے ان لوگوں کی ضروریات زندگی پوری ہوتی تھی اسی مناسبت کی وجہ سے اس جگہ کا نام پورنیہ رکھا گیا تھا۔ مگر میرے نزدیک پورنیہ کی وجہ تسمیہ کے متعلق یہ روایت صحیح نہیں ہے بلکہ پورنیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ دور سابق میں

راجہ پورن نے کہ بنگال کا راجہ تھا اس جگہ کو اپنے نام کے ساتھ مسمی کر کے اپنی راجدھانی اور دار الحکومت مقرر کیا تھا اور سابق زمانہ میں پورنیہ میں نیپالی اور مشرقی بنگال کی تجارت کی منڈیاں بھی قائم تھیں اور بابو بھوانی سنگھ کا بیان ہے کہ راجہ لکھمن سین نے کہ بنگال کا آخری ہندو راجہ تھا اپنی سلطنت کے زمانہ میں پورنیہ کو آباد کیا تھا اور اس راجہ کی ریاست پورنیہ شہر سے اوتر بیرہان تک تھی اسی راجہ نے اپنے وقت میں پورنیہ شہر کو پہاڑی اور جدی اقوام کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے خیال سے ایک لمبا چوڑا بان کہ بھاگلپور کے علاقوں تک چلا گیا ہے بیرہان نام سے پورنیہ شہر کے اوتر بنوایا تھا جو اب تک بیرہان نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس راجہ کے وقت کی یادگار چیزوں میں سے ایک تو یہی بیرہان اور ایک تالاب لکھن سر کے نام سے کلیا گنج تھانہ کے علاقہ میں رام گنج سے تقریباً ایک کوس اوتر پورب اب تک موجود ہے۔

سلاطین بابریہ کی سلطنت سے پہلے خاص پورنیہ میں کوئی فوجدار یا جدا حکومت رہتا تھا یا نہیں اس کے متعلق مجھکو کچھ معلوم نہیں ہوا۔ ہندوستان اور بنگال و بہار کے حالات میں جس قدر کتب تواریخ ان اوراق کی تسوید کے وقت مجھکو دستیاب ہوئیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ہمایوں بادشاہ اور شیر شاہ سے جنگ ہوئی تھی سید خان و تمبر چوکہ افغان گھکھر کے مورث اعلیٰ تھے پورنیہ سے بہت بڑی فوج کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کی مدد کے لئے گیا تھا۔ چنانچہ سید خان دستور کو اسی مدد کے صلہ میں پرگنہ سرجاپور جاگیر میں ملا تھا جو اب تک نواب گھکھرہ کے تصرف اور قبضہ میں ہے۔ سلاطین بابریہ کی ابتدائے سلطنت کے وقت سے اخیر وقت تک پورنیہ بنگال و بہار کا سرحدی سرکار کہلاتا تھا۔ اور اسی وجہ سے بالخصوص پورنیہ کی شمالی سرحد کی حفاظت اور نگرانی کے لئے پورنیہ میں سلطنت کی طرف سے ہمیشہ ایک فوجدار

رہتا تھا۔ سلطان عالمگیر کی ابتدائے سلطنت کے وقت تک کوسی ریاست اور پورب کے علاقے سلاطین بابریہ کے قبضہ اور تصرف سے باہر تھے اور وہ سب علاقے بھوٹا نگیوں کے خود سر حکام کے تصرف اور قبضہ میں تھے اور بیرنگر کا علاقہ جو کوسی دریا کے پچھم تھا بادشاہ کے قبضہ میں تھا۔

پورنیہ گزیٹیر میں ہے کہ سلاطین مغلیہ کی سلطنت کے دور میں پورنیہ میں ایک فوجدار رہتا تھا اور یہ فوجدار بنگال و بہار کے صوبہ دار کا ماتحت ہوتا تھا اور پورنیہ کا یہ فوجدار پورنیہ کی کل سرکاری افواج کا افسر اعلیٰ سپہ سالار اور پورنیہ کے کل مالی اور ملکی صیغوں کا مالک ہوتا تھا۔ اور ان فوجداروں کو اپنے ملک اور علاقوں کا کوئی جمع خرچ یا کسی قسم کے حساب کتاب صوبہ دار کے دربار میں پیش کرنا نہیں پڑتا تھا۔ اور نہ کسی قسم کا محصول و ٹیکس وغیرہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ انہی وجوہات کی بنا پر یہ فوجدار لوگ اپنے ملک اور علاقے کا خودسر اور مستقل مالک ہوتے تھے۔ اور پورنیہ کے جس قدر علاقے سلاطین بابریہ کے قبضہ اور تصرف میں تھے وہ کل علاقے فوجدار پورنیہ کی جابرانہ اور فوجی انتظام کیلئے واقعی، فوجداروں کے زیر انتظام رہتے تھے جس کی یہ فوجدار لوگ حدی افواج کا کہ جس کے یہ لوگ سپہ سالار ہوتے تھے، انتظام کیا کرتے تھے۔ اور جب صوبہ داروں کو ان فوجداروں سے فوجی اعانت اور مدد کی ضرورت پڑتی تھی تو یہ لوگ صوبہ داروں کی فوجی، اعانت اور مدد کیا کرتے تھے۔

ان فوجداروں سے سلطنت کے بڑے بڑے اور اہم کام انجام پاتے تھے فوجدار لوگ درجہ اور مرتبہ میں ناظم سے کم ہوتے تھے اور ان فوجداروں کو ہر ایک صوبہ میں صوبہ کی آبادی کی وسعت اور علاقوں کی کثرت اور مفسدین اور متمردین زمینداروں اور جاگیرداروں کی تعداد کے اعتبار سے خود بادشاہ اپنی مرضی اور رائے سے مقرر کرتا تھا اور ان فوجداروں کی

ماتحت کافی تعداد میں فوج رہا کرتی تھی۔ ان فوجداروں کے علاقوں میں جس قدر زمیندار
اور جاگیردار [illegible] جب سرکش لگتے تھے تو ان لوگوں کی [illegible] فوجداروں کے ذمہ ہوتی
تھی تاکہ یہ لوگ ملک میں کسی قسم کا فساد و بلوہ وغیرہ نہ کریں۔ اگر کوئی زمیندار یا جاگیردار
یا عمال سرکشی تمردی یا بغاوت پیدا کرتا ہو تو ان لوگوں کی سرکوبی کرنی ان فوجداروں کے
ذمہ ہوتی تھی۔ فوجدار ماتحت علاقوں کے زمیندار جاگیردار وغیرہ جو سلطنت
سے باغی ہو جاتے تھے بغیر اجازت قلعہ سازی سامان جنگ اور توپ اسلحہ وغیرہ جمع کرتے [illegible]
[illegible] قلعہ کو مسمار و منہدم اور ان لوگوں سے سامان جنگ جبراً چھین لیتے تھے تاکہ
یہ سرکش [illegible] اپنے علاقہ کا سردار ہو کر سلطنت کے خلاف کوئی شخص بھی کوئی
[illegible] جو امن سلطنت اور نظام مملکت کے خلاف اور مضر ہو نہ کر سکے۔
ان فوجداروں کے خفیہ ہرکارے [illegible] ہر علاقے میں پھیلے ہوئے تھے
اور حالات سے ذرہ ذرہ حالات سے فوجداروں کو مطلع کرتے رہتے تھے۔ مجرموں اور
مفسدوں کی [illegible] اور مفسدوں کی سزا دہی [illegible] ڈاکو، بدمعاش وغیرہ کی تنبیہ
مدارک اور پامال جو رعایا سے [illegible] ان کے ساتھ [illegible] کا تدارک [illegible]
[illegible] اس کے علاوہ اور دیگر کئی خدمات جو سلطنت کے اہم ترین فرائض ہیں
ہوتے تھے ان کل فرائض کی انجام دہی بعض فوجداروں کے متعلق ہوتی تھی اس لئے
ان فوجداروں کو ہر وقت سامان جنگ سے تیار اور مستعد رہنے کی ضرورت پڑتی
تھی علاوہ بریں صوبہ داروں کو فوجی امداد و اعانت کی ضرورت کے اوقات میں
خود فوجدار معہ فوج پہنچکر یا کسی معتمد فوجی افسر کو مع فوج بھیجکر صوبہ دار کی اعانت اور

نویں صدی ہجری کے اخیر میں نواب استوال خان پورنیہ کا فوجدار تھا اور سرحدی افواج کا سپہ سالار اور مالی صیغہ کا حامل تھا، نواب استوال خان کے بعد نواب عبداللہ خان پورنیہ کا فوجدار ہوا جو خطابات اور اختیارات نواب استوال خان کو حاصل تھے۔ نواب عبداللہ خان کو بھی سلطنت کی طرف سے سپرد ہوئے ۱۰۰۱ھ میں نواب اسفندیار خاں پورنیہ کا فوجدار تھا اور یہ نواب اسفندیار خاں جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے زمانہ میں گذرے ہیں اور اسی نواب اسفندیار کے حکم اور مدد سے سید جلال خاں جو گھگڈہ کے نوابوں کے جد امجد تھے جلال گڑھ قلعہ کو بھوٹانیوں کے حملہ اور لوٹ کھسوٹ سے رعایا کی حفاظت کے خیال سے بنوایا تھا نواب اسفندیار خان ۱۲ سال تک اس عہدہ پر قائم رہا اس کے بعد بہمن یار خان پورنیہ کا فوجدار ہوا ۱۱۰۰ھ کے شروع میں قضا کر گیا۔ بہمن یار خاں کے بعد نواب سیف خان سلطان عالمگیر اورنگ زیب کے اخیر دور میں پورنیہ کا فوجدار اور سرحدی افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔

اس موقع پر بیحد افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ کافی تحقیق و تلاش کے باوجود بھی پورنیہ کے ان فوجداروں کے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے اور نواب سیف خان کے جس قدر حالات معلوم ہوئے ہیں بعد کے صفحات میں عرض کئے جائینگے۔

اس وقت بھی یہ ضلع صوبہ بہار و اڑیسہ کے دوسرے اضلاع کے اعتبار سے بہت بڑا ہے علاوہ ازیں اس ضلع میں مسلمانوں کی آبادی بھی دوسرے مذاہب کی آبادی سے بہت زیادہ ہے غالبًا صوبہ بہار و اڑیسہ کے کسی ضلع میں مسلمانوں کی آبادی اس کثرت سے نہیں ہے اس ضلع کے مسلمان لوگ آپس کے بول چال وغیرہ کے اختلاف کی وجہ سے دو حصوں پر منقسم ہیں ان ہر دو برادری کے لوگوں کے معاشرتی طور طریقے بھی ایک

دوسرے سے کچھ مختلف ہیں۔

اس ضلع کے لوگوں کی مادری زبان چند زبانوں کا مجموعہ ہے جس کی وجہ سے اس ضلع والوں کی مادری زبان کتابت میں نہیں آسکتی ہے مگر لکھنے پڑھنے کے کل کام اردو اور اس ضلع کی خاص ہندی میں ہوتے ہیں اس ضلع میں ابتک انگریزی تعلیم کے بہ علاوہ عربی اور فارسی تعلیم کا بہت زیادہ رواج ہے۔ اور اس ضلع کے مسلمان لوگ عموماً مذہبی پابندی اور خورد و پوش میں سادگی کے بہت بڑے دلدادہ ہیں۔

علاوہ بریں اس ضلع کے لوگوں میں خواہ کسی مذہب و ملت کا کیوں نہ ہو دیگر خوبیوں کے پائے جانے کے علاوہ مسافر نوازی اور غربا پروری ایک ایسی خوبی ہے کہ غالباً کسی ضلع کے لوگوں میں یہ خوبی اس درجہ کی نہیں پائی جاتی ہے۔

میرے خیال میں اس ضلع کے لوگ فیصدی ستر سے زائد ہوں گے کہ جن کے گذر اوقات کا سہارا صرف کاشتکاری پر ہے اس ضلع میں مسلمانوں کی آبادی کی کثرت کے متعلق ہمارے ضلع کے ہندو فاضل بابو بھوانی سنگھ کا بیان ہے کہ سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں پورنیہ سے گور جب خزانہ وغیرہ بھیجا جاتا تھا تو راستہ میں ڈاکو اور لٹیرے لوگ مار لیا کرتے تھے اس لئے اس ضلع کے غیر آباد علاقوں میں مسلمان کو کثرت سے آباد کئے گئے (تاکہ ان غارتگروں کو لوٹ مار کا موقع نہ ملے) اسی زمانہ سے اس ضلع میں مسلمانوں کی آبادی کی کثرت ہو گئی۔ اور دوسری وجہ اس ضلع میں مسلمانوں کی کثرت آبادی کی یہ ہے کہ سلیمان خان کرانی کی سلطنت کے زمانہ میں کہ اس کا دار الحکومت (خواص پور ٹانڈہ) تھا اس کے سپہ سالار کالا پہاڑ کے ہاتھ پر کثرت

اس ضلع کے ہنود مسلمان ہوئے اور اس کالا پہاڑ نے اس ضلع کے تشدد کے سبب سے قلعہ جات اور مندروں کو توڑ پھوڑ کر خراب کر ڈالا۔

اس سند اصل کا یہ بھی بیان ہے کہ جب آباد سلیمان خان کرانی کے وقت میں لکھنوتی گور بنگالہ بنام ... جانے کی وجہ سے وہاں کے سبب سے ہنود برہمن کائستھ اور بنیا اور دیگر اعلیٰ خاص کے ہنود لوگ آکر اس ضلع میں آباد ہو گئے اسی طرح گنگا کے اور ... اور دھمباڑ کے علاقے اور کوسی دریا کے قرب و جوار میں متصل برہمن خاندان جب قدیم آباد ہیں ان میں سے اکثر خاندان کے مورث اعلیٰ راجہ اشوک کے زمانہ میں کہ بدھ مت پھیلا ہوا تھا اس کی بڑا حامی ٹیپو تھی یا اس وجہ کہ مذہب مذکور ان لوگوں کو ان کے قدیم مذہب چھوڑنے اور ... کو اختیار کرنے سے مجبور کیا کرتا تھا ان مذکورہ علاقوں میں آکر آباد ہو گئے رانی گنج اور ارریہ کے علاقوں میں بھی کہ یہ علاقے تسلا کے حدود کے اندر داخل ہیں بہت سے برہمن دیگر اضلاع سے آکر ان علاقوں میں بھی آباد ہو گئے

اس ضلع کا پچھم حد کوسی دریا اور پورب جلپائی گوڑی اور دیناجپور اور دکھن مالدہ اور اتر مورنگ ہے اس ضلع کی موجودہ پیمائش کی رقبہ ۴۹۱۲ میل ہے اور ان مسلمان سلاطین تسلط سے پہلے اس ضلع کا مشرقی حد ندی آتویا ندی جواب جلپائی گوڑی کے علاقہ میں ہے اور مغربی حد بھاگل پور اور شمالی حد ہمالیہ پہاڑ اور جنوبی حد پدمانندی جو آجکل پدمہ کے نام مشہور ہے تھا۔

نواب معین الدین سیف خان

فوجدار پورنیہ

نواب سیف خاں نہایت شریف اور معزز خاندان کا آدمی اور کابل معروف اور مشہور
صوبہ دار امیر خان کا بیٹا تھا امیر خاندان شاہی خاندان ہونیکے علاوہ سادات میں سے
تھا، نواب سیف خان شاہ عالمگیر اور شاہ شجاع کی جنگ کے موقع پر کہ الہ آباد کے قریب ہوئی
تھی سلطان عالمگیر کی طرف سے بیحد جانفشانی اور جان نثاری سے کام لیا تھا، ان کے
حالات اور واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے ملنے کا بہت شجاع اور بہادر اور انتظام ملکی کی تدبیر
سے بھی ماہر اور واقف کار تھا۔

چونکہ پورنیہ کے اتر اور پورب کے کل علاقے مسلمان سلاطین کے قبضہ میں اس وقت تک نہیں تھے
بلکہ پورنیہ شہر سے چار پانچ ہی کوس کے فاصلہ تک کے علاقے تک مسلمان سلاطین کا تسلط تھا
اور وہ علاقے نیپالیوں کے تصرف میں تھے اور بیرنگر یعنی دھرم پور کا علاقہ بھی مسلمان سلاطین کے
قبضہ سے باہر تھا اور بیرنگر کا راجہ بسنت شاہ کہ نیادہ ہزار سوار و پیادہ فوج اس کے پاس تھی
اور قوم بنجارہ وغیرہ دیگر متمرد اور غارتگری کے پیشہ والے لوگ تھے، یہ لوگ سلطانی رعایا
اور مسافروں کو بیحد تکلیف پہنچاتے تھے جس کی وجہ سے رعایا اور مسافرین کی جان ومال
ناموس وعزت ہر وقت خطرے میں پڑی رہتی تھی، اس لئے ناظم بنگال وبہار نواب مرشد قلی خان کی خواہش
ہوئی کہ پورنیہ کے کل علاقوں پر سلطنت کا پورا تسلط اور قبضہ ہو جائے تاکہ مخالفین اور معاندین
سلطنت کو دم مارنے اور لوٹ کھسوٹ کا موقع نہ ملے اور ان علاقوں کے رعایا امن وامان
اور چین سے زندگی بسر کرے، دربار عالمگیری میں اپنی خواہش کو ظاہر کر کے نواب سیف خان
پورنیہ کی فوجداری کی منصب اور عہدے پہ پہنچنے کی تمنا ظاہر کی سلطان عالمگیر نے ناظم
بنگال وبہار کی تمنا وخواہش کے مطابق نواب سیف خان کو پورنیہ کا فوجدار اور حق

حسدی نواح کا سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا۔ ناظم بنگال و بہار نے پورنیہ کے ان کل علاقوں کو علاوہ جو سابق فوجداران پورنیہ کی جاگیر میں تھے پرگنہ گونڈوارہ وغیرہ کو بھی نواب سیف خاں کی جاگیر میں دیئے مگر پھر بھی ان کل علاقوں کی آمدنی جو سالانہ بارہ لاکھ سے زائد تھی نواب سیف خاں کے خرچ اخراجات کے لئے کافی نہیں ہوتے تھے جس کی وجہ سے پورنیہ کے ان علاقوں سے بھی جو ناظم بنگال و بہار کے متعلق تھے اپنے خرچ اخراجات کے لئے روپے وصول کر لیتے تھے اس لئے ناظم بنگال و بہار اور نواب سیف خاں کے درمیان رنجش ہوگئی بالآخر نواب سیف خان نے اپنے خرچ اخراجات کی تنگی اور نواب جعفر خاں ناظم بنگال و بہار کی ناراضگی اور بے توجہی کی شکایت سلطان عالمگیر کی خدمت میں لکھ بھیجا سلطان عالمگیر عنایت خاں سے واقف ہو کر نواب مرشد قلی خان کو حکم بھیجا کہ میں تمہاری خواہش کے مطابق ایک شیر کو پنجرے میں بند کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے اگر اس کو کافی غذا نہ ملے گی تو یقیناً تم کو تکلیف پہنچائے گا، ناظم بنگال و بہار اس عالمگیری حکم سے متنبہ ہو کر پورنیہ کے ان تمام علاقوں کو بھی جو ناظم بنگال و بہار کے متعلق تھے نواب سیف خاں کو دیدیا اور ان تمام علاقوں کے متعلق کل اختیارات کلی اور جزوی اس کے سپرد کر دیئے پورے ضلع کے حاکم مستقل ہونے اور ان اختیارات کے ملنے پر نواب سیف خاں نے سب سے پہلے بیرنگر وغیرہ پرگنہ جو دریائے کوسی کے پچھم اور دکھن علاقے بھی اپنی تلوار کے زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا۔

اور کل متمردین لٹیرے اور سرکشوں سے پورنیہ کے کل علاقوں کو پاک صاف کر دیا اور جیتپور کے اور سرکش زمیندار تھے سب کو اپنے زیر اقتدار کر کے پورنیہ

کی آبادی اور مالی حالت کو اس قدر بڑھایا کہ ان سے پہلے کے فوجداران پورنیہ میں
سے کسی نے ایسی ترقی نہیں کی تھی اور فوجداران سابق کے زمانہ میں پورنیہ کے جس
قدر علاقے غیر آباد تھے سب کو آباد کر کے سابق آمدنی سے جو سالانہ بارہ لاکھ کی تھی
اٹھارہ لاکھ کر لیا اور بھوٹانگیاں لوگوں پورنیہ سے بھگا کر پورنیہ کے شمالی اور مشرقی
علاقوں کو ان پہاڑی قوموں کے حملے وغیرہ کے اندیشہ اور دغدغہ سے بالکل امون
اور محفوظ کر دیا۔ اور مورنگ کے علاقوں کے زمینداروں سے صلح کر کے مورنگ کے
دامن کوہستان تک کے تقریباً نصف جنگل کو کٹوا کر آباد کر کے اپنے قابو اور قبضہ
میں کر لیا نواب سیف خاں سلطان [illegible] سلطنت کے اخیر زمانہ سے محمد شاہ
بادشاہ کی سلطنت کے دور تک پورنیہ کا فوجدار رہا اور بہ اطمینان خاطر اس ضلع
پر حکومت کی مگر اس کی حکومت کے اخیر دور میں بنگال و بہار کے صوبہ دار نواب
مہابت جنگ سے کہ اپنے ولی نعمت اور آقا زادہ نواب علاء الدولہ سرفراز خاں کو
کہ نواب مرشد قلی خاں سابق صوبہ دار بنگال و بہار کا نواسہ اور اپنے باپ نواب
شجاع الدولہ صوبہ دار بنگال و بہار کے بعد بنگال و بہار کا صوبہ دار تھا قتل کر کے
بنگال و بہار کا صوبہ دار بنا تو نواب سیف خاں ابتداً نواب مہابت جنگ علی وردی
خاں کو غاصب سمجھ کر اس امید پر کہ سلطنت کی طرف سے بھی اعانت ہوگی
نواب مہابت جنگ سے عازم پرخاش تھا۔

مگر جب مہابت جنگ کا تسلط اور قبضہ کل بنگال و بہار پر کامل طور پر جم
گیا اور سلطنت کی طرف سے مہابت جنگ کے خلاف میں کوئی جنگی کارروائی عمل میں

نہیں آئی تو نواب سیف خان کو اپنے عزم و ارادہ اور اعلان جنگ سے بیحد ندامت ہوئی اور نواب مہابت جنگ کی طرف سے ہمیشہ دغدغہ اور کھٹکا لگا رہتا تھا اور اس کی خلش اور ناچاقی کے رفع کے خیال سے نواب سیف خاں نواب مہابت جنگ صوبہ دار بنگال و بہار سے دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے کے موقع کا ہمیشہ متوقع اور متلاشی رہتا تھا اور ہمیشہ بذریعہ خط و کتابت اور ارسال تحفہ تحائف اور مناسب موقع پر فوجی امداد کر کے یگانگت اور اتحاد کا متوقع رہتا تھا گر جب تک نواب مہابت جنگ اور نواب سیف خاں زندہ رہے نواب سیف خان کی طرف سے کمال اظہار دوستی کے باوجود بھی نواب مہابت جنگ کا دل صاف نہیں ہوا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جب نواب مہابت جنگ صوبہ دار بنگال و بہار کو مرہٹوں کے ساتھ جنگ کرنے کا اتفاق ہوا تو نواب سیف خاں فوجدار پورنیہ نے نواب مہابت جنگ کے دل سے رنج کدورت کی امید پر اپنی فوج کے جمعدار شیخ دین محمد پسر شیخ مجاہد کو ایک ہزار پانسو سوار کے ساتھ نواب مہابت جنگ کی اعانت اور مدد میں بھیجا راستہ میں پورنیہ اور مونگیر کے درمیان بمقام سلطان گنج شیخ دین محمد اور مرہٹوں کی ایک کثیر جماعت کے درمیان لڑائی ہوئی اس لڑائی میں شیخ دین محمد بہادری اور دلیری سے کام لیکر اپنی جماعت کی قلت کے باوجود مرہٹوں کے ساتھ ایسی جنگ کی کہ بالآخر مرہٹوں کو ناکامیابی کے ساتھ پسپا ہونا پڑا مگر شیخ دین محمد کو روانگی کے وقت نواب سیف خان نے جس قدر کا وعدہ دیا تھا اس جنگ میں ختم ہو گیا۔

جب شیخ دین محمد نواب مہابت جنگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو راستہ کی

جنگ کے واقعہ کو بیان کرکے بارود کا خواہاں ہوا مگر نواب مہابت جنگ کو اپنی سرکار سے بارود کا دینا بہت شاق گزرا، بالآخر دیا بھی تو اس قدر قلیل مقدار میں کہ اتنا بارود دلیکر جنگ کرنی شیخ دین محمد پر دشوار ہوگئی۔ اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہیں کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب مہابت جنگ نواب سیف خاں کی حیات تک ان سے کبیدہ خاطر رہے سیرالمتاخرین میں ہے کہ شمشیر خاں کی لڑائی کے بعد جب نواب مہابت جنگ عظیم آباد پٹنہ سے اپنے دار الحکومت مرشدآباد کی طرف روانہ ہوا تو نواب سیف خاں مع سروسامان و لوازمات ضیافت و تحفہ تحائف نواب مہابت جنگ کی آمد آمد کے انتظار میں گنڈگوڈ یعنی کاڑھاگولہ میں قیام کرکے اپنے چیدہ چیدہ سفراء اور وکلاء نواب مہابت جنگ کو دعوت دینے کے لئے ان کی خدمت میں بھیجا مگر نواب مہابت جنگ نے نواب سیف خاں کی دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور تخلیہ میں اپنے امرائے دربار اور مصاحبین سے کہنے لگا کہ نواب سیف خاں اگرچہ ہفت ہزاری اور عمدۃ الملک نواب امیر خاں صوبہ دار کابل کا لڑکا ہے مگر پورنیہ کا فوجدار ہے، جس طرح نواب مرشد قلی خاں اور نواب شجاع الدولہ اور نواب علاء الدولہ سرفراز خاں کے وقت میں ان لوگوں سے ملاقات کرنے کے لئے ہر سال ایک مرتبہ مرشدآباد آیا کرتا تھا، اب بھی کیوں نہیں آتا ہے، مگر نواب سیف خاں جب تک زندہ رہا نواب مہابت جنگ کی ملاقات کے لئے کبھی بھی مرشدآباد نہیں گیا اور اپنی خودداری پر استقلال سے قائم رہا۔

یہ واقعات ایسے ہیں کہ جس سے نواب مہابت جنگ اور نواب سیف خاں فوجدار پورنیہ کے باہم دہا رنجش و عدم صفائی کا پتہ چلتا ہے اور ان واقعات اور نواب مہابت جنگ کے طرز عمل سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدر ناچاقی اور دلی رنجش کے باوجود نواب مہابت جنگ کے طرز عمل سے

یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدر ناچاقی اور دلی رنجش کے باوجود نواب صلابت جنگ نواب سیف خاں
کے مقابلہ میں بالاعلان اپنی دلی کدورت اور رنجشات کے اظہار سے احتیاط کرتے تھے۔

نواب سیف خاں فوجدار پورنیہ کے ان تمام حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب
سیف خاں اپنے زمانے کا بہت بڑا مدبر اور بیدار مغز اور دلیر امیر تھا۔ پورنیہ کے بہت سے
علاقے جو ان کی حکومت کے دور سے پہلے غیر آباد تھے ان کی حکومت کے زمانے میں آباد
ہوئے اور پورنیہ کے کل علاقوں پر سلطنت بابریہ کا تسلط اور اقتدار اور قبضہ اس کے ذریعہ
سے اس طرح ہوگیا کہ سلاطین بابریہ کے اخیر عہد دولت تک قائم اور باقی رہا اپنے زمانے
کا یہ ہر دلعزیز اور نیک نام اور نامور امیر اواخر ۱۱۶۲ھ میں ہمیشہ کے لئے داعی اجل کو
لبیک کہہ کر ملک بقا کا راہی ہوا۔ نواب سیف خاں میں گو یہ تمام خوبیاں تھیں مگر اس کے ساتھ
یہ لکھنا پڑتا ہے کہ اس اولوالعزم اور مدبر امیر نے باوجودیکہ مدت دراز تک پورنیہ پر حکومت
کی، مگر اپنے قلمرو ملک کے اندر رفاہ عام کے لئے کوئی ایسا کام جو آج اس یادگاری کا
ذریعہ ہوتا نہیں کیا۔

اس وقت پورنیہ شہر میں ایک چھوٹی سی مسجد جو سیف خاں کی مسجد کہہ کر مشہور ہے اور جو
اس وقت شہر کے ایک غیر آباد گوشہ میں پڑ جانے کی وجہ سے بالکل ویران اور خراب حالت
میں ہے، اور سیف گنج کے سوا جو اس زمانہ کیٹھار کے نام سے مشہور ہے کوئی ایسی چیز جو اس کی
یادگاری کا ذریعہ ہوتا نہیں ہے بلکہ جس طرح پہلے فوجداروں نے کوئی معقول ذریعہ اپنی اپنی
یادگاری کے لئے چھوڑ کر نہیں گئے نواب سیف خاں نے بھی اپنے لئے نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ان فوجداران
پورنیہ کے قبروں کا بھی اس وقت پتہ نہیں چلتا ہے۔

فخر الدین حسین نواب بہادر

و نصیر الملک مہام الدولہ

نواب سعید احمد خاں بہادر صولت جنگ

نواب سیف خاں کے بعد اس کا بڑا لڑکا فخر الدین حسین خاں عرف نواب بہادر اپنے باپ کی جگہ پورنیہ کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے باپ کی کل متروکات پر کہ گراں بہا جواہرات اور اشرفیاں اور روپے وغیرہ بکثرت تھے متصرف اور قابض ہوا اور اپنے بھائیوں کو بالکل محروم کر دینے کے علاوہ ان لوگوں کے پاس جس قدر بھی اندوختہ تھے کل کو جبرًا اور قہرًا چھین لیا، یہ شخص عجب طبیعت کا انسان تھا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ نواب مہابت جنگ صوبہ دار بنگال و بہار پٹنہ میں مقیم تھا، نواب بہادر فخر الدین حسین خاں نے میر علی محمد کی معرفت کہ اپنے وقت کا بہت بڑا ذی علم اور مرتاض و مہذب اہل تشیع کا مقتدا تھا ایک خط نواب مہابت جنگ کی خدمت میں بھیجا، اس خط میں اظہار اطاعت و بندگی کے بعد یہ مضمون لکھا تھا کہ اگر آپ کا حکم اور اعانت ہو تو میں اپنے باپ نواب سیف خان کو قید کر کے آپ کے پاس بھیج دوں، نواب بہادر کی ان طرز و روش سے اس کی عادات و اطوار کا پتہ چلتا ہے کہ درحقیقت یہ شخص کسی ملکی خدمت کے انجام دینے کا اہل اور قابل نہیں تھا۔

نواب مہابت جنگ صوبے دار بنگال و بہار نواب سیف خاں کے انتقال اور نواب بہادر فخر الدین حسین کا حال معلوم کر کے اپنے بھتیجے اور داماد مہام الدولہ سعید احمد

اگر نواب بہادر دور اندیشی سے کام لیکر نواب مہابت جنگ کی ملاقات کے لئے مرشد
باد جانے کی بجائے اپنا کل سامان اور مال و دولت اور فوج و سپاہ کو لے کر کوسی دریا پر ہوکر
ہت وغیرہ کے علاقوں کی طرف چلا جاتا تو ان علاقوں کے زمینداروں میں سے کسی کو بھی
اب بہادر سے مقابلہ کرنے کی تاب و طاقت نہ ہوتی، مگر قسمت کا مارا نواب مہابت جنگ
وبیدار بنگال و بہار کے فریب میں آکر بے انتہا سرو سامان اور مال و دولت اور معقول
ج کے ساتھ نواب مہابت جنگ کے پاس جانے کے لئے مرشدآباد روانہ ہوگیا، اثنائے
اہ میں نواب صولت جنگ اور نواب بہادر کا سامنا ہوگیا۔ نواب صولت جنگ نے اپنے
ڑے لڑکے شوکت جنگ کو اپنی فوج کے بعض سرداروں کے ساتھ نواب بہادر کی ملاقات
ر اس کے باپ سیف خاں کی تعزیت کے لئے بھیجا۔ جب شوکت جنگ نواب بہادر سے
اقات کر کے واپس آیا تو اس کے دوسرے روز نواب بہادر فخر الدین حسین خاں
اب صولت جنگ کی فوج میں آکر نواب صولت جنگ سے ملاقات کرکے مرشدآباد کا
استہ لیا۔ بھاندی کے اس طرف میں کوٹ گھاٹ پر اپنی کل فوج اور سامان چھوڑ کر چند
دمیوں کو اپنے ساتھ لے کر نواب مہابت جنگ کی ملاقات کو گیا، جب گھاٹ پر پہنچا تو نواب
ابت جنگ نے چند آدمیوں کو نواب بہادر کے استقبال کے لئے بھیجا اور ملاقات کے وقت
ندہ پیشانی مل کر سوزنی فرش پر بیٹھنے کو کہا اور عطر و پان اور گلاب وغیرہ سے تواضع
کے اس کو اپنی طرف سے مطمئن کرا کر اس کے قیام کے لئے جو جگہ تجویز اور متعین کی گئی تھی
ہیں پہنچوا دیا

نواب بہادر اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ قیام گاہ متعینہ میں رہا کرتا تھا اور بظاہر

کوئی ایسا امر جو نواب بہادر کے لئے غیر اطمینانی کا سبب ہوتا نواب مہابت جنگ کی طرف سے وقوع اور ظہور میں نہیں آیا۔ مگر نواب بہادر کے لئے اس جگہ کا قیام پھر بھی نظر بندی سے کم نہیں تھا اس لئے اس جگہ کے قیام سے بیحد پریشان اور متوحش اور موقع کی تلاش اور جستجو میں رہا کرتا تھا۔ بالآخر جب مرہٹہ کا سردار جانوجی پسر رگھوجی بھوسلا مرجیب اور دیگر افاغنہ کے ساتھ مرشد آباد کے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کرنے کے عزم سے مرشد آباد کا عازم ہوا اور راستہ میں اس کے مرنے کی خبر سن کر مرجیب کو مرہٹہ اور افاغنہ کے چند ہزار سواروں کے ساتھ کٹک اور میدنی پور کی طرف بھیجکر خود اپنے چند رفقا کے ساتھ اپنے وطن کا راستہ لیا اور مکان پہنچکر اپنے بھائی ماناجی کو مرہٹہ کی ایک جماعت کے ساتھ مرجیب کی اعانت اور مدد کے لئے بھیجا چونکہ اس وقت مرہٹہ کے فتنہ اور شورش کے سوا بنگال و بہار میں کوئی دوسرا فتنہ نہیں تھا اور مرہٹوں کے مارنے کے حملوں سے ملک میں اکثر بدامنی پھیل جاتی تھی۔ اس لئے نواب مہابت جنگ نے مرہٹہ کے فتنہ اور شورش کے استیصال اور ان لوگوں کے قلع قمع کو ضروری سمجھکر اوائل ماہ ربیع الاول ۱۱۶۶ھ میں اعلام نصرت اختشام کو مرہٹہ کے فتنہ اور شورش کے دفع اور ان سبھوں کی تنبیہ کے لئے بلند کر کے بمقام کٹوہ افواج کی اجتماع کے لئے مقام کیا جب کل فوج مجتمع ہوگئی تو بردوان کی طرف روانہ ہوا۔ بردوان میں چند روز قیام کر کے جب میدنی پور کا عازم ہوا تو حیدر علی خاں کے رسالے کے لوگوں نے بقیہ تنخواہ کے لئے بیحد تقاضہ شروع کر دیا اور بلا وصولی تنخواہ کے آگے بڑھنے سے صاف انکار کر دیا اس نازک وقت میں پہلے تو نواب مہابت جنگ نے روپیہ ادا کر دینے کے وعدے اور لطائف الحیل اور نرمی سے کام لیا اور کچھ روپئے اسی وقت اور بقیہ روپئے بعد کو ادا

کرنے کا وعدہ کیا۔ مگر ان لوگوں نے نواب مہابت جنگ کی ایک بات بھی نہ مانا۔ بالآخر جب نواب
مہابت جنگ سمجھا بجھا کر تھک گیا اور وہ لوگ بھی اپنے اصرار اور ضد سے باز نہیں آیا تو ان سبھوں
کی شرارت کو پیش نظر رکھکر کہ کہیں ہمیں جنگ کے موقع پر یہ لوگ دھوکا دے بیٹھیں تو مخالف کے
مقابلہ میں مجھکو فاش شکست حاصل ہوگی۔ حیدر علی خاں کے رسالے کے کل لوگوں کو جو اس
سازش میں شریک تھے اپنی فوج سے برطرف کر دیا، اور بقیہ لوگوں کو لے کر میدنی پور کی طرف
روانہ ہوگیا، نواب بہادر فخر الدین حسین کو نواب مہابت جنگ کی فوج کا جب یہ حال معلوم
ہوا تو نواب مہابت جنگ کے ارکان دولت میں خلل اور تنزلی کے خیال اور بعض ناعاقبت اندیش
اور نادان رفقاء اور مصاحب کے بہکانے سے وغیرہ اس کے علاوہ اور بھی کیا کیا خیالات نواب
بہادر کے دل میں پیدا ہوئے کہ نواب شہامت جنگ کو جو کہ نواب مہابت جنگ کی اس غیر موجودگی
کے زمانے میں کل امور جزوی اور کلی کا مالک اور نواب مہابت جنگ کا نائب تھا اطلاع کئے بغیر گنگا
پار ہوکر اپنی فوج میں چلا آیا اور مع افواج و سر و سامان بعزم پورنیہ روانہ ہوگیا، جب نواب صولت
جنگ کو نواب بہادر کا پورنیہ کی طرف آنے کا حال معلوم ہوا تو نواب بہادر کو حدود پورنیہ میں
داخل ہونے سے منع کرنے اور اس سے مقابلہ و مقاتلہ کی نیت سے مع افواج و سامان جنگ
اپنے دار الامارۃ پورنیہ سے نکل کر پورنیہ سے دو تین منزل کے فاصلے پر پہنچکر نواب بہادر کی فوج
سے تھوڑی سی مسافت کے فاصلہ پر اپنا پڑاؤ ڈالا نواب بہادر فخر الدین حسین نواب صولت
جنگ کو مقابلہ و مقاتلہ کے لئے سامان جنگ سے تیار اور آمادہ دیکھکر اپنی بزدلی اور بے غیرتی
اور پست ہمتی کی وجہ سے نواب صولت جنگ سے خائف ہوکر نیازمندی اور عاجزی کے خطوط
نواب صولت جنگ کے پاس بھیجکر اس امر کا ملتجی ہوا کہ بلا کسی تعرض اور روک ٹوک کے مجھکو

پورنیہ کے حدود سے نکل جانے دیجئے، تاکہ میں کہیں دوسری جگہ چلا جاؤں، نواب صولت
جنگ نے جواب دیا کہ نواب مہابت جنگ کے حکم کے بغیر میں ایسا نہیں کر سکتا ہوں، آپ کے
لئے مناسب یہی ہے کہ جس راستہ سے آئے ہیں اسی راستہ سے واپس چلے جائیں اور نہیں
تو مجبوراً مجھکو آپ سے مقابلہ یا جنگ کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔ نواب صولت جنگ کے
اس جواب اور اپنی پست ہمتی اور بزدلی کی وجہ سے لاعلاج ہو کر پورنیہ آنے یا اور کہیں دوسری
جگہ چلے جانے کی بجائے وہیں سے واپس ہو کر مالدہ جا کر قیام پذیر ہوا، اور نواب بہادر کی
ان سفیہانہ حرکات کو دیکھ کر اس کے اکثر رفقاء اور معاونین اس سے بددل اور متنفر ہو کر
اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور نواب صولت کے پاس چلے گئے، جب نواب بہادر نے
اپنے رفقاء اور معاونین کی یہ حالت دیکھی تو اپنے چند رفقاء اور ندماء اور میواتی پیادے
وغیرہ شاگرد پیشہ عملہ کے ساتھ مالدہ میں ٹھہر کر اس امر کا انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں پردۂ غیب
سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ نواب مہابت جنگ کو جب نواب بہادر کی ان احمقانہ حرکات
اور روش کی خبر معلوم ہوئی تو نواب بہادر کے مال و دولت، سامان و اسباب کو ضبط کر
اپنے قبضہ میں لانے کے خیال سے اپنے بعض معتمد امراء کو بھیج کے نواب بہادر کو مالدہ سے منگا کر
ایک مکان اس کو رہنے کے لئے دیا اور باضابطہ چوکی پہرہ اس کی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا
تاکہ اس کو پھر دوبارہ فرار اور بھاگنے کا موقع نہ ملے اور اس کے کل مال و اسباب، نقد و
جنس کو ضبط کر لیا۔ نواب بہادر مرشد آباد میں کچھ دن راحت اور نظر بندی کی حالت میں
گزارنے کے بعد اتفاقیہ ایک روز محافظین اور پہرہ داروں کو غافل پا کر یا ان سبھوں کو کچھ
دے کر مرشد آباد سے بھاگ کر مرہٹہ اور میر حبیب سے جا ملا۔ مرہٹہ اور میر حبیب کی معیت میں

کچھ دن رہنے کے بعد جب ہر طرح سے مجبور ہوگیا تو دار السلطنت شاہجہان آباد چلا گیا، اور جو کچھ نقد و جنس اپنی نظربندی سے پہلے پورنیہ اور ماسہ سے مہاجنوں کے ذریعہ دار السلطنت شاہ جہاں آباد بھیجا تھا اس سے کچھ ہاتھ لگا اسی پر قناعت کرکے زندگی بسر کرنے لگا، یا آخر شاہ جہان آباد میں قیام کرنے کے تھوڑے دنوں بعد وہیں آوارگی میں مر گیا۔

تتمۂ احوال نواب صولت جنگ

فوجدار پورنیہ

نواب صولت جنگ کا نام سعید احمد اور خطاب نصیر الملک صمصام الدولہ خان بہادر صولت جنگ ہے، اور نواب علی وردی خاں مہابت جنگ صوبہ دار بنگال و بہار کے منجھلے بھائی حاجی احمد کا لڑکا ہے، حاجی احمد کے تین لڑکے تھے، ایک زین الدین احمد خان احترام الدولہ ہیبت جنگ، دوسرا نوازش احمد خان احتشام الدولہ بہادر شہامت جنگ، تیسرا سعید احمد خان صمصام الدولہ صولت جنگ۔

نواب صولت جنگ حاجی احمد کا منجھلا لڑکا ہے، ابتدائے جوانی میں لہو و لعب کی طرف بیحد راغب تھا۔ مگر کٹک کے واقعہ کے بعد سے اپنی حالت درست کر لی تھی اور منہیات سے بیحد محترز تھا، مولف السیر المتاخرین کہ نواب صولت جنگ کے اخص الخواص مصاحبین میں سے تھا اور نواب صولت جنگ کی حکومت کے زمانہ میں پرگنہ سری پور کی زمینداری بھی اس کے متعلق تھی اور سات برس تک پورنیہ میں رہ چکا تھا، لکھتے ہیں کہ نواب صولت جنگ کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ کچھ رات باقی رہتے ہی بیدار ہوکر ضروری حاجتوں سے فارغ ہوکے

اول وقت میں فجر کی نماز ادا کر کے دربار میں آ بیٹھتا تھا اور ہفتہ میں دو دن دربار عام کیا کرتا تھا تاکہ ہر طبقہ کے حاجتمند لوگ اپنی اپنی حاجتوں کو پیش کر سکیں اور جمعہ کے دن کوئی کام نہیں کرتا تھا ہفتہ میں چار دن ایسے مقرر تھے کہ خلوت میں بیٹھ کر پہلے اپنے معتبرین اراکین دولت کو بلوا کر ان لوگوں کے ساتھ قہوہ نوشی کرتا تھا، اس کے بعد مجرائی لوگ آ کر سلام کیا کرتے تھے ان لوگوں میں سے بعض بعض آدمی تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ جاتے تھے۔ دو گھنٹے کے بعد نواب اٹھ کر بظاہر محل کے اندر جاتا تھا۔ مگر وہاں خدمتگار اور لونڈیاں اور خواجہ سراؤں کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اس جگہ ہر محکمہ اور سررشتہ کے افسر لوگ اپنے اپنے کاغذات کو خواجہ سراؤں کے ہاتھ نواب کے پاس بھیجتے تھے۔

اس خلوت میں کہ نواب کے سوا امرائے دربار اور مصاحبین میں سے کوئی نہیں رہتا تھا نواب ان کاغذات کو دیکھ بھال اور سمجھ بوجھ کر اپنے خاص دستخط سے مزین کر کے واپس کر دیا کرتا تھا اور منشی لوگ خطوط کے مسودات تیار کر کے خواجہ سراؤں کی معرفت نواب کی نظر سے گزرا کر ملفوف کر کے نوابی مہردار سے کہ وہ بھی اس وقت باہر موجود رہتا تھا مہر کرا کر ڈاک کے داروغہ کا حوالہ کر دیتے تھے۔ جن جن مقامات میں وہ خطوط بھیجا ہوتا تھا ڈاک کا داروغہ ڈاک کے ہرکاروں کے ذریعہ سے روانہ کر دیا کرتا تھا۔ اور کھانے کے وقت نواب کے دسترخوان کے طعام خاصہ سے اکثر لوگوں کو روزانہ اور کچھ لوگوں کو ایک روز کے بعد اور بعضوں کو ہفتہ میں دو بار اور بعضوں کو ایک بار بلا ناغہ حصہ پہنچا کرتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ کر کے اول وقت میں ظہر کی نماز ادا کر کے ایک جزو قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے، اس کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر باہر آتے تھے۔ اس وقت کی مجلس میں

سپہلے علماء مثلاً ملا غلام یحییٰ بہاری اور مفتی ضیاء اللہ اور میر توحید اور مولوی لال محمد اور شیخ ہدایت اللہ اور سید عبدالہادی وغیرہم حاضر ہو کر دو گھنٹے تک علمی مذاکرہ کیا کرتے تھے اور خاص کر دینیات کی کوئی کتاب اس مجلس میں پڑھی جاتی تھی، ملا غلام یحییٰ اس کتابوں کے اشکالوں کو حل کیا کرتے تھے اس شغل سے فارغ ہونے کے بعد نواب کے عمدہ عمدہ اور خاص خاص رفقاء مثلاً سیف علی خاں برادر نواب سیف خاں، اور نقی علی خاں اور امیر علی یار خاں ہمشیرہ زادہ نواب سیف خاں وغیرہم امراء حاضر ہو کر ملکی معاملات کے متعلق کچھ دیر تک گفتگو کیا کرتے تھے، ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد نواب بھی مجلس سے اُٹھ کر حرم سرا میں چلے جاتے تھے

مصنف سیر المتاخرین کا بیان ہے کہ میں نے نواب صاحب صولت جنگ کی مصاحبت اور معیت پورنیہ میں اس کی ابتدائے حکومت کے زمانہ سے اخیر دور حکومت تک جو سات برس سے زائد مدت ہوتی ہے۔ کی، اور اس کے ساتھ دمادم کسی اعلیٰ و ادنیٰ شخص کے حق کوئی ایسی بات جو تہذیب کے خلاف اور کسی کی دل آزاری کا سبب ہو کبھی نواب صولت جنگ کی زبان سے میرے سننے میں نہیں آئی، اور غضب و غصہ کی حالت میں بھی کوئی ایسی حرکت کہ جس سے کسی دل آزاری ہو میرے دیکھنے میں نہیں آئی، رعایا برایا کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک اور اچھے برتاوے پیش آیا کرتے تھے۔ اس کی انتظامی حالت ایسی اچھی تھی کہ با وجودیکہ اس کی آمدنی شہامت جنگ کی آمدنی سے کم تھی مگر بھی جواہرات اور چاندی سونے کے ظروف اور دیگر سامان اور ہاتھی گھوڑوں کی کثرت میں شہامت جنگ سے کم نہیں تھا۔ نواب کے انتقال کے بعد چالیس لاکھ سے زائد روپے اور ایک لاکھ اشرفی اس کے خزانے میں موجود تھے، پچاس لاکھ روپے سے کم قیمت کے نہیں تھے، نواب کی عادت تھی کہ ناحق پر اپنے عزیز ترین رشتہ دار کی بھی طرفداری نہیں کرتا تھا

مصنف سیر المتاخرین کا بیان ہے کہ میرا چھوٹا بھائی نقی علی خاں جوانی کے وقت میں مزاج کا بحد تیز اور نا عاقبت اندیش تھا، ایک روز کا واقعہ ہے کہ علی نقی خاں نواب صولت جنگ کے پاس سے اُٹھ کر کچہری میں راجہ عجائب رائے کے پاس آکر بیٹھا، اچھل سنگھ کایستہ جو پورنیہ ہی کا رہنے والا اور مزاج کا تیز اور فسادی آدمی تھا اور نواب صولت جنگ کے لڑکے شوکت جنگ کی طرف سے شوکت جنگ کے کل علاقہ متعلقہ پرگنہ تاجپور وغیرہ کا دیوان تھا۔

چونکہ صولت جنگ نے اپنا لڑکا شوکت جنگ کو پرگنہ تاجپور کا انتظام سپرد کرنے کے علاوہ دستی توپخانہ کا داروغہ بھی بنا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ہزاریان برق اندازی کی افسری بھی شوکت جنگ سے متعلق تھی، مہتد شدہ مذکور نواب شوکت جنگ کی طرف سے ان کل امور متعلقہ شوکت جنگ کے دیوان ہونے کی حیثیت سے اس روز اپنے امور متعلقہ کے بارے میں عجائب رائے سے سوال و جواب کرنے کے لئے کچہری آیا ہوا تھا، اچھل سنگھ اپنی تنگ ظرفی اور شوکت جنگ کے دیوان ہونے کی گھمنڈ پر نقی علی خاں اور راجہ عجائب رائے کے بیچ ہو کر جو نہایت مختصر اور تنگ جگہ تھی گزرنا چاہا۔ نقی علی خاں اپنے اور راجہ عجائب رائے کے بیچ کے مقام ہو کر گزرنے سے چند بار منع کیا مگر اس کی ممانعت کا خیال نہیں کر کے اچھل سنگھ نے ایسا بے باکانہ جواب دیا کہ تہذیب اور نقی علی خان کی شان کا خلاف تھا۔ نقی علی خان نے خفا ہو کر اپنے ملازم کو کہ اس کے پاس ہی کھڑا تھا حکم دیا کہ اچھل سنگھ کو دھکا دے کر وہاں سے ہٹا دے، ملازم نے نقی علی خاں کے حکم کے مطابق اچھل سنگھ کو دھکا دیکر وہاں سے ہٹا دیا۔ اچھل سنگھ نے نقی علی خان کی اس حرکت کی شکایت شوکت جنگ کے پاس کر دی۔ چونکہ شوکت جنگ بھی بالکل نا عاقبت اندیش اور جلد باز اور غصہ ور آدمی تھا

تھا ہوکہ ہزار پان برق انداز اور توپخانہ کے جامہ داروں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور نقی علی خاں کے ساتھ جنگ جدال کرنے کے لئے تیار وآمادہ ہوگیا۔ حالانکہ شوکت جنگ کو اس موقع پر لازم تھا کہ پہلے مدعی اور مدعاعلیہ کے بیانات کو سن لیتے اور خود نواب صولت جنگ کی عدالت میں اس مقدمہ کو پیش کرواکر دادخواہ ہوتے۔ ایسا نہیں کیا۔ نقی علی خاں سے جنگ کرنے کے لئے جب تیار ہوگیا تو علی نقی خان کی طرف سے بھی اس کے دوست اور احباب لوگ یعنی مرزا حیدر اور مرزا قنبر علی وغیرہم بھی مدافعت کے لئے تیار اور آمادہ ہوگئے جب فریقین کے ازدحام اور غوغائے عام کی خبر نواب صولت جنگ کو ہوئی تو نواب صولت جنگ نے لالی ہزاری کو کہ نواب کے خاص توپخانہ کے جامہ دار تھے سردار اور معتمد علیہ اور قدیم رفقا میں سے تھا دو سو سوار اور ایک ہزار سے زائد پیادہ فوج کے ساتھ طلب کرکے نقی علی خاں کی رفاقت اور اعانت کے لئے مامور کیا لالی ہزاری نے چلتے وقت عرض کی کہ صاحبزادے کا عزم جنگ کرنے کا معلوم ہوتا ہے۔ اگر واقعی جنگ شروع ہو جائے تو اس وقت ہم کو کیا کرنا چاہئے نواب صولت جنگ نے کہا کہ اس لئے تو میں نے تم کو مامور اور متعین کیا ہے کہ شوکت جنگ کی طرف سے جس طرح کے ساتھ ابتدا ہو اس کی تدارت اور جواب تم کو اسی طرح سے دینا چاہئے اور توپخانہ کے کل ملازمین کو کہلا بھیجا کہ جو شخص نقی علی خاں کے مقابلہ میں شوکت جنگ کا ساتھ دے گا اس کو ملازمت سے معزول اور برطرف کردینے کے علاوہ معقول سزا بھی دی جائے گی۔ جب شوکت جنگ کو نقی علی خاں کی طرفداری اور اعانت میں اپنے باپ نواب صولت جنگ کی ان کارروائیوں کا حال معلوم ہوا تو بیدست وپا ہوکر اور گھبرا کر اپنے باپ نواب

صولت جنگ کے پاس جاکر بہت رویا دھویا۔ مگر نواب صولت جنگ نے اس کے رونے دھونے کا کچھ بھی خیال اور لحاظ نہیں کیا۔

اس نواب صولت جنگ فوجدار پورنیہ اور راجہ سید محمد جلیل سے جنگ راجہ موصوف جلال گڑھ قلعہ میں مقیم تھا۔ جنگ ہوئی تھی اور راجہ سید محمد جلیل اپنی تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے نواب صولت جنگ کے مقابلہ میں مغلوب ہوکر قید ہوگیا تھا اور اسی قید کی حالت میں انتقال کرگیا تھا۔

نواب صولت جنگ کی زندگی کے حالات اور طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب مشار الیہ بہادر جنگ طبیعت اور رعایا پرور اور تدابیر اور انتظام ملکی میں بے نظیر انسان تھا بالآخر نواب صولت جنگ سات سال چند مہینے نیک نامی کے ساتھ حکومت کرکے ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۹ھ میں قضا کرگیا۔ اور محلہ جعفری باغ میں مدفون ہوا۔ نواب صولت جنگ کی تاریخ وفات "خدا لشن بیا مرزد" ہے۔

نواب شوکت جنگ فوجدار پورنیہ

نواب شوکت جنگ نواب صولت جنگ کا بڑا لڑکا تھا۔ اپنے باپ کی حکومت کے دوران پرگنہ تاجپور وغیرہ کا ناظم اور اپنے باپ کے دستی توپخانہ کا داروغہ تھا۔ نواب صولت جنگ کے انتقال کے بعد نواب صابت جنگ صوبہ دار بنگال و بہار و اڑیسہ نے کہ نواب شوکت جنگ کا حقیقی نانا بھی ہوتا تھا۔ پورنیہ کی حکومت اس کے سپرد کی تھی۔ مگر یہ شخص اپنے باپ کی طرح ملک داری کے اصول و ضوابط سے واقف نہیں تھا اور اس نے

مزاج میں غصہ اور رعونت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اس کے بعد نواب صولت کے پرانے ملازمین اور رفقاء اور عمائدین ریاست نواب شوکت جنگ کی دل آزار حرکات اور طرز روش سے بیحد آزردہ خاطر اور پریشان رہتے تھے، جب نواب سراج الدولہ اپنے نانا نواب علی وردی خاں مہابت جنگ صوبہ دار بنگال و بہار و اڑیسہ کے انتقال کے بعد ان ہر سہ صوبوں کا صوبہ دار ہوا تو نواب شوکت جنگ کی خفیف الحرکاتی سے لوگوں کو نالاں اور پریشان دیکھکر نواب شوکت جنگ کی استیصال اور قلع قمع کے درپے ہوکر راجہ درلبھا رام کے چھوٹے بھاری رائے راس بہاری کو پرگنہ بیرنگر اور گونڈوارہ کی کہ ہر دو پرگنہ جات نواب شوکت جنگ کے علاقوں میں سے تھے، فوجداری کی سند دے کر مرشد آباد سے روانہ کیا اور اسی کی معرفت نواب شوکت جنگ کے نام سے ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ ہر دو پرگنہ مذکور قبل ازیں دوسروں کی جاگیر میں دئے جاتے تھے اب ان ہر دو پرگنوں پر دوسرے کا قبضہ میں نے نامناسب اور مصالح ملکی کے خلاف سمجھکر اپنے محال خالصہ میں داخل کرلیا، اس لئے میں اپنی طرف سے ان ہر دو پرگنوں کے انتظام اور بندوبست کے لئے رائے راس بہاری کو اپنا نائب بناکر بھیجتا ہوں لہذا ان ہر دو پرگنوں پہ راس رائے بہاری کو دخل اور قبضہ دلاکر دخلنامہ میرے پاس بھیجدیں۔ راس رائے بہاری نواب سراج الدولہ کے حکم کے مطابق راج محل کے قریب اپنی کشتیاں بندھواکر اپنی طرف سے ایک عرضی اور نواب سراج الدولہ کا فرمان نواب شوکت کے پاس پورنیہ بھیجکر جواب آنے کے انتظار میں بیٹھا رہا، نواب شوکت جنگ راس رائے بہاری کی عرضی اور نواب سراج الدولہ کے فرمان کے مضمون سے واقف ہوکر بیحد متحیر اور پریشان ہوکر

رائے مشورہ کے لئے اپنے اراکین دولت اور رفقائے کار کو طلب کرکے نواب سراج الدولہ کے
فرمان اور راس بہاری کے عرضی کے جواب میں رائے طلب کی کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہئے
میر معلی خان، حبیب بیگ، کارگزار خان وغیرہم عمائدین دولت اور ملازمین معتمد اور دیگر دولت
خواہان قدیم کی رائے ہوئی کہ اب برسات کا موسم قریب آگیا ہے اور بارش کی وجہ کر راستوں
کے مسدود اور بند ہو جانے کے سبب لڑائی کے لئے یہ وقت غیر مناسب ہے لہذا ان دشواریوں
کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصلحت وقت اسی کا متقاضی ہے کہ اس قلیل مدت کو صلح و آشتی سے
کسی طرح گزار دینا چاہئے اور رائے راس بہاری کو ان ہر دو پرگنوں پر دخل اور قبضہ دلانے
کی امید میں اپنے پاس بلاکر نواب سراج الدولہ کو لکھنا چاہئے کہ جناب عالی نے ان ہر دو
پرگنہ جات کے متعلق جو رائے اور تجویز فرمایا ہے بجا اور درست ہے مگر چونکہ یہ خادم بھی جناب
کے دامن دولت کے وابستگان اور متوسلین میں سے ہے اور یہ ہر دو پرگنہ جات
سابق زمانہ یعنی نواب سیف خان اور نواب صولت جنگ کے وقت سے پورنیہ کے
فوجداروں کی جاگیر میں داخل ہیں اب جبکہ محال خالصہ میں ان ہر دو پرگنہ جات کو
ادراج کر لینے کا خیال فرمایا گیا ہے بہتر ہوتا کہ بدستور سابق یہ ہر دو پرگنہ جات اسی دولت
خواہ کی سپردگی اور انتظام میں رہنے دیا جاتا اور اس کی مالگزاری جو کچھ تجویز فرمائی
جائے یہ دولت خواہ ادا کرتا رہے۔ اس لکھنے پر دیکھنا چاہئے کہ نواب سراج الدولہ
کیا جواب دیتے ہیں اور اگر راس بہاری آجائے تو لطائف الحیل سے اس کو اپنے پاس
رکھ لینا چاہئے اور برسات کا زمانہ گزار دینا چاہئے اور اس درمیان میں اپنے کو سامان
جنگ سے بالکل تیار کر لینا چاہئے۔ برسات کے موسم کے گزرنے کے بعد چونکہ انگریزوں

کی طرف سے بھی نواب سراج الدولہ کے ساتھ جنگ کا احتمال ہے اس لئے انگریزوں کو اپنے اتفاق میں لاکر وقت کی مناسبت کے اعتبار سے جس طرح موقع ملے کام کرنا چاہئے۔

نواب شوکت جنگ نے پہلے تو اس رائے کو پسند کیا مگر اپنی ناعاقبت اندیشی اور بے سمجھی سے مجبور ہوکر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا کہ میرے نزدیک یہ رائے بالکل پوچ اور ناقابل عمل ہے۔ میں اس رائے پر عمل نہیں کرسکتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ نواب شوکت جنگ نے اپنے معتمدین دربار اور بہی خواہان اور عمائدین دولت کی رائے کو پس پشت ڈال کر راس رائے بہاری کے ہرکاروں کو بلاکر بلاوجہ خفیف اور ذلیل کیا۔ اور وزیر الممالک کے خط کو کہ اس کی ریاست کی سند تھی۔ دربار عام میں پڑھ کر راس رائے بہاری کے ہرکاروں کو سنانے کا حکم دیا۔ اور نواب سراج الدولہ کے فرمان کے جواب میں ایک خط اس مضمون کا لکھ بھیجا کہ ہر سہ صوبہ بنگال و بہار و اڑیسہ کی حکومت کی سند وزیر الممالک نے مجھ کو دی ہے چونکہ آپ سے اخوت اور قرابتمندی کا واسطہ ہے اس لئے آپ کی بھلائی اور بہتری کے لئے آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جہانگیر نگر ڈھاکہ میں جس جگہ اور جس مکان کو آپ اپنے رہنے کے لئے تجویز اور پسند کریں مجھکو لکھ بھیجیں تاکہ آپ کے قیام اور رہنے کے لئے جگہ متعین کردی جائے اور اس جگہ اور مکان کی باضابطہ سند آپ کو دے دی جائے آپ مع اہل و عیال وہاں جاکر قیام کریں۔ اور دار الامارت کو مع خزائن و سامان چھوڑ دیں' میں اس خط کے جواب کا منتظر ہوں اگر آپ کو میرے اس فرمان پر عمل کرنا نہیں ہو تو مجھکو آپ اپنے مقابلہ کے لئے پا در رکاب سمجھیں۔

راس رائے بہاری کے ہرکارے خط کا جواب لیکر راس رائے بہاری کو دے کر نواب شوکت جنگ کی ان کج برتاؤ اور خاطر مدارات کے حالات جو ان سبھوں کے ساتھ نواب شوکت جنگ نے

کرکے تھے ۔ بیان کر دئے ۔ راس رائے بہاری نے نواب شوکت جنگ کا خط جو نواب سراج الدولہ کے نام سے تھا اور نواب شوکت جنگ نے اس کے ہرکارے کے ساتھ جو کچھ بے عنوانیاں برتا تھا اپنے خط میں تفصیل وار لکھ کر نواب سراج الدولہ کے پاس بھیجدیا ۔

نواب سراج الدولہ نواب شوکت جنگ اور راس رائے بہاری کے خطوط کے مضامین سے واقف ہو کر اواخر ماہ ذی الحجہ میں معہ افواج و سامان جنگ نواب شوکت جنگ سے مقابلہ اور جنگ کرنے کے لئے اپنے دارالامارت مرشد آباد سے روانہ ہو کر پورنیہ کا عازم ہوا اور راجہ رام نرائن کو بھی معہ افواج عظیم آباد پٹنہ و زمینداران اپنی کمک اور مدد کے لئے طلب کیا ۔ نواب سراج الدولہ کے حکم کے بموجب راجہ رام نارائن معہ افواج عظیم آباد اور راجہ سندر سنگھ و سوتھر سنگھ و پہلوان سنگھ کہ صرف راجہ رام نارائن کی فوج نواب شوکت جنگ کی کل فوج سے تعداد میں زیادہ تھی نواب سراج الدولہ کے پاس حاضر ہوا ۔ نواب سراج الدولہ اپنی خاص ہمراہی فوج کے دو حصے کر کے ایک حصہ فوج کو راجہ موہن لال کی افیسری میں کہ راجہ موصوف نواب سراج الدولہ کے دیوان عام اور اور قدیم معتمدین اور بھی خواہان دولت میں سے تھا ۔ گنگا کی اوس طرف بھیجا ۔ تاکہ بسنت پور گولہ اور حیات پور گولہ کے راستہ سے نواب شوکت جنگ پر حملہ آور ہوا ۔ اور ایک حصہ فوج کو خود اپنے ساتھ لے کر راج محل کے نزدیک گنگا پار ہو کر پورنیہ کی طرف روانہ ہوا اور راجہ رام نارائن بھی راج محل کے قریب اپنی کل فوج کے ساتھ گنگا پار ہو کر عازم اور راہی پورنیہ ہوا ۔

اور نواب شوکت جنگ کا عزم بالجزم چونکہ پہلے ہی سے نواب سراج الدولہ کے ساتھ

جنگ کرنے کا تھا۔ اس لئے نواب سراج الدولہ خط کا جواب بھیجنے کے بعد ہی اپنی فوج کو جنگ کے لائق محفوظ مقام اور جگہ تلاش کر کے مورچال باندھکر مع سامان جنگ بڑا او ڈالنے کا حکم دیدیا تھا۔ نواب شوکت جنگ کے باپ نواب صولت جنگ کیوقت کے فوجی ملازمین اور امرا چونکہ دور اندیش اور تجربہ کار اور جنگ کے ضابطہ اور ڈھنگ کے ماہر تھے۔ مینہاری اور بلدیہ باری کی جگہ کو کہ جس کی ہر اطراف بڑی بڑی جھیلوں سے محیط اور آمد و رفت کا راستہ صرف ایک ہی طرف سے تھا اور وہ بھی زیادہ کشادہ اور چوڑا نہیں تھا۔ اور اس راستہ میں بانس اور گھانس اور لکڑی وغیرہ سے آمد و رفت کے لئے پُل باندھنے کا بھی موقع تھا۔ جنگ کے لئے معین اور مقرر کیا۔ باوجودیکہ اس میدان کی ہر چہار طرف جھیلیں خود عمیق اور ایسی ایسی چوڑی تھیں کہ بعض جگہ دو تین کوس تک اور بعض جگہ ڈیڑھ دو کوس تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مگر پھر بھی احتیاطاً اکثر جگہ موقع محل دیکھ کر خندقیں کھود کر جھیل کے کناروں کو اس طرح مرتفع اور بلند کردئے گئے تھے کہ اگر کوئی شخص تھوڑی سی فوج کے ساتھ بھی سلیقہ اور عقلمندی سے جنگ کرتا تو مدتوں تک مخالف کو یورش اور حملہ کا موقع نہیں مل سکتا، اور یہ جگہ ایسی تھی کہ سامان جنگ اور رسد وغیرہ کے مہیا اور فراہم کرنے میں بھی نواب شوکت جنگ کو کوئی دقت اور پریشانی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہ جگہ جو میدان جنگ قرار دی گئی تھی نواب شوکت جنگ کے ملک کی پشت پر واقع ہونے کی وجہ سے ضرورت کے وقت بلا کسی تردد اور دقت کے بے حد سہولیت اور آسانی کے ساتھ سامان جنگ اور رسد وغیرہ کا انتظام ہو سکتا تھا۔ مگر نواب شوکت جنگ کی ناعاقبت اندیشی اور بیجا

شب وستم سے اس کی فوج کے لوگ اس سے ہمیشہ کبیدہ خاطر اور ناخوش رہتے تھے۔
اور اس کی نازیبا اور دل آزار حرکات کی وجہ سے اس کی فوج کے اچھے اچھے بہادر اور
سردار لوگ اس کی طرف سے ہمیشہ خائف اور غیر مطمئن رہتے تھے۔ اس لئے نواب
شوکت جنگ سے دور رہنے ہی میں اپنی اپنی عزت اور آبرو کی بچائش سمجھتے تھے۔ اور
خود نواب شوکت جنگ بھی اپنی دل آزار حرکات اور بیجا شب وستم کے بُرے نتائج سے
خائف رہنے کی وجہ سے کل افسران فوج اور سرداران لشکر کی طرف سے غیر مطمئن رہتا
تھا۔ بایں وجہ اپنے خاص خاص مصاحبین اور ندمار کے ساتھ فوجی پڑاو سے کچھ دور ہی
ہٹکر رہنے کو اپنے لئے مناسب سمجھا تھا۔ نواب شوکت جنگ اپنی روانگی سے چند روز قبل ہی
کل فوج کو مورچال مذکور پر بھیجدیا۔ اور ان سبھوں کو اپنی خیمہ گاہ سے علیحدہ اور دور
سونڑہ ندی کے کنارے پر کہ اس کی خیمہ گاہ سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر تھا اترنے کا
حکم دیا۔ مصنف سیرالتاخرین کا (کہ نواب شوکت جنگ کے ملازمین میں سے تھا اور اس
لڑائی میں خود بھی میدان جنگ میں موجود تھا) بیان ہے کہ نواب شوکت جنگ کے حکم
کے بموجب ہم اور ہمارا چھوٹا بھائی نقی علی خاں اور کارگذار خاں بخشی اور شیخ جہان یار
اور شیخ عبدالرشید و میرسلطان خلیل اور محمد سعید خاں پسر ابوتراب خاں تورانی، کہ
مقام تراثرکی لڑائی میں برہان الملک کے ساتھ تھا اور دوسرے سیف خانی سردار
لوگ اپنے اپنے رسالہ کے ساتھ کہ گویا کل فوج شوکت جنگ کی اسی قدر تھی۔ سونڑا ندی
کے کنارہ پر فروکش ہوئے اور سیام سندر کا پشتہ بنگالی کہ توپ خانہ دستی کا پیشکار تھا
اپنے آقا نواب شوکت جنگ سے ایک روز پہلے ہو کر مورچال سے آمد و رفت کا جو راستہ

تھا اسی راستہ پر اپنا خیمہ نصب کیا اور توپ خانہ اور سواروں کی فوج نے بلا سردار کے دو ڈھائی کوس کے فاصلہ پر دوسری جگہ پڑاو ڈالا۔

نواب سراج الدولہ کی فوج کے قریب پہونچنے کی خبر ہر روز آتی تھی۔ لڑائی سے ایک روز پہلے خبر آئی کہ نواب سراج الدولہ کی فوج ہراول بالکل قریب پہونچ گئی۔ اس طرف کے لوگ بھی چار و ناچار بخیال مدافعت مستعد اور آمادہ ہوئے۔ مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اور فوج مخالف ابھی کچھ فاصلہ پر ہے کل تک پہونچ جائے گی لڑائی سے ایک روز پہلے شام کے وقت نواب شوکت جنگ کا پیش خیمہ آکر نصب ہوا۔ مگر پھر بھی دوسرے روز تک نواب شوکت جنگ کا میدان جنگ میں پہونچ جانے پر کسی کو یقین نہیں تھا۔ اللہ اللہ کر کے کسی طرح سے رات گذر گئی۔ ۲۱ محرم الحرام ۱۱۷۰ھ کی صبح کو دو تین گھنٹے گذرنے کے بعد نواب شوکت جنگ میدان جنگ میں پہونچا۔ میدان جنگ میں نواب شوکت جنگ کے پہونچنے پر بہت سے سرداران اور ملازمین فوج سلام کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر اس وقت بھی اس کا دل کسی کی طرف سے صاف معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کی پیشانی پر کی گرہ نہیں گئی۔ جس قدر سرداران فوج اس کی سلامی کے لئے حاضر ہوتے تھے ان سبھوں کی ہمت افزائی اور مخالفین سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کے متعلق رائے مشورہ کرنے کی بجائے کل افسران فوج کو اپنے اپنے خیمے اور مورچال پر چلے جانے کا حکم دیا کل سرداران فوج مجبوراً اپنے اپنے خیمے اور مورچال پر چلے گئے۔ اور نواب شوکت جنگ گھوڑے سے سوار اور اپنے اخص الخواص اور معتمدین میں سے میر مردان علی پسر میر رستم علی اور چھبن لال دیوان

اور سیف الدین محمد خاں اور اپنے چھوٹے بھائی میر رمضانی جسارت جنگ کو کہ تین چار سو سوار اس کی ہمراہ تھے' اپنے ساتھ لے کر انتظام جنگ کے لئے مورچال کے درمیان گھومنے لگے۔ عمر خاں نام جمعدار افغانی جو معمر اور فنون جنگ میں بے حد ہوشیار اور تجربہ کار اور بہادر آدمی تھا اتفاقاً وہ بھی اس وقت اپنی جمعیت کے ساتھ کہ دو سو سوار کے قریب ہوں گے نواب شوکت جنگ کی ہمراہ اور ساتھ تھا۔ دو پہر دن کے قریب نواب سراج الدولہ کی فوج راجہ موہن لال دیوان کی قیادت اور افیسری میں منہیاری کے میدان میں پہونچی اور دور سے اس فوج کا علم اور نشان نمودار اور ظاہر ہوا۔ اور دونوں طرف کی فوج کے درمیان ابھی دو کوس کا فاصلہ تھا کہ نواب شوکت جنگ کے دستی توپخانہ کا مشرف اور پیشکار سیام سندر اپنی سیاہ مستی اور نادانی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے اپنی جلادت اور بہادری اور جانفشانی کے اظہار کے لئے کل برق انداز فوج کو اپنے ساتھ لے کر مورچال سے باہر نکل کر پچھم طرف ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر نواب سراج الدولہ کی فوج کے مقابلہ میں اس طرح سے کھڑا ہوا کہ جھیل اور اس کے درمیان کوئی آڑ نہیں تھا۔ نواب سراج الدولہ کی فوج کے دائیں جانب اور نواب شوکت جنگ کے فوجی سرداروں اور سواروں سے اتر اور دکھن جانب سامنے میں دو کوس کا فاصلہ تھا۔

اور دونوں فوج کے درمیان ایک بڑی جھیل تھی، راجہ موہن لال مع میر محمد جعفر خاں و دوست محمد خاں و میر محمد کاظم خاں و دلیر خاں و اصالت خاں پسران عمر خاں و شیخ دین محمد وغیرہم سرداران فوج گنگا کے کنارہ پر خیمے نصب کر کے خود مع افواج سائر و توپ خانہ لشکر کو مرتب کر کے جنگ کے لئے مستعد اور آمادہ ہو کر گولہ اندازی

شروع کردی۔ دونوں طرف کی فوج کے درمیان زیادہ مسافت ہونے کی وجہ سے اکثر گولے جھیل میں آکر گرتے تھے۔ دو تین گھنٹے کے بعد جب نواب سراج الدولہ کے بڑے بڑے توپ پہونچ گئے اور گولہ اندازی شروع کی تو ان کلاں توپوں کے بعض بعض گولے مورچال کے قریب اور کبھی کبھی دو ایک گولے مورچال کے اندر بھی گرنے لگے۔ جب مورچال کے اندر گولے گرنا شروع ہوئے تو نواب شوکت جنگ گھبرا کر اپنے ان ملازمین پر جو ہر وقت اس کے ساتھ گھوما پھرا کرتے تھے خفا ہو کر کہنے لگے کہ یہ نمک حرام لوگ ہمارے پاس ہجوم کرکے مجھ کو توپ کا نشانہ بنانے چاہتے ہیں۔ نواب شوکت جنگ کی ان سخت کلامیوں سے اس کے ساتھ کے لوگ اس سے دور ہٹکر رہنے لگے مگر پھر بھی اس کو اطمینان نہیں ہوتا تھا اور اطمینان سے ایک جگہ نہیں ٹھہرتا تھا۔ نواب شوکت جنگ کی فوج کی بے ترتیبی اور خود اس کی پریشانی کو دیکھ کر عمر خاں جمعدار مذکور نے عرض کی کہ حضرت نواب سلامت یہ میدان جنگ اور جدال و قتال کی جگہ ہے۔ اور میں تو آصف جاہ کی معیت میں بہت سی لڑائیاں لڑ چکا ہوں' لڑائی اس طرح نہیں کیجاتی ہے کل فوج کو ایک جگہ مرتب کرکے مقدمہ اور میمنہ اور قلب و ضیاح بنا کر توپ اور توپ خانہ دستی کو سامنے رکھکر دشمن پر حملہ کرنا چاہئے اور ثابت قدمی اور دلیری کیساتھ مقابلہ کرنا چاہئے تب فتح حاصل ہوتی ہے۔ نواب شوکت جنگ جمعدار مذکور پر خفا ہو کر لعن طعن شروع کر دیا اور اسی خفگی اور غصہ کی حالت میں جس قدر بھی اس سے بن پڑا نواب آصف جاہ کو بھی مغلظات اور حیا سوز باتیں کہکر کہنے لگا کہ میں خوسینکڑوں لڑائیاں لڑ چکا ہوں مجھکو کسی سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

جمعدار مذکور نواب شوکت جنگ کا غصہ اور دلخراش اور نادانی کی باتوں کو سن کر خاموش ہو گیا۔ میر خاں جمعدار پر اظہار خفگی کے بعد اپنے ایک سوار کو حکم دیا کہ شیخ جہان یار اور کارگذار خاں وغیرہ سرداران لشکر سے جا کر کہو کہ دشمن کی فوج کا علم اور نشان دکھا جارہا ہے اور تم لوگ اب تک بیٹھے ہوئے ہو۔ آگے بڑھکر حملہ کیوں نہیں کرتے ہو
سرداران لشکر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ چونکہ دونوں طرف کی فوج کے بیچ میں بہت بڑی جھیل واقع ہے لہذا اس قلیل فوج کے ساتھ پیش قدمی کرکے جھیل کو طے کرکے مخالف کی فوج پر ہم لوگوں کا حملہ آور ہونا آئین جنگ اور دوراندیشی کے خلاف ہے۔ جب فوج مخالف حملہ اور دھاوا کرکے جھیل کو طے کرکے ہم لوگوں کی زد پر آجائے گی تب ہم لوگوں کو مقابلہ اور حملہ کرنا چاہئے سرداران لشکر کا یہ خیال اور جواب حالانکہ بہت درست اور مناسب تھا مگر خفا ہو کر برا بھلا کہکر پھر دوبارہ کہلا بھیجا کہ تم لوگ بیٹھے بیٹھے صرف باتیں بناتے ہو جس طرح بھی ہو تم لوگ۔ آگے بڑھکر حملہ کرو۔ تم لوگ بزدلی اور پست ہمتی کو راہ دے کر لڑائی سے جان چراتے ہو۔ دیکھو کہ سیام سندر مع توپ خانہ مورچال سے بہت دور آگے بڑھ گیا ہے۔ الغرض اسی اور سوال وجواب میں آفتاب ڈھل گیا جب ثلث دن باقی رہا تو نواب شوکت جنگ کو شراب نوشی اور عورات متعینہ کی صحبت کی خواہش اور چسکا نے بے چین کردیا۔ ہاتھی سے اوتر کر حرام سرا کے خیمہ میں چلا گیا۔

مصنف سیر المتاخرین کا بیان ہے کہ ہم اور چند آدمی جو اس وقت نواب شوکت جنگ کے ساتھ تھے دیوان خانہ کے خیمہ میں بیٹھکر اللہ اللہ کرنے لگے اور دل ہی دل میں دعا

مانگنے لگے کہ خدا خدا کرکے اسی طرح اتنا حصہ دن کا بھی ختم ہو جائے تو رات کے وقت
ہم لوگ سب کوئی ایک جگہ جمع ہو کر جس طرح بھی بنے گا نواب شوکت جنگ کو سمجھا بجھا کر
کل کی کل فوج کو اکٹھا اور مرتب کرکے بہیئت مجموعی جنگ کریں گے. ہم لوگ آپس میں
یہی رائے اور مشورہ کرکے لشکر میں کہ وہاں سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر میرا چچا یا بھائی
نقی علی خاں اور کل دوست و احباب تھے جانے کا ارادہ کرکے میں روانہ ہوا. جب نواب
شوکت جنگ کے خیمہ اور خرگاہ سے باہر ہو کر کچھ دور نکل آیا تو کیا دیکھتا ہوں. کہ شیخ
جہان یار اور کارگذار خاں اور حبیب بیگ اور محمد سعید خاں اور شیخ سعد اللہ اور میر سلطان
خلیل اور بقیہ کل سرداران فوج نواب شوکت جنگ کے پیغام ثانی سے برہم ہو کر خفت اور
ذلت کی تاب نہ لا کر نواب سراج الدولہ کی فوج پر دھاوا اور حملہ کر بیٹھے ہیں اور سامنے
کی جھیل کا نصف حصہ بہزار خرابی طے کرکے نواب سراج الدولہ کی فوج کے قریب پہونچے
کو ہیں. اور عنقریب جنگ کا خاتمہ اور معاملہ خراب ہونے کو ہے میں نہایت متردد اور
پریشان ہوا کہ اب کیا کرنا چاہئیے. اس لئے کہ نواب شوکت جنگ کی بے وقوفی اور
تند مزاجی اور نادانی سے اس جنگ کا نقشہ بگڑ جانے کے قریب ہے اور نوبت یہاں تک
پہونچ گئی ہے کہ جس قدر جانباز اور عمدہ سردار اس لشکر کے تھے اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ
بحال تباہ و خستہ نواب سراج الدولہ کی فوج کے توپ اور بندوق کا ضرب اور گولیاں
کھاتے ہوئے سامنے کی جھیل کو طے کرکے فوج مخالف سے دست بدست لڑنے کے لئے
بڑھ رہے ہیں نواب شوکت جنگ کی فوج کی اس حالت کو دیکھکر میں گھبرا کر اس
ارادہ کہ کچھ سُن کر نواب شوکت جنگ کو سوار کرا کر اور بقیہ فوج کو اکٹھا اور مرتب کرکے

حالت مجبوری پوری طاقت کے ساتھ حملہ کرنا چاہئے نواب شوکت جنگ کو فوج کی اس حالت
سے مطلع کرنے کے لئے نواب کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ افتاں وخیزاں جب نواب کے
خیمہ کے دروازہ پر پہونچا تو دیکھا کہ میرے پہونچنے سے پہلے ہی افواج سائر اور توپ خانہ
اور سیام سندر کے آگے بڑھنے کی خبر اس کو معلوم ہوگئی ہے اور شراب کی نشہ میں چور
آشفتہ سر ودستار ہاتھی پر سوار ہے۔ اور اس کے ہمراہ رکاب کے لوگ بھی جو اپنے اپنے
خیموں میں بآرام واطمینان بیٹھے ہوئے تھے مضطرالاحوال ہو کر تیار اور مسلح ہو ہو کر اسکے
پاس جمع ہو رہے ہیں۔ لوگوں کے جمع اور حاضر ہونے میں بھی کچھ دیر لگی اس اثنا میں
متفرق طور پر جو لوگ پیش قدمی کر کے آگے بڑھ گئے تھے سامنے کی جھیل کو طے کر کے فوج
مخالف کے قریب پہونچ گئے تھے میں نواب شوکت جنگ اور اس کے ہمراہی لوگوں پر
آگے بڑھنے کی تاکید شروع کی کہ کسی طرح سے نواب شوکت جنگ پیش قدمی کرنے والی
فوج کی اعانت اور مدد میں پہونچ جائے بہت کہنے سننے پر روانہ بھی ہوئے مگر نواب کی
بدحواسی اور اضطراب کی یہ حالت تھی کہ دس پانچ قدم چلتا تھا اور فیلبان کو ہاتھی کھڑا کرنے
کا حکم دیتا تھا۔ یہاں تو نواب کا یہ حال تھا اور اس کی فوج پیش قدمی کر کے جھیل کو عبور
کر کے نواب سراج الدولہ کی فوج پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی جب نواب شوکت جنگ
کی یہ فوج بہزار خرابی و پریشانی نواب سراج الدولہ کی فوج کے قریب پہونچی تو جھیل کے
اس کنارہ میں جو فوج مخالف کے متصل تھا پانی اور کیچڑ اور دلدل کے زیادہ ہونیکی وجہ
سے آگے بڑھنے سے بالکل مجبور ہوگئی اور اس طرف سے فوج مخالف کے لوگ باطمینان
خاطر ان لوگوں کو بندوق اور جزائر کا نشانہ بنا کر بعض کو مجروح اور بعض کو عدم کا گھاٹ

اوتارنے لگے اور ان پیش قدمی کرنے والوں میں سے اکثر لوگ فوج مخالف کے مقابلہ میں ہاتھ پیر پھیلانے سے مجبور ہوکر اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے رسالہ میں واپس چلے آئے مگر یہاں بھی پائداری اور ثابت قدمی نہ کر سکے۔

نواب شوکت جنگ کی افواج کا یہ حال دیکھکر میر محمد جعفر خاں و دوست محمد خاں و میر کاظم خاں و عمر خاں و دلیر خاں و اصالت خاں پسر عمر خاں وغیرہم اور شیخ دین محمد جو راجہ موہن لال کی فوج کا ہراول تھا اُس طرف سے بڑھکر نواب شوکت جنگ کی ہر دو افواج سائر اور توپ خانہ کا کہ تھوڑے سے آدمی متفرق طور پر تھے۔ کام تمام کرکے آگے بڑھے۔ شیخ عبد الرشید و محمد سعید خاں خلف ابو تراب خاں تورانی و میر سلطان خلیل خاں لڑبھڑ کر اپنی اپنی جانیں دیدیں۔ نقی علی خاں اور حبیب بیگ زخمی ہوکر دوست محمد خاں اور میر محمد جعفر خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور شیخ جہان یار صحیح و سالم اور سکار گنداز خاں مجروح ہوکر کسی طرح میدان جنگ سے واپس ہوئے اور سیام سند بھی مجروح ہوکر فرار کا راستہ اختیار کیا نواب شوکت جنگ کے سرداران فوج کی جب یہ حالت ہوئی تو نواب سراج الدولہ کے سرداران فوج بہیئت مجموعی آگے بڑھتے بڑھتے نواب شوکت جنگ کے سامنے پہونچ گئے۔ جب خاص نواب شوکت جنگ کی ہمراہی فوج سے جنگ و جدال کا موقع آیا اور فوج مخالف کے سرداران مذکور سامنے آکر مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ تو نواب شوکت جنگ کے خاص رسالہ کے لوگوں میں سے میر مردان علی مع برادران خاص اور بعض مع اپنے خاص رسالہ کے اور مرزا معانی برادر خاص نواب شوکت نے اپنے ہمراہیونکے ساتھ ہاتھ پیر کو جنبش دئے بغیر جس کو جدھر سے فرار کا موقع ملا اپنا اپنا راستہ لیا۔

سیف الدین محمد خاں تھوڑی دیر تک ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا مگر بالآخر یہ بھی مجروح ہو کر مقابلہ سے ہٹ گیا اور برق اندازوں میں کسی نے بھی ثابت قدمی اور نواب شوکت جنگ کا ساتھ نہ دیا۔ نواب شوکت جنگ مخبوط الحواس اور ہوش باختہ ہو کر پندرہ سولہ آدمی کے ساتھ کھڑا تھا کہ فوج مخالف کی بندوق کی گولی سر پہ لگنے سے نواب کا کام تمام ہو گیا۔ نواب شوکت جنگ کے مرجانے کے بعد نواب سراج الدولہ نے راجہ موہن لال کو نواب شوکت جنگ کے مال واسباب کی ضبط اور پورنیہ کی بندوبست اور انتظام کے لئے پورنیہ بھیجا۔ لڑائی کے تیسرے دن راجہ موہن لال اور میر کاظم خاں پورنیہ پہونچے۔ راجہ موہن لال چند روز قیام کرکے نواب صولت جنگ کی باقی آل واولاد اور مستورات اور نواب سیف خاں کے لڑکے سپہدار جنگ کو کہ نواب صولت جنگ کا داماد بھی ہوتا تھا اعزاز اور احترام کے ساتھ نواب سراج الدولہ کے پاس بھیجدیا اور خود ضروری امور ملکی کی بندوبست اور انتظام کرکے اپنے لڑکے کو اپنا نائب اور قائم مقام بناکر پورنیہ کی حکومت کا باگ اُس کے ہاتھ میں دیکر نواب سراج الدولہ کے پاس چلا گیا۔

حاضر علی خاں کی چند روزہ امارت

اور خادم حسین خاں فوجدار پورنیہ

حاضر علی خاں کہ نواب صولت جنگ کا درم خریدہ اور اس کے دیوان خانہ کا داروغہ تھا نواب شوکت جنگ کے قتل اور پورنیہ پر نواب سراج الدولہ کی طرف سے

راجہ موہن لال کے منسلسلہ اور قابض ہونے کے بعد بھی پورنیہ ہی میں رہتا تھا۔ اور اچل سنگھ کا یشتو کہ نواب شوکت جنگ کا دیوان تھا۔ اور اس کے قتل کے بعد راجہ موہن لال کی طرف سے پرگنہ تاجپور اور سرہپور اور گنڈہ گو لہ یعنی کاڑھا گولہ وغیرہ کا متعہد اور محصل تھا اور پہلے سے بھی پورنیہ کی رعایا کو ان دونوں سے کمال تعارف اور جان پہچان اور ربط و ضبط تھا۔ ان دولاں نے پورنیہ کی کل فوج کو اپنے اتفاق اور میل میں کرکے راجہ موہن لال کے لڑکے کو کہ ان دونوں کی سازش اور کارروائی سے بالکل غافل تھا بحالت غفلت قید کرکے حامد علی خاں کل پورنیہ کا مالک اور حاکم اور اچل سنگھ کو اپنا دیوان مقرر کیا۔ مگر درحقیقت اچل سنگھ ہی کل سیاہ اور سفید کا مالک تھا اور حامد خاں برائے نام مالک اور حاکم تھا۔ نواب میر جعفر خاں کو کہ نواب سراج الدولہ کے قتل کے بعد بنگال و بہار اور اوڑیسہ کا ناظم اور صوبہ دار تھا۔ جب حامد علی خاں اور اچل سنگھ کی ان کارروائیوں اور شورش اور فتنہ کا حال معلوم ہوا تو خادم حسین خاں کو پورنیہ کی امارت کی سند اور خلعت دیکر حامد علی خاں اور اچل سنگھ کے فتنہ کو مٹانے اور ان دونوں کی سرکوبی اور استیصال کے لئے پورنیہ روانہ کیا۔ اور میر کاظم خاں کو بھی خادم حسین خاں کی اعانت اور امداد کے لئے ساتھ کر دیا اور خود نواب میر جعفر خاں خادم حسین خاں اور حامد علی خاں اور اچل سنگھ کے معاملہ کے انجام کو معلوم کرنے کے لئے اور حسب ضرورت خادم حسین خاں کی اعانت اور مدد کرنے کے خیال سے راج محل میں ٹھہرا رہا۔

خادم حسین خاں اپنی فوج اور سروسامان کو درست اور آراستہ کرکے گنگا پار ہوکر

پورنیہ کے سرداران فوج اور عمائدین اور رعایا کے پاس کہ ان لوگوں کے نام و نشان اور ان لوگوں سے اس کو واقفیت پہلے سے تھی - وعدہ اور وعید کے خطوط اور احکام حاضر علی خاں اور اچپل سنگھ کی جمعیت کو درہم برہم کرنے کے لئے روانہ کرنا شروع کیا حاضر علی خاں اور اچپل سنگھ خادم حسین کی آمد آمد کی خبر سنکر اپنے چھ سات ہزار پیادہ برق انداز اور تین ہزار سوار پر بھروسہ کرکے خادم حسین کی مدافعت اور مقابلہ کے لئے پورنیہ سے نکل کر جنگ کے لائق ایک جگہ تجویز کرکے سامان جنگ سے تیار اور مستعد ہوکر اپنی فوج کے ساتھ خادم حسین خاں کی آمد آمد کا انتظار کرنے لگے علاوہ بریں رتن پان منجم نے بھی یہ کہکر کہ خادم حسین خاں کے مقابلہ میں آپ دونوں کو فتح حاصل ہوگی آپ لوگوں کو خادم حسین خاں سے خائف ہونا اور ڈرنا نہیں چاہئے ان دونوں کو اور بھی دلیر کر دیا تھا - رتن پان منجم نے حاضر علی خاں اور اچپل سنگھ کی ہمت دہانی کی غرض سے ان لوگوں کی فوج کے مورچال کی اطراف اور اضلاع کے تعین وغیرہ بھی اپنے سے کر دیا تھا تاکہ ان دونوں کو خادم حسین خاں کے مقابلہ میں اپنی فتحیابی کا کامل یقین ہوجائے حاضر علی خاں اور اچپل سنگھ رتن پان منجم کے کہنے کے مطابق باطمینان تمام مع فوج وسروسامان خوش خوش بیٹھے رہے جب خادم حسین خاں کی فوج قریب پہونچ گئی اور دونوں طرف کی فوج کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوا تو ہر دو طرف کی فوج کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے خوف وہراس پیدا ہوا۔ خادم حسین خاں نے اپنی ہمراہی فوج کے خوف وہراس کو محسوس کرکے نواب میر جعفر خاں کے پاس جو راجمحل میں مقیم تھا خط بھیجکر فوجی امداد کا خواہاں ہوا - ادھر

حامز علی خاں کی فوج کے لوگ بھی خادم حسین خاں کی فوج سے خائف ہو کر فرار کا موقع ڈھونڈھنے لگے اور بعض بعض لوگ چپکے سے بھاگنا بھی شروع کر دیا۔ جس کیوجہ سے حامز علی خاں کی جمیعت میں بہت بڑا فتور اور تفرقہ پیدا ہوگیا حامز علی خاں اپنی فوج کا خوف و ہراس اور پست ہمتی اور فرار کا حال دیکھکر بے حد پریشان اور اپنے کام میں مشوش ہوا۔ خادم حسین خاں نے کہ بیحد چالاک اور ایسے ہی موقع کا متلاشی تھا حامز علی خاں اور اس کی فوج کا یہ حال دیکھکر اپنی ناموری کے خیال سے میر جعفر خاں کے پاس سے امدادی فوج کے آنے کا انتظار کئے بغیر اپنی موجودہ فوج کے ساتھ حامز علیخاں کی فوج پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا جب خادم حسین خاں کی فوج کا طلیعہ حامز علیخاں کی فوج کے سامنے نمودار اور حامز ہوا حامز علی خاں کی فوج کہ پہلے ہی سے خائف ہو کر بھاگنے کی فکر میں تھی، بلا مقابلہ کئے اور آلات حرب کو ہلائے بھاگ گئی حامز علی خاں اپنی فوج کا یہ حال دیکھکر میدان جنگ سے نکل بھاگا اور مدتوں تک نواب میر جعفر خاں کے قلمرو ملک کے حدود سے باہر رہا۔ جب میر جعفر خاں کی معزولی کے بعد میر قاسم عالیجاہ بنگال و بہار اور اوڑیسہ کا صوبہ دار اور ناظم ہوا تو حامز علی خاں اس کے وقت میں واپس آیا مگر قسمت کا مارا مدتوں تک عالی جاہ نواب میر قاسم خاں کی قید میں رہا اس کے بعد پھر نہ معلوم کیا ہوا۔

نواب خادم حسین خاں فوجدار پورنیہ

خادم حسین خاں مظفر و منصور پورنیہ پہونچکر نواب صولت جنگ کے مکانات میں

قیام کیا اور اچل سنگھ کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ اچل سنگھ یہ خیال کرکے کہ میں متصدی پیشہ آدمی ہوں اور خادم حسین خاں سے مقابلہ کرنے کی بدنامی اور بازپرس حاضر علیخاں کا سر ہے میرے ساتھ نواب خادم حسین خاں کسی قسم کا تعرض نہیں کرے گا۔ اپنے سے نواب خادم حسین خاں کے پاس حاضر ہوگیا۔ نواب خادم حسین خاں اس سے جمع اور خرچ کے کاغذات کو لیکر دیکھ بھال کرکے جو حاضر علی خاں اور دوسرے لوگوں سے جو کچھ اچل سنگھ نے ناجائز طور پر لیا تھا اس سے کل روپے نواب خادم حسین خاں نے واپس کرالیا۔

جب نواب خادم حسین خاں پورنیہ کی حکومت پر مسند الارکان ہوکر ملک کے انصرام اور انتظام میں مصروف اور مشغول ہوا اس کے چند مہینے بعد رتن پان منجم بھی کہ نواب سیف خاں اور نواب صولت جنگ کے عطا کئے ہوئے مواضعات اس کو حاصل تھے۔ اور حاضر علی خاں کی حکومت کے زمانہ تک ان مواضعات پر دخیل اور قابض تھا مگر خادم حسین خاں اور حاضر علی خاں کی آویزش اور جنگ کے موقع پر جسطرح حاضر علیخاں کے دوسرے رفقا ادھر اُدھر بھاگ گئے تھے رتن پان منجم بھی کچھ دنوں تک روپوش رہا۔ بالآخر یہ خیال کرکے کہ خادم حسین خاں کو ہم سے کس بات کا ملال اور رنج ہو گا اس سے ملاقات کرکے اپنے مواضعات پر متصرف اور قابض ہونا چاہئے خادم حسین خاں کے پاس حاضر ہوا۔ خادم حسین خاں نے اوس سے مزاقاً پوچھا کہ رتن پان جیو تم تو ساعت اور وقت کا خوب بچار اور تحقیق کرکے گھر سے نکلے ہوگے۔ رتن پان نے جواب دیا کہ نواب صاحب ہم لوگوں کا جب یہی کام ہے کہ دوسروں کے لئے ساعت اور وقت کا

بچاڑ اور تحقیق کریں تو پھر اپنے لئے وقت کی تحقیق اور تفتیش میں کس طرح کی کر سکتے ہیں۔
نواب خادم حسین خاں نے کہا کہ ہاں تم نے تو میرے مقابلہ میں حامد علی خاں کے لئے بھی
ساعت اور وقت کا خوب بچاڑ اور تحقیق کی تھی۔ رتن پان نے یہ بات سنکر منفعل اور نادم
اور خائف ہو کر سر جھکا لیا۔ اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ نواب خادم حسین خاں چونکہ رتن
پان کے کل کام سے جو اس کے مقابلہ میں کیا تھا واقف ہو چکا تھا۔ اپنے ملازمین اور نوکروں
کو حکم دیا کہ رتن پان کی ناک کاٹ ڈالو تاکہ اس کو ساعت شناسی اور بچاڑ کی قدر معلوم ہو۔

نواب خادم حسین خاں چند سال تک پورنیہ پہ حکومت کرنے کے بعد شاہ عالم بہادر
پادشاہ دہلی کے زمانہ میں جب شاہ عالم نے میر جعفر خاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں پٹنہ کا
محاصرہ کیا تھا تو نواب خادم حسین خاں فوجدار پورنیہ نے بھی نواب میر جعفر خاں اور اسکے
لڑکے میرن کی طرف سے جو مدار المہام اور عقل کل اپنے باپ کا تھا غیر مطمئن ہونے کی وجہ سے
میر جعفر خاں اور میرن کے ممالک محروسہ کے حدود سے باہر نکل جانے اور شاہ عالم بہادر
بادشاہ دہلی کی اعانت اور مدد کرنے کو اپنے حق میں قرین صواب اور بہتر سمجھ کر پورنیہ کو
غارت اور پورنیہ کے ہر ایک اعلیٰ اور ادنیٰ سے جس عنوان ممکن سے بھی ہو سکا کثیر مال و دولت
وصول کر کے پانچ چھ ہزار سوار اور سات آٹھ ہزار پیادہ فوج اور چالیس سے زائد چھوٹے
اور بڑے توپ اپنے ساتھ لے کر دریا کی اُتر طرف کے راستہ سے عظیم آباد پٹنہ کا عازم ہو کر حاجی پور
پہونچا۔ حاجی پور میں سرکار کمپنی بہادر کی فوج کے مقابلہ میں جو میر جعفر خاں کی اعانت
اور مدد میں بادشاہ کے مقابلہ میں آئی ہوئی تھی شکست کھا کر بتیا کی طرف چلا گیا۔ اور میرن
بھی مع افواج انگلشیہ کچھ دور تک اس کا تعاقب کر کے ناکامیاب واپس ہو کر راستہ میں

بجلی کے گرنے سے عالم آخرت کا راستہ لیا اور ہمیشہ کے لئے لحد کے آغوش میں سو گیا۔

میر قاسم خاں فوجدار پورنیہ

خادم حسین خاں کی فرار کے بعد نواب میر جعفر خاں نے اپنے داماد میر قاسم خاں کو جو کہ نواب میر جعفر خاں کی معزولی کے بعد بنگال و بہار اور اوڑیسہ کا صوبہ دار اور ناظم مقرر ہوا تھا پورنیہ کا فوجدار بنایا۔ میر قاسم خاں اپنے صوبہ دار ہونے کے زمانہ تک پورنیہ کا فوجدار رہا۔

شیر علی خاں فوجدار پورنیہ

جب نواب میر جعفر خاں کی معزولی کے بعد میر قاسم خاں ہر سہ صوبہ بنگال و بہار و اوڑیسہ کا صوبہ دار اور ناظم مقرر ہوا تو میر قاسم خاں نے اپنی ایالت اور نظامت کے زمانہ میں شیر علی خاں کو پورنیہ کا فوجدار بنایا۔ شیر علی خاں پہلے فخر الدین حسین خاں عرف نواب بہادر پسر نواب سیف خاں کے ادنیٰ متوسلین میں سے تھا۔ مگر اپنی قسمت کی یاوری اور مدد سے ترقی کرتے کرتے نواب سیف خاں اور نواب صولت جنگ کی جگہ پر کل پورنیہ کا فوجدار اور حاکم اعلیٰ بنا۔ شیر علی خاں چند سال حکومت کرنے پایا تھا کہ نواب میر قاسم خاں عالی جاہ کے اخیر دور میں جب کہ سرکار کمپنی بہادر اور میر قاسم سے منازعہ ہوا اور جنگ ہو رہی تھی میر قاسم خاں کی معیت اور مدد میں شیر علی خاں بھی مع اپنی فوج کے سرکار کمپنی بہادر سے ضمن مذکور پر جنگ کر رہا تھا۔ اور پورنیہ فوج سے بالکل خالی تھا اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر میر مدح اللہ بن حسین

خاں بہادر سپہدار جنگ پسر نواب سیف خاں نے بحالت غفلت پورنیہ پر دخل او قابض ہوکر
پورنیہ کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور شیر علی خاں نے حقیقت حال سے واقف
ہونے کے بعد سپہدار جنگ سے جنگ کی تاب اپنے میں نہ پاکر دوبارہ پورنیہ کی حکومت کے حصول
کے ہوس اور خیال کو اپنے دل سے نکال کر خاموش ہوکر بیٹھا رہا۔ شیر علی خاں کے متعلق
یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آیا کس جگہ اس کا انتقال ہوا۔

میر روح الدین حسین خاں بہادر

سپہدار جنگ اور پورنیہ کی امارت

میر قاسم خاں صوبہ دار و ناظم بنگال و بہار و اوڑیسہ اور سرکار کمپنی بہادر کی جنگ کے
زمانہ میں میر روح الدین حسین خاں سپہدار جنگ پسر نواب سیف خاں بن امیر خاں صوبہ دار
کابل نے کہ میر قاسم خاں کے ہمراہ مونگیر میں رہتا تھا اور اپنے خرچ اخراجات کے لائق مشاہرہ
بھی میر قاسم خاں کی سرکار سے نہیں پاتا تھا۔ اور عسرت اور تنگدستی اور تکلیف سے اوقات
گذاری کرتا تھا۔ ایک روز موقع پاکر ایک پرانی اور شکستہ کشتی کرایہ لے کر گنگا کے کسی مخفی
مقام میں چھپا رکھا۔ اس کے بعد میر قاسم خاں کے انجام کار کو دیکھتا رہا۔ اور خفیہ طور پر بھاگنے کے
موقع کا متلاشی بھی رہنے لگا۔ ایک روز موقع پاکر اپنے کل دوست او احباب سے چھپکر اپنے
چند خاص معتمد ملازمین اور مصاحبین کو ساتھ لے کر کرایہ کی اسی کہنہ اور شکستہ کشتی پر سوار
ہوکر پورنیہ روانہ ہوگیا اور رات کے وقت پورنیہ پہونچ کر اپنے باپ نواب سیف خاں کے

پیرزادہ محمدی بیگ کے گھر میں اترا۔ محمدی بیگ نے میر قاسم خاں عالی جاہ کی سیاست اور قہر سے خائف ہوکر اپنی اور سپہدار جنگ کی جان و ناموس کا خوف کرکے سپہدار جنگ کا اپنے گھر میں یا پورنیہ میں رہنا غیر مناسب سمجھ کر پورنیہ سے چلے جانے کی رائے دی سپہدار جنگ نے بھی دور اندیشی اور مصلحت کو راہ دے کر محمدی بیگ کی رائے کو قرین صواب سمجھ کر اسی پرانی اور سابق کشتی پر سوار ہوکر جس موقع پر کہ کوسی دریا سونرہ ندی میں مبتلا تھا۔ (یعنی محلہ جھبنی بازار کے اتر اقدِ جسم) اسی کے متصل دریا کے ایک گوشہ میں اسی کشتی پر دو تین خدمتگاروں کے ساتھ اپنا لباس اور نام وغیرہ بدلکر مخفی طور پر رہنے لگا اور تین چار معتبر کو مقرر کر دیا کہ ہر روز ہوا کی لڑائی کی حالت سے اس کو برابر مطلع اور آگاہ کرتے رہیں۔

جب میر قاسم خاں عالی جاہ کی فوج کے مغلوب اور فرار اور سرکار کمپنی بہادر کے غالب اور فتحیاب ہونے کا حال ہرکاروں اور معتبروں کے ذریعہ سے سپہدار جنگ کو معلوم ہوا تو سپہدار جنگ نے اس موقع کو کہ شیر علی فوجدار اور فوج سے بالکل خالی ہے اور شیر علی خاں فوجدار پورنیہ کے صرف دو ڈھائی مختصر فوج کے ساتھ دار الحکومت پورنیہ میں مقیم ہے غنیمت سمجھ کر بوقت شب اپنے باپ کے پیرزادہ محمدی بیگ کے مکان پر پہونچا۔ چونکہ سپہدار جنگ کے باپ نواب سیف خاں نے تیس برس تک پورنیہ پر حکومت کی تھی اور نواب صولت جنگ کی حکومت کے دور میں نواب صولت جنگ کے داماد ہونے کی وجہ سے بھی پورنیہ کے لوگ سپہدار کو خوب جانتے اور پہچانتے تھے۔ اور پورنیہ کے لوگوں کے مخدوم زادہ اور عمدہ خاندان سے تھا اور اس وقت بھی اس کے باپ کے دربار کی نوکری کئے ہوئے اور

نمک کھائے ہوئے اور خود اس کے بھی انعام اور اکرامات کے زیر بار منت اور رہین احسان ہزاروں آدمی پورنیہ میں موجود تھے۔ لہذا جن لوگوں پر سپہدار جنگ کو کامل اعتبار اور اعتماد تھا۔ رات ہی کے اندر ان لوگوں کو بلا کر اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کر کے کہا کہ آپ لوگوں کے جسقدر معتمد اور معتبر اور صاحب جرأت اور سر و سامان والے دوست اور احباب ہیں ان کل لوگوں کو مخفی طور پر رات ہی کے اندر میرے پاس بلا لائیے۔ اگر خدا کو منظور ہے تو کل پورنیہ کی ایالت اور حکومت کی باگ میرے ہاتھ میں ہوگی۔ سپہدار جنگ کے حکم کے بموجب اسکے کل دوست اور احباب رات ہی کے اندر اپنے اپنے کل معتمد لوگوں کو جمع کر کے صبح صادق سے پہلے ایک سو مسلح آدمی کو لے کر سپہدار جنگ کے پاس حاضر ہوگئے۔ صبح صادق کے وقت سپہدار جنگ نے سب سے پہلے گوردیال سنگھ کو کہ سپہدار جنگ کے خاندان کا پروردہ اور نمک خوردہ تھا اور شیر علی خاں کی طرف سے پورنیہ کا متصدی اور کارپرداز تھا بلا منگایا۔ گوردیال سنگھ سپہدار جنگ کی نیت اور عزم سے ناواقف ہونے کی وجہ کر بحالت غفلت سپہدار جنگ کے پاس حاضر ہوگیا۔ گوردیال سنگھ کو قابو میں لاکر اپنے معتمدین کا حوالہ کر کے اسی تھوڑے سے آدمی کو ساتھ لے کر دار الامارت میں جاکر شیر علی خاں کے نائب کو کہ یہ بھی سپہدار جنگ کے باپ کا پروردہ تھا۔ سپہدار جنگ کے لوگوں نے پکڑ کر سپہدار جنگ کے پاس حاضر کیا۔ شیر علی خاں کا نائب بیدست و پا ہوکر سپہدار جنگ کی اطاعت اور اس کی خدمت میں نذر پیش کرنے اور مراسم بادی کے آداب بجالانے کے سوا کوئی چارہ اور جان کا مفر نہیں دیکھکر طوعاً اور کرہاً سپہدار جنگ کی اطاعت کا عہد کر کے اپنی جان اور عزت بچائی۔ یہ سب کارروائی بحسن و خوبی انجام پانے کے بعد سپہدار جنگ دار الامارت

پورنیہ داخل ہو کر پورنیہ کی حکومت کی مسند پر بیٹھکر شادیانہ کا نقارہ بجانے کا حکم دیا۔

نواب سپہدار جنگ کے جس قدر دوست اور احباب اور اس کے خاندان کے جس قدر ملازمین اور نمک خوردہ لوگ تھے نقارہ کی آواز سنکر مع اہالی و موالی حاضر دربار ہو کر مبارکبادی کی نذر پیش کئے۔ ان کاموں سے فارغ اور مطمئن ہونے کے بعد شیر علی خاں کے بھائیوں کے بھیجے ہوئے دو لاکھ روپے کو جو ایک کشتی میں بار کئے ہوئے تھے اور شیر علیخاں کے بھائی لوگ ان روپیوں کو شیر علی خاں کے پاس بمقام شہزادہ پور احجنگ کے خرچ اخراجات کے لئے بھیجے تھے اور کسی وجہ سے وہ کشتی اس جگہ کے قریب کہ جس جگہ سپہدار جنگ کوسی دریا میں اپنی کشتی بند ھوا کر موری بیگ کی رائے اور مشورہ کے مطابق چھپا ہوا تھا، بندھی ہوئی موجود تھی۔ سپہدار جنگ نے اپنے چند معتمد لوگوں کو بھیجکر اس کشتی کو پکڑ منگا لیا ان امور کے انصرام اور انتظام کے بعد سپہدار جنگ نے اپنے معتمد ہرکاسے اور قاصد کی معرفت پورنیہ کی حکومت پر اپنے متصرف اور قابض ہونے کی حالت اور اظہار اطاعت اور انقیاد کے بارے میں عرائض اور خطوط میر جعفر خاں (کہ سرکار کمپنی بہادر نے میر قاسم خاں کے انحراف کے بعد دوبارہ بنگال و بہار اور اوڑیسہ کی ایالت اور نظامت اس کے سپرد کی تھی) اور حکام انگلشیہ کے پاس بھیجکر اپنی اطاعت اور موافقت کا اظہار کرکے پورنیہ کی ایالت اور حکومت کی سند طلب کی۔ چونکہ میر قاسم خاں اور میر جعفر خاں کے درمیان اس وقت تک جنگ جاری تھی میر جعفر خاں نے سپہدار جنگ کی اس کارروائی کو غنیمت سمجھکر پورنیہ کی ایالت اور حکومت کی سند سپہدار جنگ کو بھیجدی۔ سپہدار جنگ نے ان کاموں کی طرف سے طمینان حاصل کرنے کے بعد پورنیہ کی رعایا اور برایا کی تالیف قلوب اور پاسداری کی طرف توجہ کی اور خدا ترسی

اور انصاف سے حکومت کرنے لگا ۔ مگر افسوس کہ سیف الدین اپنی یہ حالت اور طرز حکومت اور روش بہت دنوں تک باقی نہ رکھ سکا بلکہ اپنی حکومت کے اخیر دور میں شبانہ روز عیش و عشرت میں منہمک اور مست رہنے کے سوا اس کا کوئی کام نہیں تھا۔ ملک کے انتظام اور رعایا کی خبر گیری وغیرہ کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کرتا تھا۔ بجائے اس کے کہ اپنے سے ملک کا انتظام کرتا اپنے باپ نواب سیف خاں کے پیرزادوں میں سے ایک شخص مسمی آقا عسکر علی کو کہ نواب سیف خاں اور شاہ شکر اللہ قادری کے مرشد شاہ مصطفےٰ قلی کا نواسہ تھا۔ عسکر علی خاں کا خطاب دے کر اپنا نائب اور تمام قلمرو پورنیہ کا مدار المہام مقرر کیا اور شب و روز عسکر علی خاں کی رضاجوئی اور تالیف قلب میں مصروف رہتا تھا۔ عسکر علی خاں نے نواب سیف الدین کا جب یہ حال دیکھا کہ میرے مقابلہ میں کسی کی کوئی بات نواب سنتا ہی نہیں ہے ۔ اور میری رضامندی کو ہر امر میں مقدم سمجھتا ہے اور میری طبیعت اور مرضی کے خلاف کچھ کرتا بھی نہیں ہے اپنے لئے ایسا کھلا میدان پاکر جو کچھ بھی چاہتا تھا آزادی کے ساتھ کر گذرتا تھا اور جس طرح سے اس کا جی چاہتا تھا ملک کا انتظام کرتا تھا۔ عسکر علی خاں کی بد انتظامی اور نواب سیف الدین کی غفلت کا بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ پورنیہ کی ملکی انتظامی حالت بالکل درہم برہم ہوگئی اور دربار نظامت مرشد آباد میں سالانہ جس قدر رقومات ادا کرنا پڑتا تھا وہ رقومات بھی چند سال سے اتنی بدنظمیوں کی وجہ سے ادا نہیں ہوسکے ۔ اس لئے نظامت مرشد آباد کے عملہ لوگ سیف الدین کی بجد شاکی ہوگئے ۔ اگرچہ سیف الدین کے مخلص خیر خواہوں نے موقع سے اس کو بہت کچھ سمجھایا بجھایا مگر سیف الدین نے اپنے ان مخلص خیر خواہوں کے مخلصانہ پند و نصائح کی طرف توجہ

اور اس پر عمل کرنے کا بھولے سے بھی خیال نہیں کیا۔ بالآخر سپہدار جنگ کی غفلت اور
اس کے ملک کی بد انتظامی کو دیکھ کر اس کے چچا سیف علی خاں نے خواجہ سرا حسین قلی
نے سپہدار جنگ کو سمجھا بجھا کر عسکر علی خاں کو نیابت سے معزول کرا کر ملک کا انتظام اپنے
ہاتھ میں لے کر سپہدار جنگ کے ملکی اور خانگی حالات کو بہت کچھ سنبھالا مگر سپہدار کر ملک کے
انتظام اور حالات سے بالکل غافل اور عیش و عشرت کی نشہ میں شب و روز غرق رہتا تھا۔
حسین قلی کی حسن خدمت کی قدر کرنے کی بجائے اس کو معزول کر کے پھر دوبارہ عسکر علیخاں
کو اپنا نائب اور مدار المہام مقرر کیا۔

نواب مظفر جنگ نے اپنی ایالت اور نظامت کے زمانہ میں سپہدار جنگ کی طرف سے
زر معہود کے بھیجنے میں غفلت اور کاہلی کو ملاحظہ کر کے سپہدار جنگ کو پورنیہ کی حکومت
سے معزول کر کے رائے سوچیت رائے کو پورنیہ کے کل معاملات اور پرگنات کی مالگذاری
وصول کرنے کا متعہد اور متصدی بنا کر بھیجا اور سپہدار جنگ کے خرچ اخراجات کیلئے پانچہزار
روپیے ماہانہ مشاہرہ مقرر کر دیا۔ ایک سال کے بعد رائے سوچیت رائے کو بھی معزول اور
مقید کر کے رضی الدین محمد خاں کو پورنیہ کی ایالت اور حکومت سپرد کی رضی محمد خاں کے
بعد نواب مظفر جنگ نے اپنے چھوٹے بھائی محمد علی خاں کو پورنیہ کا فوجدار اور حاکم بنایا۔
اور اس محمد علی خاں کا انتقال بھی پورنیہ ہی میں ہوا۔ سنہ ۱۷۶۵ء میں جب بنگال و بہار
اور اوڑیسہ کی دیوانی کمپنی بہادر کو سپرد ہوئی تو کمپنی بہادر نے ۱۷۷۰ء میں مسٹر ڈوکرل
صاحب کو اس ضلع کا حاکم اعلیٰ اور فوجی اور مالی صیغوں کا مالک بنا کر بھیجا۔ اور عدالت
اور دیوانی صیغہ کے انتظام کے لئے ایک مسلمان قاضی مقرر کیا۔ مسٹر مذکور کی حکومت

کے زمانہ میں پورنیہ کا آخری قاضی آغا محمد خاں تھا اور یہ آغا محمد خاں ۱۸۶۸ء تک پورنیہ کا قاضی رہا۔ اور اسی ۱۸۶۸ء سے پورنیہ سے قضات کا عہدہ اٹھا دیا گیا۔ سرکار کمپنی بہادر کے تسلط اور قبضہ کے بعد سے جس طرح ہندوستان اور بنگال و بہار کے دوسرے اضلاع سے کل ملکی مفاسد اور خرابی اور کشت و خون کا بازار سرد پڑ گیا اس ضلع سے بھی ان کل مفاسد اور خرابیوں کا کہ جس سے رعایا کا امن و امان ہر وقت خطرہ میں رہتا تھا قلع قمع ہو گیا اور کمپنی بہادر سے جب سرکار عالیہ گورنمنٹ برطانیہ حضور ملکہ معظمہ آنجہانی نے ہندوستان اور بنگال و بہار کے کل ممالک کی حکومت کی باگ مستقل طور پر اپنے ہاتھ میں لی تو سچی بات یہ ہے کہ جس طرح ان ممالک کے دیگر دیگر اضلاع کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا، یہ ضلع بھی حضور ملکہ معظمہ کے عام مراحم خسروانہ سے محروم نہ رہا حضور ملکہ معظمہ آنجہانی کی سلطنت کے زمانہ سے تا ایندم کہ ۱۹۳۶ء اور شہنشاہ معظم ایڈورڈ ہشتم کی سلطنت کا ابتدائی دور ہے ممالک ہندوستان اور بنگال و بہار کے دیگر دیگر اضلاع کی طرح اس ضلع کی بھی ترقی اور انتظامی حالت ایسی بدل گئی۔ کہ رعایا چین اور امن و امان سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ زیر دست کو زبردست سے اور کمزور کو زور آور سے نہ کسی طرح کی شکایت ہے اور نہ کھٹکا رعایا کی جان و مال اور ناموس و عزت کی حفاظت کیلئے ایسے ایسے انتظامات سلطنت کی طرف سے ہیں کہ جس کے عشر عشیر کا بھی ہندوستان اور بنگال و بہار کے دور سابق کے بادشاہوں کے زمانے میں پتہ نہیں چلتا ہے۔

جلال گڈھ کا قلعہ اور راجگان کھگڑہ

سلاطین مغلیہ کے زمانے کے امراے پورنیہ کی یادگار چیزوں میں سے اس ضلع میں اس موجودہ دور میں صرف جلال گڑھ کا قلعہ اور نواب گنج سرنیہ کی عمارتیں (جو کہ شمار سے دکھن ہے) اور نواب شوکت جنگ نے اپنی امارت کے دور میں زنگی پور پہ حملہ کرنے کے خیال سے میر معلی خاں کو وہاں کا فوجدار مقرر کیا تھا باقی ہے اور نواب گنج بکھر یا کے قلعہ کا نام کے سوا کوئی نشان بھی باقی نہیں ہے۔ جلال گڑھ کا قلعہ پورنیہ شہر سے تقریباً ۱۴ میل اتر واقع ہے۔ اور آج کل اس قلعہ کے قریب ایک ریلوے اسٹیشن بھی جلال گڑھ نام سے قائم ہے۔ اور آج سے تین چار سو برس پہلے یہ جگہ پرانی کوسی کا ایک جزیرہ تھا۔ اس زمانہ میں کوسی دریا پورنیہ کے قریب ہو کر بہتا تھا۔ یہ قلعہ مربع شکل ہے اس کی دیوار یں بہت اونچی اونچی ہیں۔ اور اب تک صحیح و سالم حالت پر باقی ہیں۔ کھگڑہ ریاست کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قلعہ کا بانی راجہ سید محمد جلال الدین ہیں۔ راجہ سید محمد جلال الدین نے جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے زمانہ میں نواب اسفندیار خاں فوجدار پورنیہ کے حکم اور اعانت سے نیپالیوں کے حملے کو روکنے کے لئے بنایا تھا۔ راجہ سید محمد جلال الدین کے مورث اعلیٰ کا نام سید خاں دستور تھا۔ راجگان کھگڑہ کو پرگنہ سرجاپور ملنے کا یہ سبب ہوا تھا کہ جب شیر شاہ اور ہمایون بادشاہ سے لکھنوتی کے قلعہ کے آس پاس میں جنگ ہوئی تھی تو اس موقع پر سید خاں دستور نے شہنشاہ ہمایون کی اعانت کیلئے پورنیہ سے بہت بڑی فوج لے کر گیا تھا۔ اس جنگی خدمت کی صلہ میں ہمایون بادشاہ نے سنہ ۹۶۲ھ میں پرگنہ سرجاپور کی زمینداری اور قانون گوئی کا عہدہ اسکو عطا کیا تھا۔ اس زمانہ میں یہ پرگنہ سرجاپور سرکار تاجپور کے متعلقات میں سے تھا۔

سید خاں دستور سے پہلے یہ پرگنہ ایک ہندو راجہ سکھریو نام کے قبضہ میں تھا۔ یہ پرگنہ
نیپال کی سرحد کے قریب ہونے کی وجہ سے نیپالی اور بھوٹانگیان لوگوں کے لوٹ کھسوٹ
کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ اور اس پرگنہ پر ان لوگوں کے حملے اکثر ہوتے تھے۔ جب سید خاں
دستور خاں کو پرگنہ مذکور کی زمینداری اور قانون گوئی کا عہدہ ملا تو سید خاں دستور خاں
نے یوں تو لڑ بھڑ کر پرگنہ مذکور کو اپنے تصرف اور قبضہ میں کر لیا مگر بھوٹانگیاں لوگوں کے
حملوں کا سلسلہ بدستور سابق جاری رہا۔ اور ان سبھوں کی کامل استیصال ابھی نہیں ہوئی
تھی کہ ترمذ کے سادات موسوی میں سے ایک شخص مسمی سید رائے خاں اپنے چند بھائی
بندوں کے ساتھ آکر پرگنہ مذکور میں قیام اور سکونت اختیار کیا۔ ان لوگوں کے آنے اور
پرگنہ مذکور میں قیام اور سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے سید خاں دستور خاں کو بڑی تقویت
اور مدد مل گئی، مگر بھوٹانگیوں نے ان سادات موسوی ترمذی کا قیام پرگنہ مذکور میں اپنے
لئے مضر اور نقصان دہ سمجھ کر ان لوگوں کو پرگنہ مذکور سے نکال دینے کے لئے متعدد حملے
کئے مگر سید رائے خاں ہر مرتبہ غالب رہا۔ جب بھوٹانگیوں کو ان حملوں میں ناکامیابی ہوئی
تو ان بار بار کی ناکامیابیوں سے جھنجھلا کر اپنی پوری جمعیت کے ساتھ سید رائے خاں پر حملہ
کیا۔ اس جنگ میں بھی سید رائے خاں غالب رہا اور بھوٹانگیوں کو ناکامیابی کے ساتھ
پسپا ہونا پڑا۔ سید رائے خاں نے ہلدیہ باری تک جو پرگنہ مذکور سے جانب شمال و مشرق
واقع ہے ان سبھوں کا تعاقب اور پیچھا کیا اور اس جگہ پر کہ اس جنگ سے پہلے بھوٹانگیوں
کے تصرف اور قبضہ میں تھی قبضہ کر کے ایک گڑھ اور تھانہ بنایا۔

سید خان دستور خاں نے سید رائے خان کی کارگذاریوں کو دیکھ کر اپنی لڑکی کے

ساتھ اس کی شادی کردی اور اس کے کچھ دنوں کے بعد سید خاں دستور خاں کا انتقال ہوگیا۔ چونکہ سید خاں دستور خاں کا کوئی وارث اس لڑکی کے سوا نہیں تھا اس لئے سید خاں دستور خاں کے انتقال کے بعد پرگنہ مذکور کی زمینداری اور قانون گوئی کا عہدہ سید راے خاں کو تفویض ہوئی۔ جب شہنشاہ اکبر بنگال کی سیر و سیاحت کے ضمن میں اکبر نگر یعنی راج محل آیا تو سید راے خاں نے ۹۸۹ھ میں بادشاہ مذکور سے از سر نو پرگنہ مذکور کی زمینداری اور قانون گوئی کے عہدہ کی سند حاصل کرکے اپنی حیات تک پرگنہ مذکور پر دخیل اور قابض رہا۔ سید راے خاں کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا سید جلال الدین خاں اپنے باپ سید راے خاں کی جگہ اور مسند پر بیٹھا۔ سید جلال الدین خاں کے وقت میں بھی بھوٹانگیوں نے بارہا پرگنہ مذکور کے علاقوں پر حملے کئے اور سید جلال الدین خاں ہر مرتبہ ان سبھوں کو شکست دے کر مار بھگایا۔ اور اس کی عمر کا زیادہ حصہ بھوٹانگیوں اور نیپالیوں کے ساتھ لڑائی بھڑائی میں گذرا۔ بالآخر جب بھوٹانگیوں نے پورنیہ کے شمالی حصہ پر بھی حملہ شروع کیا اور پورنیہ کے قرب و جوار تک پہونچ گئے اور پورنیہ کے شمالی حصہ کے علاقہ کی رعایا کو ان سبھوں کے حملوں سے بے حد تکلیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تو بھوٹانگیوں کے حملے کو روکنے کے لئے نواب اسفندیار خاں فوجدار پورنیہ کے حکم اور مدد سے سید محمد جلال الدین جلال گڈھ کا قلعہ بنوایا اور بھوٹانگیوں سے جنگ کرکے پورنیہ کے شمالی علاقہ سے ان سبھوں کو نکال دیا۔ اس فتح کے بعد ۱۰۲۰ھ میں جہانگیر بادشاہ نے سید محمد جلال الدین کو راجہ اور خان بہادر کا خطاب عطا فرمایا۔ راجہ سید محمد جلال الدین خان بہادر نے اپنے انتقال کے بعد صرف ایک لڑکا سید راجہ کو وارث چھوڑا

سیدراجہ کے وقت میں بھی بھوٹانگیوں نے پرگنہ سرجاپور پر متعدد بار حملے کرکے پرگنہ مذکور کو تاخت و تاراج کیا۔ بھوٹانگیوں کے بار بار حملے سے پرگنہ مذکور کی محافظت اور ان سبھوں کی کامل استیصال کے خیال سے ناظم اور فوجدار پورنیہ کی رائے اور مدد سے سیدراجہ نے ان سبھوں پر چڑھائی کردی اور بمقام مونڈمالا ٹھاکر گنج سے چار پانچ کوس اُتر اور پورب ہے، فریقین کے درمیان زبردست جنگ واقع ہوئی۔ اس لڑائی میں بھی سیدراجہ نے اپنی بے مثال جرأت اور حسن تدبیر سے بھوٹانگیوں کو فاش شکست دی۔ پورنیہ گزیٹر کی مؤلف کا بیان ہے کہ سیدراجہ نے اس فتح کی خوشی میں سکھوا کے ایک درخت پر ایسا ایک تیر مارا۔ کہ درخت کو سوراخ کرکے وہ تیر دوسری طرف نکل گیا اور اس سکھوا کے درخت میں سیدراجہ کے تیر کا نشان اب تک موجود ہے۔ اور مورنگ کے لوگ اس درخت کی پرستش کرتے ہیں سیدراجہ نے بھوٹانگیوں کو پرگنہ سرجاپور کے علاقوں سے نکال باہر کردینے کے بعد مونڈمالا میں ایک فوجی تھانہ قائم کرکے پرگنہ سرجاپور کا سرحد مقرر کیا۔ بھوٹانگیوں کی جنگ سے فراغت اور اطمینان حاصل کرنے کے بعد سیدراجہ نے شاہجہان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونیکا شرف حاصل کیا۔ چونکہ شاہجہان بادشاہ کو وقائع نگاران شاہی کے عرائض اور مراسلات وغیرہ سے سیدراجہ کی شرافت اور نجابت کا حال پہلے ہی سے معلوم ہوچکا تھا۔

شاہجہان بادشاہ نے ۱۰۵۰ھ میں تجدیداً پرگنہ سرجاپور کی راجگی اور قانون گوئی کی سند مع خلعت اعزاز مرحمت فرماکر پرگنہ لماگام کی بھی (جو اسلامپور کے علاقہ میں ہے اور ایک ہندو کسی دولتمند رائے کے قبضہ اور دخل میں تھا اور یہ دولتمند رائے زمیندار ہونیکے باوجود اس علاقہ کے راہزنوں اور لٹیروں کا بھی سردار تھا۔ اس لئے یہ پرگنہ چور اور

ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کا مامن اور مسکن بنا ہوا تھا اور ان سبھوں کی شرارت اور بدمعاشی اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ پرگنہ مذکور ہو کر راج محل کی آمدورفت کا راستہ مسافرین کیلئے بند ہو گیا تھا) زمینداری سید راجہ کو شاہجہان بادشاہ نے تفویض کی ۔ سید راجہ شاہجہان بادشاہ کی خدمت سے واپس آکر پہلے تو پرگنہ مذکور کو چور اور بدمعاشوں اور لٹیروں کی منحوس وجود سے پاک کیا اس کے بعد شاہ شجاع سے بھی کہ اپنے باپ شاہجہان بادشاہ کی طرف سے بنگال و بہار اور اوڑیسہ کا فرمانروا اور مالک تھا شاہی حکم کے مطابق پرگنہ مذکور کی زمینداری کی سند حاصل کرکے باطمینان تمام پرگنہ مذکور پر دخیل اور قابض ہوا ۔ چونکہ دولت مندراے سابق زمیندار پرگنہ مذکور کا سید راجہ کی تاک اور فکر میں لگا ہوا تھا موقع پاکر سید راجہ کے ایک خاص ملازم کو اپنی سازش اور میل میں لاکر سید راجہ کے قتل پر مستعد اور آمادہ کیا ۔ وہ نمک حرام ملازم سید راجہ کو بحالت غفلت تلوار یا خنجر سے مجروح کر دیا سید راجہ نے مجروح ہونے کے بعد اپنے قاتل اور مجروح کرنیوالا کو ایک ایسا زبردست طمانچہ مارا کہ وہ نمک حرام ملازم فوراً مر گیا ۔ مگر سید راجہ بھی زیادہ مجروح ہونے کیوجہ سے بچ نہ سکا ۔ ایک لڑکا سید محی الدین اور ایک لڑکی جو سید نور محمد کے نکاح میں تھی چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہکر ہمیشہ کے لئے ملک بقا کا راہی ہوا ۔

سید راجہ کے بعد اس کا لڑکا سید محی الدین اپنے باپ کا قائم مقام ہوا ۔ سلطان عالمگیر کی سلطنت کے زمانہ میں پرگنہ کہلگام کی زمینداری پھر دولت مندراے سابق زمیندار پرگنہ مذکور کی اولاد کے ہاتھ میں کسی غیر معلوم وجہ سے چلی گئی ۔ مگر راجہ سید محی الدین نے پرگنہ مذکور کی واپسی کی طرف کچھ توجہ نہیں کی ۔ راجہ سید محی الدین کی کوئی اولاد نہیں رہنے کی

وجہ سے اس کے انتقال کے بعد سید نور محمد پرگنہ سرجاپور کی زمینداری اور قانون گوئی کا عہدہ ملا۔ سید نور محمد کے بعد اس کے چاروں لڑکے سید سلطان محمد سید محمد روشن سید محمد مسعود سید محمد رشید یکے بعد دیگرے پرگنہ سرجاپور کا مالک اور راجہ ہوئے سید محمد مسعود کے دوسرے بھائی لوگوں کے لاولد فوت ہو جانے کی وجہ سے یوں تو سید محمد مسعود کے تین لڑکے سید زین الدین محمد سید حسین محمد سید برہان الدین محمد اور ایک لڑکی ریاست کا حقدار تھے مگر سید زین الدین محمد جو سب سے بڑا تھا جب تک زندہ رہا ریاست کا مالک رہا۔

سید زین الدین محمد کے انتقال کے بعد سید حسین محمد اور سید برہان الدین محمد میں خانہ جنگی ہو جانے کی وجہ سے ریاست کا انتظام بیحد درہم برہم ہو گیا۔ بالآخر دونوں بھائیوں نے آپس کی مخاصمت کی طے اور تصفیہ کے لئے نواب سیف خاں فوجدار پورنیہ کو حکم اور ثالث مقرر کیا۔ نواب سیف خاں نے کسی مصلحت کی بنا پر ان دونوں بھائیوں کی خانہ جنگی کی طے اور تصفیہ کو دوسرے وقت پر موقوف رکھ کر حافظ رحمت علی خاں کو اپنی طرف سے ریاست کی کل رعایا سے مالگذاری وصول کرنے کے لئے عامل اور ناظم مقرر کر دیا۔ اور کل مالگذاری وصول کرا کر اپنے خزانہ خانہ میں داخل کرالیا۔ ان دونوں بھائیوں کے آپس کی مخاصمت اور منازعت ابھی طے نہیں ہونے پائی تھی کہ ان دونوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا۔

جب سید محمد مسعود کی لڑکی کی شادی سید محمد سعید کے ساتھ ہوئی تو سید محمد مسعود کی بیوی نے اپنے داماد سید محمد سعید کو اپنے شوہر کی کل ریاست کا مالک بنادیا۔ اور نواب سیف خاں سے خراج محصلہ کا جو سید حسین محمد اور سید برہان الدین محمد کے تنازع اور مخاصمت کے وقت سے سید محمد سعید کے راجہ اور مالک ریاست ہونے کے وقت تک حافظ رحمت علی

[illegible] وصول کر اکر اپنے خزانہ خانہ میں داخل کرالیا تھا مطالبہ کیا۔ مگر نواب سیف خاں نے اس مطالبہ کا کچھ خیال نہیں کیا۔ راجہ سید محمد سعید کے دو لڑکے سید محمد خلیل اور سید محمد جلیل تھے۔ چونکہ سید محمد خلیل کا انتقال اپنے باپ راجہ سید محمد سعید کے وقت میں ہو چکا تھا اس لئے سید محمد جلیل اپنے باپ راجہ سید محمد سعید کے بعد راج کا مالک ہوا۔ نواب صولت جنگ جو نواب سیف خاں کے انتقال کے بعد پورنیہ کا فوجدار اور حاکم تھا اور راجہ سید محمد جلیل کے درمیان پرگنہ سرجاپور کی مالگذاری کی طلب کی وجہ سے بارہا مجادلہ و مقاتلہ ہوا مگر راجہ سید محمد جلیل (بایں وجہ کہ پرگنہ سرجاپور کی زمینداری اس کے مورث اعلیٰ لوگوں کو ان لوگوں کی ان جنگی خدمات کی مد میں جو وقتاً فوقتاً سلاطین مغلیہ کی تھی ملی تھی) ادائے مالگذاری سے ہمیشہ انکار کرتے تھے بلکہ حافظ رحمت علی خاں نے نواب سیف خاں کے وقت میں جس قدر روپے وصول کرکے نواب سیف خاں کے خزانہ خانہ میں داخل کیا تھا ان کل روپیوں کی واپسی کے طالب تھے۔

نواب صولت جنگ اور راجہ سید محمد جلیل کے درمیان مالگذاری کی طلب کے بارے میں جب مجادلہ اور مقاتلہ ہونے لگا اور بارش کا موسم بھی آگیا تھا راجہ سید محمد جلیل بارش کے موسم کے آجانے کی وجہ سے بایں خیال کہ اب بارش کا موسم آگیا جنگ کی طرف سے مطمئن ہوکر مع فوج و اہل و عیال جلال گڑھ قلعہ میں مقیم تھا کہ نواب صولت جنگ بحالت غفلت قلعہ پر دھاوا کرکے راجہ سید محمد جلیل اور اس کے دونوں لڑکے سید غلام حسین اور سید غلام حسن کو قید کرلیا۔ اور اسی قید کی حالت میں راجہ سید محمد جلیل کا انتقال بھی ہوگیا۔ راجہ سید محمد جلیل کے انتقال کے بعد اس کے دونوں لڑکے سید غلام حسین اور

سید غلام حسن ادائے مالگذاری کے عوض میں قید سے رہا کر دیئے گئے ۔ اور نواب لطافت جنگ نے باین خیال کہ دونوں بھائی ابھی چھوٹے ہیں پرگنہ سرجاپور کی مالگذاری وصول کرنے کے لئے یار محمد نام ایک شخص کو اپنی طرف سے مقرر کر دیا ۔ یار محمد چونکہ خیانت پیشہ اور ظالم آدمی تھا سید غلام حسین اور سید غلام حسن کے خون کا درپے ہو گیا ۔ یہ دونوں بھائی متصدی مذکور سے خائف ہو کر دیناچور کے راجہ رام چندر کے پاس جا کر پناہ گزین ہوئے راجہ مذکور نے ان دونوں بھائیوں کو اپنے لڑکوں کی طرح اپنے پاس رکھا اور ان لوگوں کے گذر اوقات کے لئے دو تعلقہ یعنی بوبرا اور سونا پتیلا ہمیشہ کے لئے دونوں بھائیوں کو لکھدیا ۔ جب دونوں بھائی سن رسد کو پہونچے اور ریاست کے انتظام کے لائق ہوئے تو دیناچور سے واپس آکر پرگنہ سرجاپور کی زمینداری اور قانون گوئی کی سند حاصل کرکے اپنے آبائی ریاست پرگنہ مذکور پر دخیل اور قابض ہوئے ۔ راجہ سید غلام حسین دو لڑکے سید فخر الدین حسین اور سید مظفر حسین کو چھوڑ کر جب قضا کر گیا اور سید فخر الدین حسین ریاست کے مالک ہوئے تو سید فخر الدین حسین نے درگاہ قدم رسول کی عمارت کے علاوہ پوراگڑہ میں اپنے رہنے کے لئے مکانات وغیرہ آراستہ کرکے یہیں پر قیام پذیر ہوئے اور اپنی ریاست کی مالی اور فوجداری مقدمات وغیرہ کے فیصلہ کے لئے اسوڑہ گڈھ میں کچہری قائم کرکے اپنی حیات تک اپنی ریاست کے مقدمات وغیرہ کا انفصال یہیں کرتے رہے ۔

راجہ سید فخر الدین حسین انگریزی حکومت کے دور تک زندہ رہے ۔ اور گورنمنٹ نے اس کی کل ریاست کو اس کے نام سے دوامی بندوبست دیدی ۔ راجہ سید فخر الدین حسین کے انتقال کے بعد اُس کے دونوں لڑکے سید اکبر حسین اور سید بدر حسین نے ریاست کو

آپس میں تقسیم کرلی اور سید اکبر حسین نے علی گنج کے ملک داری لڑکی مسماۃ ظہور النسا
کو شادی کرکے اپنی سکونت اور قیام کشن گنج میں اختیار کیا۔ سید اکبر حسین کا لاولد قضا کرنے پر
اس کی زوجہ مسماۃ ظہور النسا اس کی کل جائداد کا مالک ہوئی اور کچھ روز کے بعد مسماۃ
ظہور النسا نے اپنی کل جائداد اپنے بھائی سید حسین کو دیدی۔ کشن گنج کے دلاور رضا وغیرہ
اسی سید حسین کی اولاد سے تھے۔ دلاور رضا کی نورتن عمارت اب تک کشن گنج میں ڈارجلنگ
روڈ سے پورب جانب کو موجود ہے۔ سید دیدار حسین کے پانچ لڑکے تھے ان پانچوں بھائیوں
میں سے چار بھائی کا لاولد قضا کر جانے کی وجہ سے سید عنایت حسین اپنے باپ کی کل جائداد
متروکہ کا مالک ہوئے سید عنایت حسین کے بعد اس کا لڑکا سید عطا حسین ریاست کا
مالک ہوئے اور ۱۸۸۰ء میں نواب مرشد آباد کی لڑکی سے شادی کی اور سید عطا حسین
کو سرکار گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے نواب کا خطاب مرحمت ہوا ۱۸۹۶ء میں نواب سید
عطا حسین کے انتقال کرنے پر ان کے دونوں لڑکے سید مرزا محی الدین حسین اور سید مرزا
معین الدین حسین اس حین میں نابالغ تھے اس لئے نواب مرحوم کی بیگم شہر بانو عرف
سفری بیگم ریاست کا مالک ہوئی جب یہ دونوں بھائی بالغ ہوئے تو یکے بعد دیگرے کھگڑہ
ریاست کے مالک ہوتے رہے اور آج کل ۱۹۳۵ء کا زمانہ ہے نواب سید مرزا معین الدین
حسین مرحوم کے بڑے صاحب زادے نواب سید مرزا زین الدین حسین دامت حشمتہ ریاست
کے مالک ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اب تک کھگڑہ کے نواب لوگ اپنی خاندانی وجاہت اور
سیادت میں اس ضلع کے دوسرے ارباب ریاست اور زمینداروں میں خاص اعزاز اور

امتیاز رکھتے ہیں۔ اور بابو بھوا تن سنگھ جلال گڈھ قلعہ کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب ملک بختیار خلجی نے راجہ لکھمن رائے سین کے کل ممالک بنگال و بہار کو اپنے تصرف اور قبضہ میں کر لیا تو پورنیہ کے ان تمام علاقوں پر بھی جو راجہ مذکور کے ملک کے حدود کے اندر داخل تھے متصرف اور قابض ہوا۔ اور پورنیہ کے شمالی علاقوں پر نیپالی لوگ متصرف اور قابض ہو کر مسلمانوں کے دخل اور قبضہ کردہ علاقوں کے مواضعات کو لوٹ و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ نیپالی اقوام کے لوٹ و کھسوٹ اور حملوں کو روکنے اور ان سبھوں کو پورنیہ کے شمالی علاقوں سے نکال باہر کر دینے کی طرف سابق کے مسلمان سلاطین اپنے اپنے وقتوں میں کچھ بھی توجہ فرما نہیں ہوئے بالآخر سلطان جلال الدین خلجی کی سلطنت کے زمانہ میں بنگال و بہار کے صوبہ دار نے کہ گور میں رہتا تھا، سلطان جلال الدین کے نام پر جلال گڈھ کا قلعہ بنوا کر فوجی چھاؤنی مقرر کیا۔ ۲۳ ۱۳ء میں جب سلطان محمد تغلق دہلی کا بادشاہ ہوا اور اس کو ملک چین پر فوج کشی کا خیال ہوا۔ تو چین کو فتح کرنے کے لئے جس فوج کو روانہ کیا تھا وہ فوج جلال گڈھ قلعہ ہی ہو کر ملک چین گئی تھی۔

تم الکلام بعون اللہ الملک العلام و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ سید الانام و علیٰ آلہ و اصحابہ الکرام

احقر رشیدی عفی عنہ۔ ہریپوری پورنوی

ضمیمہ متعلق تاریخ پورنیہ حصہ اول

تاریخ پورنیہ کے اس اول حصہ کی اشاعت وغیرہ میں اعانت اور کوشش کرنیوالے حضرات کا مختصر تذکرہ

جن معزز حضرات روسا اور عمائدین ضلع نے اس ناچیز تالیف کی اشاعت اور مواد کے فراہم کرنے میں مدد دے کر اس احقر کو اپنے اپنے احسانات کا مرہون کیا ہے ان حضرات کا شکریہ نہیں ادا کرنا ان حضرات کے ان زبردست احسانات کی ناقدری اپنے اخلاق کا خون کرنا ہے۔ ان معزز حضرات کے ان احسانات کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور تو ان حضرات کا شکریہ احقر سے ادا ہونا بالکل محال ہے مگر اس مثل ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ، پر کاربند ہوتے ہوئے اس احقر کے امکان میں ادائیگی شکریہ کی کوئی اچھی صورت اس کے سوا نہیں ہے کہ ان حضرات کا مختصر تذکرہ اس کتاب میں لکھدیا جائے بلکہ اس کتاب کی حیات تک ان حضرات کا بھی نام اور تذکرہ دنیا میں باقی اور دائم رہے۔ قبل اذیں کہ ان حضرات کا مختصر تذکرہ لکھا جائے یہ عرض کردینا ضروری اور مناسب ہے کہ اس ضلع والوں سے ملاقات زیادہ تر لاہی یعنی پھوس کے ہونے کی وجہ سے اس ضلع والوں کو اکثر خانہ سوزی کی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس ضلع کے

اکثر حضرات کی خاندانی تحریرات بھی ان حضرات کے حالات کے ساتھ ساتھ آگ کی نذر ہو گئی ہیں۔ جس کی وجہ سے اس ضلع کے اکثر خاندان کے لوگ اپنی خاندانی روایات اور حالات کو نہ کما حقہ بیان کر سکتے ہیں اور نہ کوئی باقاعدہ تحریر ہی پیش کر سکتے ہیں یہی وجہ ان معزز حضرات علمائے دین اور رؤسائے ضلع میں سے اکثر حضرات کے حالات کے لکھنے میں ان حضرات کی خاندانی حالات اور روایات کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں لکھا جائے گا۔ اور ان میں سے جن حضرات نے اپنی خاندانی حالات اور روایات کے بارے میں اپنے بزرگوں سے سنی ہوئی جس قدر روایتیں احقر سے بیان کئے ہیں اور ان حضرات کی خاندانی روایات اور حالات کے متعلق جو کچھ تحریرات دستیاب ہوئیں ہیں۔ انہی تحریرات اور سماعی روایات کے مطابق ان معزز حضرات کی خاندانی روایات اور حالات قلمبند کر دئے جائیں گے تا کہ ان حضرات کے احسانات کے بار گراں سے کچھ سبکدوشی حاصل ہو جائے۔

جناب مولوی محمد الحسن صاحب زمیندار و رئیس اعظم اسٹیٹ بیگنا

آپ اس ضلع کے ان ممتاز رؤسا اور زمینداروں میں سے ہیں جو کہ غربا اور مساکین اور علما اور صلحا کی خدمت کو اپنی زندگی کے اہم ترین فرائض میں سے سمجھتے ہیں۔ اور قوم و ملت کی ہر اسلامی خدمت کی انجام دہی کے لئے اپنی ہر امکانی طاقت کو صرف کرنے کے لئے ہر وقت مستعد اور آمادہ رہتے ہیں۔ یہ خاکسار کو بیگنا کے چند روز کے

قیام کے دوران میں میاں صاحب ممدوح کے جس قدر مشاغل کو دیکھا اور میاں صاحب
ممدوح سے جس قدر گفت و شنید کا موقع پایا۔ میاں صاحب ممدوح کے ان مشاغل اور
گفت و شنید کو پیش نظر رکھتا ہوا یہ خاکسار اس نتیجہ تک پہونچا کہ میاں صاحب ممدوح
قوم و ملت کے درحقیقت مخلص قدرداں اور سچے بہی خواہ ہیں اور اپنے اوقات کو جن
اصول اور قواعد پر منضبط فرمائے ہوئے ہیں سختی کے ساتھ ان اصول اور قواعد کے عامل
اور پابند ہیں۔ آپ نے اس تاریخ پورنیہ کی اہمیت کو پیش نظر فرماکر اس کی اس پہلی
طباعت کے مصارف کے لئے مبلغ تین سو روپے اپنے جیب خاص سے مرحمت فرمائے ہیں
میاں صاحب ممدوح اس ضلع کے ایک اچھے زمیندار ہونے کے باوجود دوسرے زمینداروں
کی طرح اپنے کو بیکار رکھنا اچھا نہیں سمجھتے ہیں۔ بایں وجہ احسن آباد میں کہ سابق نام
اس جگہ کا سیاہاٹ تھا بہت ڈبل انتظام کاشتکاری کا کئے ہوئے ہیں۔ اگرچہ
کاشتکاری کے انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے ایک منیجر مقرر کردئے ہیں مگر پھر بھی
احسن آباد میں میاں صاحب کی موجودگی کے بغیر کاشتکاری کے کل کام کا میاں صاحب
کی طبیعت کے موافق بحسن و خوبی انجام پانا محال تھا اس لئے آپ نے بیگنا کی بجائے
احسن آباد میں اپنا قیام مناسب اور اچھا سمجھ کر احسن آباد میں اقامت پذیر ہیں۔ اور اپنی
گذر اوقات کے لئے تین چار ہزار روپیہ کی آمدنی کی زمینداری پر قناعت کرکے بقیہ کل
زمینداری وغیرہ کے انصرام اور انتظام کے لئے اپنے نسبتی بھائی جناب منشی عبدالرزاق
صاحب ابن جناب حاجی محمد قمرالدین صاحب رئیس اعظم و زمیندار باشندہ موضع گاگی کو
منیجر اور منتظم مقرر کرکے زمینداری وغیرہ کے کل انصرامی اور انتظامی امور سے دست کش

ہو کر اللہ اللہ کرنے کے سوا زمینداری وغیرہ کے کسی کام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ علاوہ اپنے متعلقہ زمینداری اور کاشتکاری وغیرہ کے انتظام کے لئے احسن آباد میں منشی منیر الدین ابن منشی بہبود حسن مرحوم کو جو کہ میاں صاحب ممدوح کے چچازاد بھائی بھی ہیں منیجر مقرر کر دئے ہیں۔

میاں صاحب ممدوح کی ذات سے قوم و ملت کو جس قدر فائدے پہونچ رہے ہیں، اس کا اندازہ اس سے بھی کر سکتے ہیں کہ میاں صاحب ممدوح کے علاوہ آج تک اس ضلع کے کسی رئیس نے تعلیم نسواں کی طرف بھولے سے بھی توجہ نہیں فرمایا۔ مگر میاں صاحب ممدوح نے تعلیم نسواں کی اہمیت اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم نسواں کے لئے ایک مدرسہ قائم کر دیا ہے اور اس مدرسہ کے کل خرچ اخراجات کی کفالت اپنے جیب خاص سے کر رہے ہیں۔

میاں صاحب ممدوح اپنی خاندانی حیثیت سے بھی اس ضلع کے معززین میں سے ہیں میاں صاحب ممدوح اپنے مورث اعلیٰ حضرات میں سے صرف شیخ کنگالی صاحب تک کے حالات بتا سکتے ہیں۔ شیخ کنگالی صاحب کا قیام موضع بیسا میں تھا۔ شیخ کنگالی صاحب کے وقت کی جائداد میں سے اس وقت تک چھ سات لاخراج ملک اور شیخ صاحب کی مسجد کے بیٹھنے کی جگہ کہ آج کل اس جگہ میں بار ۔۔ کوٹھیاں منسوب ہیں میاں صاحب ممدوح اور آپ کے بھائی بندوں کے قبضہ میں ہیں۔ شیخ کنگالی صاحب کے وقت کی اس جائداد اور مسجد کے بیٹھنے کی جگہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں صاحب ممدوح کے مورث اعلیٰ حضرات بھی اپنے اپنے زمانہ کے معززین اور با اثر حضرات میں سے تھے۔ اور اس موجودہ دور میں بھی میاں صاحب کے خاندان کے وہ کل حضرات بیگنا میں مقیم ہیں

صاحب جائداد اور اپنے علاقے کے باا ثر حضرات میں سے ہونے کے علاوہ خود بھی ذی علم اور ذی علم حضرات کے قدر دانوں میں سے ہیں۔ میاں صاحب ممدوح کے خاندان کے اکثر حضرات سے تعارف کا شرف حاصل ہے۔ اس خاندان میں سے کسی کو بھی احقر نے غیر تعلیم یافتہ اور تہیدست نہیں پایا۔ اوتر کے علاقہ میں میاں صاحب ممدوح کے خاندان کے لوگوں میں جس قدر علم کا چرچا ہے میں دعوی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس خوبی میں میاں صاحب مرحوم کے خاندان کا مقابلہ اس ضلع کے کسی خاندان کے لوگ نہیں کر سکتے ہیں۔

میاں صاحب ممدوح کے مورث اعلیٰ شیخ گنگا علی کے دو لڑکے تھے۔ منشی خیر اللہ اور منشی مہر اللہ منشی خیر اللہ کی نسل کے لوگ اب تک بیسا میں مقیم ہیں۔ اور منشی مہر اللہ کے تین لڑکے تھے شیخ غازی الدین عرف شیخ گوجردی، شیخ روشن علی۔ شیخ جبیرد عرف جبرد میاں۔ شیخ غازی الدین عرف شیخ گوجردی لاولد قضا کر گئے تھے۔ اور شیخ روشن علی موضع سنی گھٹا میں شادی کر کے بیگھٹا میں مقیم ہو گئے۔ میاں صاحب ممدوح کے مورث اعلیٰ حضرات میں سے اس وقت تک بیگھٹا میں دو شخص یعنی شیخ جبیرد عرف جبرد میاں اور شیخ روشن علی کی اولاد موجود ہیں۔

جبرد میاں کے دو لڑکے شیخ عصمت اللہ اور شیخ بقار اللہ نام سے تھے۔ شیخ بقار اللہ کے دو لڑکوں میں سے کہ ایک کا نام امجد علی اور دوسرے کا نام نفر علی تھا۔ امجد علی لاولد قضا کر گیا اور نفر علی کا ایک لڑکا مبارک حسین نام سے تھا۔ مبارک حسین کا ایک لڑکا عبدالحق نام سے ہے۔ اور عصمت اللہ کے چار لڑکے منشی محمد علی اور لطیف علی اور واحد علی۔ اور نثار علی ہوئے منشی محمد علی لاولد کا باپ منشی محمد حسن علی صاحب زمیندار۔ اور انکا لڑکا

جناب مولوی محمد احسن صاحب زمیندار معالک اسٹیٹ بیگنا ہیں اور جناب مولوی محمد احسن صاحب کی چار لڑکیاں سکینہ ، مریم ، آمنہ ، عائشہ ، اور ایک لڑکا میاں محمد یسین نام سے ہیں۔ اور واحد علی صاحب کے تین لڑکے ابو الحسن شجاعت حسین شرافت حسین ہوئے۔ شجاعت حسین کی صرف دو لڑکیاں ہیں۔ اور شرافت حسین کے تین لڑکے محمد رفیق الدین محمد یعقوب، محمد صدیق ہیں۔ اور نثار علی صاحب کے بھی دو لڑکے بہبود حسین اور عبد الغنی ہوئے۔ عبد الغنی کا صرف ایک ہی لڑکا عظیم الدین نام سے ہے اور بہبود حسین کے دو لڑکے معز الدین اور منیر الدین نام سے ہیں۔ اور

شیخ روشن علی پسر شیخ مہر اللہ

کے تین لڑکے رضا اللہ۔ خادم علی۔ میاں جان نام سے تھے ، رضا اللہ کے تین لڑکے گوہر علی۔ مجاور علی۔ بابر علی تھے۔ گوہر علی کا صرف ایک ہی لڑکا جعفر علی نام سے ہے۔ مجاور علی کے دو لڑکے بچن علی اور عبد الماجد نام سے ہوئے بچن علی کا ایک لڑکا دکھائی نام سے تھا جو لاولد قضا کر گیا۔ اور عبد الماجد کے دو لڑکے محمد نذیر اور محفوظ الرحمن ہیں۔ اور بابر علی کے چار لڑکے مقبول حسین، ریاست حسین، منیر الدین، ارشاد علی مہتر علی ہوئے مقبول حسین اور ریاست حسین اور منیر الدین کی اولاد ذکور میں سے کوئی نہیں ہے۔ اور ارشاد علی کے دو لڑکے سمیر الدین اور منیر الدین نام سے ہیں۔ اور مہتر علی کے چھ لڑکے محمد یونس، بچارو، سلیم الدین، حکیم الدین، علیم الدین، وارث علی نام سے تھے۔ اور خادم علی کے بھی دو لڑکے یار علی اور اصغر علی نام سے ہوئے یار علی لاولد اور اصغر علی کے

دو لڑکے امیر الدین اور اظہر علی ہیں۔ اور اظہر علی کے چار لڑکے منگو اور عبد الستار اور شکر اللہ اور عبد الجبار ہیں۔ میاں جان کے چار لڑکے بحر علی اکبر علی عبد العلی سخاوت علی نام سے تھے۔ بحر علی کے چھ لڑکے کلیم الدین بذل الرحمٰن قمر الدین بدر الدین کبیر الدین حاجی قربان علی ہوئے کلیم الدین لاولد بذل الرحمٰن کا ایک لڑکا مہتاب الدین اور قمر الدین کا ایک لڑکا رقیب الدین اور کبیر الدین کے تین لڑکے عبد القیوم محمد ایوب محمد عارفین ہیں۔ اور حاجی قربان علی صاحب کی کوئی اولاد ذکور نہیں ہے اور اکبر علی کے تین لڑکے رمضان علی احسان علی عثمان علی نام سے ہیں۔ رمضان علی کے بھی تین لڑکے نظام الدین حسام الدین حبیب الدین ہوئے اور عثمان علی کا صرف ایک ہی لڑکا علیم الدین نام سے ہے۔ اور عبد العلی کا لڑکا بہبود حسین بہبود حسین کا لڑکا زین الدین اور زین الدین کا لڑکا ابو الکلام ہے۔ اور سخاوت علی کے پانچ لڑکے شہریار حسین، الفت حسین، محی الدین محفوظ حسین احمد حسین نام سے ہیں۔ الفت حسین لاولد شہریار حسین کا ایک لڑکا معین الدین۔ اور محی الدین کا ایک لڑکا محمد ابو نصر ہے۔ اور منشی احمد حسین صاحب کے پانچ لڑکے تہذیب احمد تقصیر احمد توحید الحق حکیم تجمل حسین تحمید حسین نام سے ہیں اور تحمید حسین کا ایک لڑکا محمود حسن نام سے ہے۔

جناب منشی اشرف علی صاحب تارا باری علاقہ تھانہ بائیسی

آپ ہمارے علاقہ کے رہنے والے اور عمائدین میں سے ہیں۔ باوجودیکہ آپ اس علاقہ کے ممتاز حضرات میں سے ہیں مگر بے حد خلیق اور منکسر المزاج اور متواضع اور مہمان نواز

ہیں۔ آپ کو ان اوصاف میں اس علاقہ کے دوسرے حضرات عمائدین سے خاص امتیاز حاصل ہے۔

منشی کرامت حسین تاراباری

آپ بھی اس علاقہ کے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ آپ کا شمار اگرچہ رؤسا میں نہیں ہے مگر اخلاق اور مہمان نوازی اور غریب پروری میں اس علاقہ کے کسی رئیس سے کم نہیں ہیں۔ علماء اور صلحاء کی خدمت میں آپ کو جیسی عقیدت مندی ہے اسکا تذکرہ اس علاقہ کے ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے۔ آپ جوان صالح اور فقیر دوست ہیں۔

شیخ غربت علی باشندہ موضع جونکی متصل کانکی

آپ کانکی کے علاقہ کے مشہور مخیر اور غریب پرور ہیں۔ ہر سال پچاسوں من غلہ اور سینکڑوں روپے غربا اور مساکین اور قاصدین زیارت بیت اللہ شریف کی خدمات میں صرف کرتے ہیں۔ کانکی کے علاقہ کے مالداروں میں سے کوئی صاحب بھی آپ کی اخلاق اور مروت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔

منشی محمد بشیر الدین صاحب زمیندار باشندہ موضع جونکی علاقہ کدواتھانہ

آپ اس ضلع کے ان معزز رؤسا اور عمائدین میں سے ہیں کہ جن سے سیکڑوں

بندگان خدا کو نفع پہونچتا ہے باوجودیکہ آپ دنیاوی مال ودولت اور وجاہت میں اپنے بہت سے ہمسروں سے خاص امتیاز رکھتے ہیں مگر کبر و نخوت وغیرہ صفات ذمیمہ جو زمینداری کے توام ہیں کوسوں دور اور الگ رہتے ہیں۔ اور وارد و صادر لوگوں کے لئے آپ کا دسترخوان ہمیشہ کشادہ رہتا ہے۔

منشی شمس الحق صاحب چتنی دار رئیس اعظم موضع مالور

آپ کا دولت خانہ موضع مالور متصل سودھانی اسٹیشن ہے۔ آپ میں اور دیگر خوبیوں کے علاوہ بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ سودھانی کے علاقہ کے بہت بڑے مشہور مسافر نواز اور غریب پرور ہیں۔ باوجودیکہ آپ بہت بڑے صاحب جائداد اور متمول ہیں مگر آپ غربا، اور مساکین اور مسافروں کے بہت بڑے قدرداں ہیں۔ غربا، اور مساکین اور مسافروں کی خدمت سے آپ کو اس قدر دلچسپی ہے کہ قریب قریب ہر روز غربا، اور مساکین اور مسافرین دس پانچ کی تعداد میں آپ کے مکان پر موجود رہتے ہیں اور ان حضرات کی خدمت میں ہزاروں روپے سالانہ خرچ کرتے ہیں۔

منشی محمد انعام الحق صاحب

آپ موضع کندھیلا سودھانی اسٹیشن کے قریب کے رہنے والے اور اس علاقہ کے ممتاز اور باثر حضرات میں سے ہیں۔ آپ مروت اور اخلاق کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ کار خیر میں اپنے ہمعروں اور ہمسروں سے آپ کا قدم ہمیشہ آگے رہتا ہے

باوجودیکہ آپ ایک متمول اور اپنے علاقہ کے ممتاز لوگوں میں سے ہیں۔ اور اپنے ضروری مشاغل سے عدیم الفرصت رہتے ہیں مگر پھر بھی اس تواریخ پورنیہ کے سامان کے فراہم کرنے میں آپ نے غیر معمولی دلچسپی اور کوشش سے کام لیا ہے۔ اور بہت سے مواقع میں اس احقر کا ساتھ دیا ہے۔

منشی سمر الحق صاحب پتنی دار

آپ کا دولت خانہ سیتل پور متصل سودھانی اسٹیشن ہے۔ آپ بھی اس علاقہ کے ممتاز اور عمائدین میں سے ہیں۔ آپ بھی بے حد خلیق اور بامروت اور مسافر نواز رئیس اور اس علاقہ کے بہت بڑے بااثر حضرات میں سے ہیں۔

منشی نور محمد صاحب

آپ جناب منشی محمد صدر الدین صاحب کے مظلوم شہید کے صاحب زادے اور موضع رحمان پور کے ممتاز حضرات میں سے ہیں۔ آپ بھی اپنے علاقہ کے ممتاز دولت مند اور بااخلاق اور ذی وجاہت حضرات میں سے ہیں۔ آپ کا مورث اعلیٰ شیخ محمد زاہد عظیم سے آکر بمقام طاہر پور متصل سالماری اسٹیشن سکونت پذیر ہوئے تھے۔ منشی نور محمد صاحب کے جد محترم شیخ کلن صاحب اپنے وقت میں طاہر پور سے آکر رحمان پور میں مقیم ہوئے شیخ محمد زاہد تک آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح پہونچتا ہے کہ آپ منشی صدر الدین صاحب مرحوم کے صاحب زادے ہیں۔ منشی صدر الدین صاحب بن شیخ کلن صاحب بن شیخ

موضع محمد سرکار بن شیخ محمد زاہد صاحب۔ منشی صدر الدین صاحب کے دوسرے بھائی کا نام منشی عبد الکریم تھا۔ منشی عبد الکریم صاحب مرحوم کے بھی دو لڑکے کہ ایک کا نام محمد ظفر اور دوسرے کا نام میاں محمد بدر ہے اب تک موجود ہیں۔ اور ماشاء اللہ یہ دونوں بھائی خلیق اور ذی لیاقت ہیں۔

مولوی محمد شفیق صاحب وکیل

آپ موضع عماد پور ریار سوئی اسٹیشن کے قریب کے رہنے والے ہیں۔ اور آجکل کٹیہار میں وکالت کرتے ہیں۔ وکیل ہونے کی حیثیت کے اعتبار سے آپ کو جسقدر دنیاوی اعزاز حاصل ہے اظہر من الشمس ہے۔ اس کے علاوہ آپ اپنے گھر کے بھی متموں اور اپنے علاقہ کے ممتاز حضرات میں سے ہیں اور بے حد خلیق اور صوم وصلوات کے پابند ہیں۔

منشی محمد حنیف و منشی شرف الدین قریہ دار

آپ دونوں ایک دوسرے کے حقیقی بھائی ہیں۔ سلاطین اسلامیہ کے وقت سے آپ حضرات کا موروثی خطاب قریہ دار ہے۔ آپ حضرات موضع نعمت پور سودھائی اسٹیشن کے قریب کے رہنے والے اور اس علاقہ کے عمائدین میں سے ہیں۔ یہ حضرات اس ضلع کے دوسرے ارباب دول کی طرح متکبر اور آزاد طبیعت کے نہیں ہیں۔ ان حضرات میں مذہبی پابندی بہت ہے۔ اور ان امور میں اس علاقہ کے لوگوں میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اور مسلمان لڑکوں کی مذہبی تعلیم کے لئے ہمیشہ ایک عالم کو اپنے دروازہ

پڑھ رکھتے ہیں اور دونوں بھائی اپنی اپنی وسعت کے اعتبار سے چار چھ طلبا کو دونوں وقت کھانا بھی دیا کرتے ہیں۔

مولانا غلام غوث صاحب علیمی بلیاوی ثم النعمت پوری

آپ عالم باعمل اور زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار ہیں۔ آپ کا وطن اصلی ضلع بلیا۔ موضع پورہ ہے آپ ایک مدت دراز سے موضع نعمت پور میں منشی محمد حنیف اور منشی شمس الدین کے مکان پر لڑکوں کی تعلیم کے سلسلہ میں مقیم ہیں۔ اور نعمت پور کی جامع مسجد اور عیدگاہ کے خطیب اور امام بھی ہیں۔ چونکہ آپ کا قیام زیادہ تر نعمت پور میں رہتا ہے بایں وجہ آپ نعمت پور کے مولوی صاحب کے لقب سے مشہور ہیں۔

منشی محمد حفیظ صاحب موضع باگڈوب

آپ باگڈوب کے معروف اور مشہور متمول جناب منشی عبدالصمد صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے ہیں دنیاوی وجاہت اور مال و دولت میں باگڈوب جیسی بستی اور اس علاقہ کے متمول لوگوں میں جو امتیاز آپ کو حاصل ہے کسی دوسرے کو نہیں ہے جس طرح مال و دولت میں آپ اس علاقہ کے لوگوں میں ممتاز ہیں اوصاف حمیدہ میں بھی آپ اپنے ہم عمروں میں بے نظیر ہیں۔ باوجودیکہ آپ زیادہ عمر کے آدمی نہیں ہیں مگر دوسرے نوعمر مالداروں کی طرح آزاد نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سے سن رسیدہ مالداروں کو بھی چال ڈھال اور منہیات اور لغویات سے احتراز اور حسن اخلاق میں آپ سے کوئی نسبت نہیں ہے

منشی محمد کفیل بخش رحیانپوری منشی بیرالدین قریہ دار آسبحوی منشی عبد العزیز باشندہ محمن
قصبہ لولی منشی ابو الحسن عرف گھروبیاں و منشی عبد الجبار صاحب و میاں سعید الرحمٰن پسر شیخ
عزیز الرحمٰن صاحب مرحوم

باشندگان موضع باگ ڈوب

آپ حضرات بھی اپنے اپنے علاقہ کے سربرآوردہ اور متمول اور ممتاز اور بااثر لوگوں میں
سے ہیں۔ اور آپ حضرات میں سے ہر ایک بالیاقت اور بیدار مغز اور عمائدین میں سے ہیں۔

منشی محمد یعقوب صاحب زمیندار باشندہ موضع سیہپور

آپ ایک اچھی حیثیت کے زمیندار اور نہایت شریف اور خلیق اور بامروت ہیں۔ آپکا مورث
اعلیٰ شیخ ادہن صاحب قریہ دار بہار شریف سے آکر موضع پندعال میں اقامت پذیر ہوئے تھے۔
بعدہ موضع سیہپور کھرہال میں آکر مقیم ہوئے آپ صاحب اولاد ہیں آپکے لڑکے حاجی معین الحق
اور حاجی عبد القیوم اور منشی عبد الحی اور مولوی عبد السلام صاحب وکیل اور منشی عبد المنان و عبد السبحان
و محمد فضل الرحمٰن و حبیب الرحمٰن و محمد یوسف صاحبان ہیں۔ اور یہ حضرات بھی ماشاء اللہ بیحد خلیق اور
ذی لیاقت ہیں۔ شیخ ادہن قریہ دار سے جناب منشی محمد یعقوب صاحب تک چند واسطہ پڑتا ہے۔ شیخ منشی
محمد یعقوب صاحب پسر شیخ تفضل حسین پسر شیخ جان محمد پسر شیخ محمد واصل پسر شیخ ڈہرو قریہ دار
پسر شیخ ادہن قریہ دار۔

جناب منشی غلام جان احمد صاحب

آپ سیہپور کے مشہور و معروف زمیندار جناب منشی محمد جبار بخش مرحوم کے صاحبزادہ ہیں

میاں منشی محمد جبار بخش مرحوم سیہپور کے بہت بڑے معروف اور مشہور اور خدا پرست زمیندار تھے

آپ بھی شیخ اوبن قریہ نار کی اولاد سے ہیں شیخ غلام جان احمد پسر منشی جبار بخش مرحوم پسر منشی

شرافت حسین پسر شیخ جان محمد پسر شیخ محمد واصل جناب منشی محمد جبار بخش مرحوم کا اور ایک

چھوٹا لڑکا ہے جس کا نام غلام مصطفیٰ ہے۔

حاجی عین الحق صاحب سیہپور

آپ جناب منشی محمد یعقوب صاحب زمیندار کے بڑے لڑکے ہیں، حالانکہ آپ کی عمر زیادہ

نہیں ہے۔ مگر آپ نے اسی عمر میں اپنے والد محترم کی مرضی اور اجازت سے دو حج کیا ہے۔ آپ

اور آپ کے چھوٹے بھائی جناب منشی حاجی عبد القیوم صاحب ایک حج ساتھ ساتھ گئے ہوئے ہیں۔

حاجی عین الحق صاحب کا ایک ہی لڑکا بانیش سنیہ رفیق نام سے ہے۔ منشی محمد یعقوب صاحب کے

لڑکوں میں جناب حاجی عین الحق صاحب اور حاجی عبد القیوم اور مولوی عبد السلام وکیل اور منشی

عبد الحق یہ حضرات اخلاق اور مروت کی زندہ تصویر ہیں۔

منشی محمد عبد اللطیف صاحب

آپ موضع سیتل پنی کے رہنے والے اور اس ضلع کے مستند سادات ہیں سے ہونے کے

علاوہ بہت بڑے قابل متمول شخص سے ہیں۔ آپ اردو اور فارسی میں شعر اشعار بھی کہتے ہیں۔ ماشاء

اللہ آپ کا کلام بہت اچھا ہوتا ہے۔

جناب منشی شفاعت علی صاحب

آپ کا دولت خانہ موضع بینی باڑی ہے آپ وہاں کے ممتاز اور شرفا لوگوں میں ہیں

آپ بہت بڑے فیاض اور سخی طبیعت کے انسان ہیں آپ کے بھی دسترخوان سے ہر روز دس پانچ وارد وصادر لوگ متمتع ہوتے رہتے ہیں۔ چند پشت کے واسطہ سے آپ کا نسب غلام شاہ نقی تک پہنچتا ہے۔ غلام شاہ نقی صاحب چھپرا سے آکر بیتی باڑی میں قیام پذیر ہوئے تھے منشی شفاعت علی صاحب پسر منشی بشارت علی صاحب پسر شیخ بھیکن پسر محمد فتح آخون پسر علی آخون پسر غلام شاہ نقی مرحوم۔ محمد فتح آخون کے اور بھی دو لڑکے شیخ بھیکن کے علاوہ جبار الدین اور عظمت اللہ نام سے تھے اور شیخ بھیکن کے بھی دو لڑکے منشی بشارت علی کے علاوہ رحم علی اور اکرم علی نام سے تھے اور منشی شفاعت علی صاحب کے علاوہ منشی بشارت علی صاحب مرحوم کے اور بھی دو لڑکے ایک منشی شہامت علی مرحوم (کہ جن کے دو لڑکے شرف الہدیٰ اور بدر الہدیٰ نام سے ہیں) اور منشی محمد قمر صاحب ہیں۔ منشی محمد قمر صاحب کے چار لڑکے یعنی اصغر، مظہر الحق، اسرار الحق، نظام الدین نام سے ہیں اور جناب منشی محمد شفاعت علی صاحب کے تین لڑکے منشی محمد الطاف الرحمٰن اور داروغہ منشی حمید الرحمٰن اور مولوی حکیم لطیف الرحمٰن صاحبان بحمدہ تعالیٰ بقید حیات ہیں اور ایک لڑکا مطیع الرحمٰن نام سے قضاء قضا کر گیا۔

میاں محمد غیاث الدین سہروردل

آپ سہرول کے جناب منشی محمد سیف علی صاحب مرحوم کے فرزند سعید اور جناب منشی محمد خالق صاحب کے بھتیجے اور داماد ہیں۔ جس طرح آپ کے والد ماجد ایک ہر دلعزیز اور با مروت اور صاحب بخت شخصیت کے مالک تھے، آپ میں بھی قریب قریب وہ کل صفات موجود ہیں، آپ کا مورث اعلیٰ جناب شاہ چاند صاحب تھے۔ جو اپنے زمانے کے

مت : درویش تھے ، آپ کے آبا و اجداد دکھن کے علاقے کے مشہور و ممتاز سربرآوردہ حضرات میں سے تھے ، آپ بھی ماشاءاللہ ہردلعزیز اور بامروت نوجوان ہیں۔

منشی رضی الدین صاحب کھریال

آپ موضع کھریال کے عمائدین اور ممتاز لوگوں میں ہونے کے علاوہ بیحد خلیق اور بامروت اور خدا پرست اور سربرآوردہ حضرات میں سے ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ

جناب منشی محمد اسحاق صاحب ساکن بجارہ ، منشی مددعلی صاحب شکارپور ، ملک صغیر الدین ، ملک سراج الدین ، ملک محمد ابراہیم ساکنین موضع بلیارپور ، منشی فرخ محمد صاحب ٹینی دار موضع ماہی نگر ، حاجی جلال الدین ، حاجی بوگس ، حاجی کوثر ، حاجی پچھن ، حاجی بدرالدین ، شیخ مہرعلی ، شیخ عمرعلی سرکار باشندگان موضع دھوم نگر نے اس علاقہ کی سیاحت کے دوران میں بہت کچھ احسان اس خاکسار پر کئے ، یہ خاکسار ان کل حضرات کا مرہون احسان ہے۔

تقریظ جناب مولوی محمد عبد السلام صاحب وکیل باشندہ موضع سیہو علاقہ تھانہ اعظم نگر ضلع پورنیہ

پورنیہ کے تعلیم یافتہ حضرات ایک عرصہ سے اس بات کی اشد ترین ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اور ان کی یہ دلی تمنا تھی کہ اس ضلع کی ایک ایسی مسلسل اور مکمل تواریخ لکھی جائے کہ جس سے باشندگان پورنیہ کے دور قدیم کے راجاؤں اور نوابوں کے کارنامے اور اپنے اسلاف کی تمدنی اور معاشرتی حالات سے واقف ہو سکیں۔

الحمد للہ یہ بات ہم باشندگان پورنیہ کے لئے باعث مسرت اور صد فخر و ناز ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب رشیدی ہری پوری پورنوی کی سعی جمیل سے ہم پورنیہ والوں کی یہ دلی تمنا اور برسوں کی آرزو بر آئی۔

مولانا ممدوح نے اپنا بہت بڑا گراں قدر وقت پورنیہ کے ان تاریخی حالات کے ان منتشر اوراق کے جمع کرنے میں اور پورنیہ کے دور قدیم کے عمارات کے کھنڈرات اور آثار قدیمہ کے معائنہ اور صحیح صحیح روایات کے فراہم کرنے میں ضلع بھر کا چکر لگانے میں چار پانچ سال صرف کر کے اس بڑے کام کو انجام دیا اور اس مہتم بالشان کام کی انجام دہی کا سہرا آپ ہی کے سر پر شیت الٰہی طرف سے باندھا گیا ہے۔ میں نے سرسری طور پر تاریخ پورنیہ مولفہ مولانا ممدوح کا مطالعہ کیا اس تاریخ پورنیہ کی ابتدا پورنیہ ضلع کی قدیم آبادی اقوام کے حالات کے بیان سے ہے، پھر آریا قوم کی نسل و خاندان کے دو گروہ تو۔ تیگا اور قوم پنڈاری کے اس ضلع میں آنے اور اس ضلع کی قدیم آبادی اقوام

پھر حملہ، ان کا تسلط، ان کی حکومت۔ پھر مسلمانوں کی آمد اور ان کی حکومت غرضیکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت اس ضلع پر قائم ہونے کے زمانے تک کے حالات مختصراً مگر جامع اور محققانہ طریقہ سے سلسلہ وار لکھے گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ کتاب اور بھی زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ غرضیکہ مختصر لفظوں میں یوں کہئے کہ فاضل موصوف نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ زبان نہایت شستہ اور سلیس اور عام فہم ہے، ہر تھوڑا سا لکھا پڑھا ہوا آدمی بھی اس تاریخ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ میرے ناقص خیال میں اس تاریخ کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ تاریخ موجودہ جہالت کی تاریکی میں مشعل بنکر شاہراہ ترقی کی طرف ہمیں آگے بڑھائے گی۔

میں اپنی اور دیگر باشندگان پورنیہ کی طرف سے مولانا ممدوح کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مولانا ممدوح اپنی قابلیت اور علمی لیاقت سے ہمیشہ اسی طرح اپنے برادران ضلع کو بہرہ اندوز کرتے رہیں گے۔

فاضل موصوف بڑی جانفشانی سے پورنیہ ضلع کے اولیائے کرام اور مشائخ عظام قدس اسرارہم کا تذکرہ بھی قلم بند کر رہے ہیں۔ چونکہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوا ہے اس لئے اس کی طباعت نہ ہو سکی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی عنقریب شائع ہو جائے گا اور یہ کتاب تاریخ مذکور الصدر کا دوسرا حصہ ہوگا

عبد السلام وکیل باشندہ موضع سبھپور

اقتباس تقریظ مرسلہ جناب مولوی محمد شفیق صاحب وکیل عمادپور پورنیہ

الحمدللہ! آج مجھے نہایت مسرت اور انبساط کے ساتھ اہل پورنیہ کے سامنے یہ عرض
کرنے کا موقع ملا ہے کہ پورنیہ کے دور قدیم کے حالات اور روایات جو بظاہر صفحۂ ہستی سے
حرف غلط کی طرح مٹ چکے تھے اور جن کی بازنقش برآب ہو رہی تھی اپنے ضلع اور اہل ضلع
کے مخلص قدرداں اور خیرخواہ مولانا مولوی محمد یوسف صاحب رشیدی پورنوی مہری کی
پوری کی جد وجہد اور سعی اتم سے "حسن التواریخ" کی صورت میں رونما
ہیں۔ ہمارے برادران وطن مولانا ممدوح کی اس بیش بہا خدمت کی جتنی بھی قدر کریں
اور جس قدر احسان مند ہوں بہت ہی کم ہے۔ ؎

جب نہالی سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی
مگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

مستحسن بات ہے کہ مولانا ممدوح کے نام سے پورنیہ ضلع کے اکثر علاقے کے لوگ
واقف ہیں۔ آپ موضع ہری پور علاقہ تھانہ امور ضلع پورنیہ کے رہنے والے ہیں۔
مولانا ممدوح کو اس کتاب کی تالیف کے ضمن میں پورنیہ کے دور قدیم
کے حالات اور روایات کے فراہم کرنے میں جو دقت اور دشواریاں پیش آئیں، اس لئے
کہ اس ضلع کی مستقل ومکمل تاریخ کا وجود معدوم ہے۔ آپ کو اس تاریخ پورنیہ
کے لکھنے کے ضمن میں امور متعلقہ دور قدیم کی عمارت کے کھنڈرات وغیرہ کی موجودہ حالت
کے معلوم کرنے کے لئے جس قدر بیابانوں اور مصائب جھیلنی پڑیں اور مصائب اور

اور پریشانیوں کا متحمل ہونا آپ ہی کا کام تھا اور حتی الوسع اس کتاب کو مدلل اور
جامع اور مکمل تاریخ پورنیہ بنانے کی کوشش کرنے میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہیں
رکھا ہے۔ اس تاریخ پورنیہ کا میں نے بھی ایک سرسری مطالعہ کیا۔ یہ تین حصوں میں
مشتمل ہے یعنی پورنیہ کا قدیم ہندو زمانہ، مسلمان سلاطین کا دور قدیم اور مسلمان
سلاطین مغلیہ کے عہد حکومت کے حالات، غرضیکہ پورنیہ کی قدیم آبادی کی ابتدا
سے لے کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کے دور تک کے ضروری حالات اور واقعات کو
جو پورنیہ سے متعلق ہیں نہایت سلیس، عام فہم بامحاورہ اردو زبان میں قلمبند
کئے ہیں۔ میرے ناقص نقطۂ نظر سے مولانا ممدوح اس کے لکھنے میں نہایت کامیاب
ثابت ہوئے ہیں۔ خدا انہیں جزائے خیر عطا کرے۔

محمد شفیق الحق وکیل مسکونہ عماد پور

تھانہ بارسوئی ضلع پورنیہ